تفسیر بیضاوی پہلا پارہ نصف اوّل

پرچہ تفسیر درجہ عالیہ (طلبہ) کا بہترین حل

سوالاً جواباً

تفہیم البیضاوی

بدر

از افادات

استاذ العلماء حضرت علامہ

مولانا محمد صدیق ہزاروی

تحریر و ترتیب

مولانا محمد جنید فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مکتبہ اہلسنّت

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

فون: 042-37634478, 0300-6346344

https://archive.org/details/@madni_library

پرچہ تفسیر درجہ عالیہ (طلبہ) تنظیم المدارس کا
چار صد سے زائد سوالات مع جوابات پر مشتمل بہترین حل

تفہیم البیضاوی

تفسیر بیضاوی پہلا پارہ نصف اوّل
سوالاً جواباً (اردو)

ازافادات

استاذالعلماء شیخ التفسیر
حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی دامت فیوضہم

تحریر و ترتیب
مولانا محمد جنید

مکتبہ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور 7634478

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

☆ نام کتاب : تفہیم البیضاوی

﴿پہلا پارہ نصف اوّل سوالاً جواباً﴾

☆ ازافادات : شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب مد ظلہ

☆ مرتب : مولانا محمد جنید صاحب

☆ صفحات 256

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

کسی زمانے میں درس نظامی پر مشتمل کتب محض حصول علم کی خاطر پڑھی جاتی تھیں اس لیے طالب علم ہر کتاب کی زیادہ سے زیادہ شروح حاصل کرنے اور ان کے مطالعہ کی کوشش کرتا بلکہ اساتذہ کرام سے استفسار کا طریقہ بھی رائج تھا۔

لیکن جب سے درس نظامی کی اسناد پر ملازمتوں کا حصول اور دیگر شعبۂ حیات میں دخیل ہونے کا سلسلہ شروع ہوا امتحانات میں نہ صرف کامیابی بلکہ اچھے نمبروں میں کامیابی کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہو گیا۔

ان حالات میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے والے اساتذہ وطلباء نے ایک طرف درس نظامی کا نصاب پڑھنے پڑھانے اور دوسری جانب امتحان میں کامیابی کے لیے ضروری ذرائع اختیار کرنے کی راہ اپنائی ہے تاکہ طالب علم محض خلاصہ جات پر اکتفا کی وجہ سے علم سے بے بہرہ بھی نہ ہو اور امتحانات میں اچھے نمبروں میں کامیابی بھی حاصل کرے۔

الحمدللہ! اہل سنت و جماعت کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درسِ نظامی کے نصاب میں شامل نصاب بالاستیعاب پڑھایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ طلباء کو امتحانات کی تیاری کے لیے ضروری سوالات وجوابات پر مبنی لٹریچر مہیا کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی درجہ عالیہ کے پرچہ تفسیر کے سلسلے میں یہ کتاب "تفہیم البیضاوی" آپ کے ہاتھوں میں ہے راقم نے ۲۰۰۰ء میں موقوف علیہ کے طلباء کو تفسیر بیضاوی پڑھاتے ہوئے نصابی حصہ کو سوالات کی صورت میں لکھوایا اور جامعہ کے ہونہار

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ذہین اور محنتی طالب علم مولانا محمد جنید زید مجدہ جو چند دنوں تک سند فراغ اور دستار فضیلت سے مشرف ہونے والے ہیں' نے ان سوالات کے جوابات کو تحریری شکل دی اور اب افادۂ علم کے لیے طباعت کے بعد یہ کتاب آپ کے پاس پہنچ چکی ہے۔

مولانا محمد جنید زید مجدہ ایک دیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں ان کے والد ماجد متقی پرہیزگار اور علم دوست شخصیت ہیں جنہوں نے مولانا موصوف کے علاوہ اپنے دیگر بچوں کو بھی حصول علم کی شاہراہ پر گامزن کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد جنید سلمہ اللہ کو مستقبل میں دین متین کی خدمت کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

طلبائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اصل کتاب محنت سے پڑھیں اور اس مجموعہ سے امتحان کی تیاری کے لیے استفادہ کریں۔ تاکہ وہ علمی دولت سے مالا مال ہوسکیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم دین کے حصول اور اس کی تبلیغ و تدریس کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ بنبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی

۱۸ جمادی الاخری ۱۴۲۲ھ

۷ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

امام بیضاوی اور تفسیر بیضاوی

تفسیر ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' المعروف تفسیر بیضاوی کے مصنف ابو سعید (ابوالخیر) عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی غالباً ساتویں صدی ہجری کے نصف اول میں شیراز کی مضافاتی بستی ''بیضا'' میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے آپ بیضاوی کہلاتے ہیں۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد ماجد عمر بن محمد ابوبکر بن سعد کے عہد میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔

امام بیضاوی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف میں حاصل کی اور بعد میں تبریز چلے گئے۔

تاج الدین سبکی کا بیان ہے کہ تبریز میں ایک علمی مجلس میں امام بیضاوی شریک ہوئے چونکہ آپ اس شہر میں غیر معروف تھے اور کسی سے شناسائی نہ تھی اس لیے مجلس کے آخر میں بیٹھ گئے مدرس نے دوران تدریس ایک لطیف نکتہ بیان کیا اور سامعین سے اس کی وضاحت کے لیے استفسار کیا امام بیضاوی اپنی جگہ سے اٹھے اور اس عمدگی سے بحث کی کہ خود مدرس حیران رہ گئے مدرس نے کہا ان ہی لفظوں میں ایک بار پھر بحث دہرا دیجیے چنانچہ امام بیضاوی نے گفتگو دہرا دی اور فرمایا اس بحث میں ایک غلطی ہے آپ اس کی تصحیح کیجیے مدرس لاجواب ہو گئے اہل علم کی اس مجلس میں وزیر مملکت موجود تھا اس نے علامہ بیضاوی کو قریب بلایا اور احوال دریافت کیے امام بیضاوی نے عہدۂ قضا کے لیے درخواست کی تو وزیر نے خلعت فاخرہ سے نوازا اور عہدہ قضاء پر فائز ہو گئے۔

(تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۶۱)

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے ایک بزرگ شیخ محمد بن محمد کختائی کی معرفت

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

دوبارہ عہدۂ قضا کی خواہش کی شیخ نے سفارش کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ ایک فاضل عالم دین ہے جو امیر کے ساتھ نار (آگ) میں مصلے کی جگہ چاہتا ہے ان الفاظ کا قاضی بیضاوی پر گہرا اثر ہوا جس سے انہوں نے عہدۂ قضاء کا خیال ترک کر دیا اور شیخ کی صحبت میں رہ کر روحانی تربیت حاصل کی۔ (تاریخ تفسیر ومفسرین ص ۲۱۹)

حضرت قاضی بیضاوی کی یادگار کتب (تصانیف) درج ذیل ہیں۔

(۱) شرح مصابیح امام بغوی (حدیث)

(۲) طوالع الانوار فی اصول الدین (علم کلام)

(۳) المصباح فی اصول الدین (علم کلام)

(۴) الایضاح لاصول الدین (علم کلام)

(۵) شرح المحصول (امام رازی کی تالیف المحصول کی شرح اصول فقہ سے متعلق ہے)

(۶) شرح المنتخب (اصول فقہ)

(۷) شرح مختصر ابن حاجب (اصول فقہ)

(۸) منہاج الوصول الی علم الاصول (اصول فقہ)

(۹) شرح التنبیہ لابی اسحاق شیرازی (۴ جلد)

(۱۰) الغایۃ القصویٰ فی درایۃ الفتویٰ۔

(۱۱) التھذیب والاخلاق فی التصوف۔

(۱۲) شرح الکافیہ (ابن حاجب کی مشہور کتاب کافیہ کی شرح)

(۱۳) کتاب فی المنطق

(۱۴) مختصر فی الھیۃ

(۱۵) لب اللباب فی علم الاعراب

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(۱۶) موضوعات العلوم وتعارفها

(۱۷) انوار التنزیل واسرار التاویل۔

(تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۶۲)

تفسیر بیضاوی

قاضی بیضاوی کی تصنیف تفسیر بیضاوی کا مکمل نام "انوار التنزیل وسرار التاویل" ہے۔

آپ نے اپنی تفسیر کے آغاز میں سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"لمبے عرصے سے دل کی آرزو تھی کہ فن تفسیر میں ایک ایسی کتاب لکھوں جو ان اقوال کے انتخاب پر مشتمل ہو جو صحابۂ کرام' تابعین عظام اور دوسرے سلف صالحین سے منقول ہوتے چلے آرہے ہیں۔ نیز وہ کتاب لطیف نکات اور عمدہ لطائف پر مشتمل ہو جنہیں میں نے یا پہلے ائمہ تفسیر نے استنباط کیا ہے۔ اس کتاب میں متواتر قراءتوں کے علاوہ ان شاذ قراءتوں کا بیان ہو جو معتبر قاریوں سے روایت ہوتی چلی آرہی ہیں۔ میرے علمی سرمائے کی کمی اس راہ میں رکاوٹ تھی۔ یہاں تک کہ استخارے کے بعد میرے دل نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جس کام کی عرصہ سے خواہش ہے اسے عزم بالجزم کے ساتھ شروع کردوں اس نیت کے ساتھ کہ جب اس کتاب کو مکمل کرلوں تو اس کا نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" رکھوں"

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تفسیر بیضاوی کے مآخذ ومراجع

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے عام طور پر اعراب' معانی اور بیان کی بحثیں تفسیر کشاف سے اخذ کی ہیں حکمت وکلام کی بحثیں امام رازی کی تفسیر کبیر سے اور اشتقاق ولغت کی لطیف بحثیں مفردات امام راغب اصفہانی سے لی ہیں۔ نیز اپنی طرف سے عمدہ لطائف ونکات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس سے کتاب کو لازوال شہرت اور مقبولیت نصیب ہوئی ہے گذشتہ سات سو سال سے یہ تفسیر علمائے کے زیر مطالعہ اور زیر درس چلی آ رہی ہے جو اس کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

تفسیر بیضاوی پر علمی کام

تفسیر بیضاوی پر کثرت سے حواشی وتعلیقات لکھی گئیں ہیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون اور نواب صدیق حسن خان نے ''الاکسیر'' میں بہت سے حواشی وتعلیقات کا ذکر کیا ہے۔ ہم بطور اختصار چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) حاشیہ شیخ محی الدین (۹۵۱ھ) آٹھ جلدوں میں بہت ہی مفید اور آسان ہے۔

(۲) حاشیہ شیخ مصلح الدین تین جلدوں میں ہے محشی سلطان محمد فاتح ترکی کے استاذ تھے اس حاشیے میں حواشی کشاف کی تلخیص پائی جاتی ہے۔

(۳) حاشیہ قاضی زکریا انصاری (۹۱۰ھ) اس میں صرف احادیث موضوعہ اور غیر صحیحہ پر تنبیہ کی گئی ہے جو مصنف نے دوسرے مفسرین کی اتباع میں نقل کی تھیں۔

(۴) حاشیہ علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) انہوں نے اس کا نام ''نواھد الابکار وشواھد الافکار'' رکھا ہے یہ صرف ایک جلد میں ہے۔

(۵) حاشیہ ابو الفضل قریشی کی مشہور بہ گازرونی (۹۴۱ھ) یہ انتہائی لطیف اور دقیق

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

حاشیہ ہے۔ علماء مدرسین میں متداول ہے۔

(٦) حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی (٧٨٦ھ)

(٧) حاشیہ شیخ صبغۃ اللہ۔ اسے اٹھارہ حواشی سے منتخب کر کے لکھا گیا ہے

(٨) حاشیہ محمد بن جلال الدین شروانی دو جلدوں میں ہے۔

(٩) حاشیہ ملا عوض (٩٩٤ھ) یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(١٠) حاشیہ شیخ ابی بکر احمد بن صائغ حنبلی (٧١٤ھ) اس کا پورا نام الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی ہے۔ اس میں زیادہ تر تفسیر بیضاوی کے الفاظ غریبہ کی تشریح ہے۔

(١١) تعلیقات وحواشی ملا خسرو (صرف ایک پارہ)

(١٢) حاشیہ شیخ شہاب الدین خفاجی۔ آٹھ جلدوں میں ہے اور ہماری رائے میں بیضاوی کے تمام حواشی میں سب سے فائق اور عمدہ ہے۔

(١٣) تعلیق میر سید شریف جرجانی المتوفی ٨١٦ھ ہے۔

(١٤) تعلیق شیخ الشیوخ سید محمد گیسودراز المتوفی ٨٢٥ھ

بروکلمان نے تمام شروح وحواشی کی تعداد تراسی بتائی ہے اور ان کی فہرست مرتب کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تفسیر بیضاوی کو کتب تفسیر میں بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ کشاف کے مقابلے میں علماء اہل سنت کا عظیم شاہکار ہے۔ اگر مصنف تفسیر کے علاوہ باقی کتابیں نہ بھی لکھتے تو یہی تفسیر ان کے علمی مقام کو روشن کرنے کے لیے کافی تھی۔

(علم تفسیر اور مفسرین ص ٢١٩ تا ٢٢١)

امام بیضاوی رحمۃ اللہ نے ٦٨٤ھ یا ٦٨٠ھ بمطابق ١٢٨٠ء یا ١٢٨٦ء میں تبریز میں انتقال کیا اور اپنے شیخ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تفسیر و تاویل

نوٹ: تفسیر و تاویل سے متعلق یہ تمام بحث علامہ مشتاق احمد چشتی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کی تصنیف لطیف "علم تفسیر و مفسرین" سے من وعن نقل کی گئی ہے ہم حضرت شیخ الحدیث کے ممنون ہیں۔

تفسیر کی لغوی تحقیق

تفسیر کا مادہ فسر سے ہے اس میں کھولنے اور بیان کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

تفسیر اور تفسِرہ میں یہی مفہوم مبالغہ کے ساتھ پایا جاتا ہے یعنی زیادہ وضاحت اور کشف و بیان۔

اہل لغت کے ہاں یہ کلمہ ہے " کل شیٔ یعرف بہ تفسیر الشیٔ و معناہ فھو تفسرتہ " ہر وہ چیز جس سے دوسری چیز کا مفہوم واضح ہو سکے وہ اس کے لیے تفسرہ کہلاتی ہے۔ قرآن مجید میں لفظ تفسیر کا اطلاق مضامین قران پر بھی آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا . (فرقان:۳۳)

ترجمہ: اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا جواب آپ کو عنایت کرتے ہیں۔

قرآنی مطالب پر تفسیر کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کہ ان میں حق کو کھول کر بیان کیا گیا ہے اور کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رکھا گیا۔

بعض حضرات نے تفسیر کو سفر سے مقلوب مانا ہے اور وجہ مناسبت میں یہ تکلف کیا ہے کہ جس طرح سفر ہمسفر کے اخلاق کو واضح کر دیتا ہے اس طرح علم تفسیر سے بھی معانیٔ قرآن کی وضاحت ہو جاتی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ توجیہہ محض تکلف پر مبنی ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کیونکہ جب تفسیر کے لیے کلمہ فسر مادہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور معنی میں اشتراک بھی موجود ہے تو اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سلسلے میں امام راغب اصفہانی کی رائے یہ ہے کہ سفر کا مادہ اعیان واشخاص کے اظہار کے لیے ہے اور فسر کا مادہ معنی معقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (مفردات راغب۔ص ۳۸)

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم

علماء تفسیر نے اپنے ذوق کے مطابق مختلف تعریفیں کی ہیں بعض نے اختصار سے کام لیتے ہوئے کہا "هو علم باحث عن معنى نظم القران بحسب الطاقة البشرية"(کشف الظنون جلد اول ص ۴۲۷)

علامہ ابوحیان اندلسی نے تفصیل سے کام لیتے ہوئے کہا

هو علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك. (مقدمہ تفسیر البحر المحیط ص ۴ مطبوعہ النصر الحدیثیہ ریاض)

ترجمہ: علم تفسیر وہ علم ہے جس میں درج ذیل امور سے بحث کی جاتی ہے۔

(۱) الفاظ قرآن کو ادا کرنے کا طریقہ (۲) الفاظ کے مدلولات کا علم

(۳) الفاظ کے مفرد اور مرکب ہونے کی حالت میں مختلف احکام کی معرفت۔

(۴) ان معانی کی پہچان جو ترکیب کی حالت میں الفاظ سے مراد ہوتے ہیں۔

(۵) دوسرے متمات ومتعلقات مثلاً نسخ کی پہچان اور اسباب نزول وغیرہ کا علم۔

علم تفسیر کا موضوع

علم تفسیر کا موضوع کلام لفظی ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ پر متفرق اوقات میں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اتارا گیا۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں۔

موضوعه: كلام الله سبحانه وتعالىٰ الذى هو منبع كل حكمة ومعدن كل فضيلة (کشف الظنون جلد اول ص ۴۲۷)

ترجمہ: علم تفسیر کا موضوع اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے جو ہر حکمت کا سرچشمہ اور ہر فضیلت کی کان ہے۔

غرض وغایت

علم تفسیر کی غایت یہ ہے کہ طاقت بشری کے مطابق کلام الٰہی کے معنیٰ مرادی کی معرفت حاصل کر کے اس پر عمل کیا جائے تا کہ دارین کی سعادتیں حاصل ہو سکیں۔ جیسا کہ صاحب کشف الظنون رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے۔

التوصل الى فهم معانى القران واستنباط حكمه ليفاز به الى السعادة الدنيوية والاخروية (کشف الظنون جلد اول ص ۴۲۷)

ترجمہ: معانی قرآن کی صحیح فہم تک پہنچنا اور حکم کا استنباط کرنا تا کہ دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو۔

علم تفسیر کی اہمیت

علم تفسیر کی اہمیت اس کے موضوع سے ظاہر ہے۔ وہ علم جس میں کلام رب جلیل کے معنیٰ مرادی سے بحث کی جائے یقیناً وہ انتہائی اعلیٰ اور اشرف علوم میں سے ہوگا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے تعلیم قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

خيركم من تعلم القرانَ وعلمه (مشكوة المصابيح ص ۱۸۳)

ترجمہ: تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ظاہر ہے کہ قرآن سکھانے میں قرآنی مطالب کی تشریح وتفسیر بھی داخل ہے۔

یہی وجہ ہے حضور ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اللھم علمہ الکتاب ۔یا اللہ ان کو کتاب کا علم عطا فرما۔(صحیح بخاری ج ا ص ۵۳۱)

ایک اور روایت میں آتا ہے

اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل (لسان العرب ج ا ص ۳۳)

ترجمہ: اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور تاویل قرآن کا علم عطا فرما

قرآن فہمی ایک بہت بڑی نعمت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس قرآن ہے اور وہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن کریم سمجھنے کے لیے عطا فرماتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ایک بار آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔ کسی نے عرض کیا آپ ان کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ آپ کا اپنا مقام بہت بلند ہے۔ فرمایا جابر کے پاس اس آیت قرآنی کا صحیح علم ہے جو سورۂ قصص کے آخر میں ہے۔

ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد (القصص : ۸۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جس نے آپ پر قرآن فرض کیا آپ کو واپس لوٹنے کی جگہ (مکہ) کی طرف ضرور واپس لے جانے والا ہے۔

صحابہ کرام کی طرح تابعین بھی اس علم کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"احب الخلق الی اللہ اعلمھم بما انزل" (مقدمہ تفسیر قرطبی ص ۲۶)

ترجمہ: اللہ کی مخلوق میں وہ شخص سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو اس کی نازل شدہ کتاب کا صحیح علم رکھتا ہو۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

مشہور تابعی جناب شعبی نے جناب مسروق رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا کہ وہ ایک آیت کی تفسیر کے لیے بصرہ تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ اس کی تفسیر جاننے والا ملک شام میں ہے آپ نے وہاں سے ملک شام کا سفر کیا۔ (مقدمہ تفسیر فتح القدیر و تفسیر قرطبی)

سعید بن جبیر کہتے ہیں:

من قرء القرآن ثم لم یفسرہ کان کا لاعمی او کالاعراب

(مقدمہ تفسیر ابن جریر ص ۸۱)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پھر اس کی تفسیر نہ سیکھی وہ اندھے کی طرح ہے یا جاہل بدو کے مشابہ ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے ہیں وہ لوگ جو قرآن پڑھتے ہیں اور اس کی تفسیر نہیں جانتے اس قوم کی طرح ہیں جن کے پاس رات کو بادشاہ کا تحریری فرمان پہنچے اور ان کے پاس چراغ نہ ہو جس کی روشنی میں اسے پڑھ سکیں۔ غرضیکہ علم تفسیر انتہائی اہم اور ضروری ہے اس علم کے بغیر قرآن مجید کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔

تاویل کا مفہوم اور تفسیر سے اس کی نسبت

تفسیر سے متعلقہ امور بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاویل کا مفہوم اور تفسیر سے اس کی نسبت کو واضح کیا جائے۔

علماء اہل لغت کی تصریح کے مطابق لفظ تاویل اَوْلٌ سے مشتق ہے اس کے معنی رجوع کرنے کے آتے ہیں۔ یا ایالۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی سیاست اور تدبیر امور کے آتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۳۳)

کتاب مبین میں لفظ تاویل انجام اور عاقبت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ھل ینظرون الا تأویلہ (الاعراف: ۵۳)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

زجاج اس کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

هل ينظرون الى ما يؤول اليه امرهم من البعث

(تاج العروس ج ۷ ص ۲۱۵)

"کیا وہ منتظر ہیں اس چیز کے جس کی طرف ان کا معاملہ لوٹایا جائے گا۔ یعنی بعث اور حشر وغیرہ"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا .(النساء : ۵۹)

ترجمہ: اگر تمہارا کسی امر میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی امر اچھا ہے اور انجام کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے۔

کلام کے معنی مرادی پر لفظ تاویل ہمارے اصطلاحی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ آیات متشابہات کے بارے میں فرمایا۔

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (آل عمران: ۷)

ترجمہ: اس کی تاویل کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ اور پختہ علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔

تعبیر خواب کے لیے بھی قرآن مجید نے تاویل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قال یا ابت هذا تاویل رؤیای من قبل (یوسف: ۱۰۰)

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

"یوسف علیہ السلام نے کہا یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ جو میں نے بہت پہلے دیکھا تھا"

ابن منظور نے لسان العرب میں حضرت علی کا یہ قول نقل کیا ہے جو انہوں نے خوارج کے خلاف جہاد کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

نحن ضربنا کم علی تنزیلہ فالیوم نضربکم علی تاویلہ

(لسان العرب ج ۱۱ ص ۳۳)

ترجمہ: ہم نے اس سے پہلے تمہارے خلاف تلوار چلائی تھی کیونکہ تم تنزیل قرآن کے منکر تھے اب تمہارے خلاف اس لیے جہاد کر رہے ہیں کہ تم تاویل قرآن کے منکر ہو۔

تاویل و تفسیر کے مابین نسبت کیا ہے اس میں علماء کا کافی اختلاف رہا ہے۔

(۱) علمائے لسان میں سے ابو العباس مبرد اور ثعلب نحوی وغیرہ نے کہا ہے کہ تاویل و تفسیر ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱ ص ۲۷)

(۲) امام راغب اصفہانی کا قول ہے کہ تفسیر عام ہے کتب الہیہ اور غیر الہیہ دونوں کے لیے لیکن تاویل کا لفظ صرف آسمانی کتابوں کے لیے خاص ہے۔ نیز یہ کہ تفسیر کا لفظ عموماً مفردات کی تشریح کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ تاویل کا اطلاق جملوں پر ہوتا ہے۔ (مفردات راغ اصفہانی ص ۳۸۷)

(۳) امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ تفسیر میں بتایا جاتا ہے کہ کلامِ الٰہی سے قطعی مراد کیا ہے اور تاویل میں قطعیت کے بغیر معانی محتملہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں۔ (مقدمہ تفسیر روح المعانی ص ۴ تا ۶)

(۴) شیخ سلیمان جمل نے کہا ہے کہ تفسیر وہ ہے جس کا ادراک صرف نقل سے ہو سکے۔ مثلاً اسباب نزول اور نسخ کا علم وغیرہ اور تاویل وہ ہے جس کا ادراک قواعد

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

عربیت سے ہو سکے گویا تفسیر کا تعلق روایت سے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔(مقدمہ فتوحات الہیہ المعروف جمل علی الجلالین)

(۵) ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تفسیر ابہام اور خفاء سے معنی مرادی کو واضح کرتی ہے اور تاویل اس کو ظاہر معنی سے پھیر کر دوسرے معنی کی طرف لے جاتی ہے جو دلیل کا محتاج ہے اگر دلیل کا اقتضاء نہ ہوتا تو اسے ظاہر پر چھوڑ دیا جاتا۔

(تاج العروس ج ۷ ص ۲۱۵)

(۶) سید مرتضےٰ زبیدی نے ابن کمال کا قول نقل کیا ہے کہ آیت قرآنی کو ظاہر معنی سے پھیر کر دوسرے مفہوم کی طرف لے جایا جائے۔ بشرطیکہ وہ معنی محتمل کتاب و سنت کے موافق ہو۔ مثلاً "یخرج الحی من المیت" کا یہ مفہوم کہ اللہ تعالیٰ مردہ انڈے سے زندہ جاندار نکالتا ہے۔ ظاہر تفسیر ہے اور اسکا یہ مفہوم کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کافر سے اور عالم کو جاہل کی پشت سے نکالتا ہے یہ اس کی تاویل ہے۔(تاج العروس ج ۷ ص ۲۱۵)

(۷) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سورۂ قیامہ کی تفسیر کرتے ہوئے تاویل، تفسیر اور تحریف کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تفسیر کلام عبارت است کہ سہ چیز در و مرعی باشد اول حمل کلمہ بر معنئ حقیقی خود یا مجاز متعارف خود دوم ملاحظہ سیاق و سباق آن کلمہ از اول تا آخر تا بے نسق و مختل نہ شود۔ سوم آنکہ فہم مشاہدانِ نزول وحی کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام و صحابۂ کرام اند مخالف آن واقع نہ شدہ باشد و ہرگاہ یکے ازیں امور سہ گانہ فوت شود و دیگر باقی مانند آں را تاویل خوانند پس اگر اول فوت شود دوم و سوم برقرار مانند یا سوم فوت شود اول

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ودوم برقرار ماند آں را تاویل بعید گویند وہر گاہ مجموع امور سہ گانہ فوت شود آن را تحریف ومسخ مے گویند۔" (تفسیر فتح العزیز پارہ ۲۹ ص ۲۴)

ترجمہ: تفسیر وہ ہے جس میں کلمہ اپنے حقیقی یا مشہور مجازی معنی پر محمول ہو اس میں سیاق وسباق کی رعایت ہو تا کہ نظم قرآنی میں خلل واقع نہ ہو۔ صاحب وحی پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ کرام کی تفسیر کے خلاف نہ ہو اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو اسے تاویل کہتے ہیں۔ اگر پہلی بات نہ ہو باقی دونوں پائی جائیں تو تاویل قریب ہے اگر دوسرا وصف موجود نہ ہو پہلا اور تیسرا وصف موجود ہو یا تیسرا وصف نہ ہو لیکن پہلا اور دوسرا وصف موجود ہو تو اسے تاویل بعید کہتے ہیں اور اگر مجموعی طور پر تینوں باتیں نہ پائی جائیں تو اسے تحریف ومسخ کہیں گے۔

(۸) تاویل وتفسیر میں فرق کے متعلق علامہ شہاب الدین محمود آلوسی کی رائے یہ ہے کہ بادی النظر میں دیکھا جائے تو تاویل وتفسیر ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں ہر کشف میں ارجاع وتاویل کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ہر ارجاع وتایل معنی کشف کو لازم ہے۔ البتہ عرف کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ تفسیر مدلول ظاہر کا نام ہے اور تایل سے مراد وہ اشارات قدسیہ ہیں جو عالم غیب سے اہل سلوک کے دلوں پر القاء کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام کے اشارات عموماً تاویل کے بغیر کیے جاتے ہیں۔ (مقدمہ تفسیر روح المعانی)

اس سلسلے میں ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ متاخرین کی اصطلاحات سے قطع نظر کر کے صرف محاورۂ قرآن کو مدنظر رکھا جائے۔ تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو بیان ظاہر الفاظ کے موافق ہو وہ تفسیر ہے اور جو بیان ظاہر ہو مگر قواعد عربی کے مطابق ہو چاہے وہ قطعی کیوں نہ ہو تاویل کہلاتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے تینوں بظاہر خلاف شرع

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کاموں کی حکمتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا تھا" ذلک تاویل ما لم تسطع علیه صبرا " (الکھف: ۸۲) یہ ان کاموں کی تاویل ہے جن پر (اے موسیٰ) آپ کو صبر کی طاقت نہ تھی'۔

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے بارے میں فرمایا 'وما یعلم تاویله الا الله " (آل عمران: ۷) ان کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'۔

اللہ تعالیٰ کے علم کی قطعیت تو شک وشبہ سے بالاتر ہے یہاں پر اسے بھی تاویل سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ وہ ظاہر لفظ پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ بطور اشارہ اخذ کی جاتی ہے۔

تفسیر اور تاویل میں مختلف نسبتیں ہو سکتی ہیں بعض اوقات ان میں صرف لفظی اور اعتباری فرق ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے " ولم یلبسوا ایمانهم بظلم" (انعام: ۸۲) میں ظلم کی تاویل شرک سے فرمائی۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۳۷)

گو ظاہر مفہوم میں ظلم کا مفہوم صرف تعدی اور تجاوز عن الحد ہے لیکن چونکہ شرک میں تعدی عن الحد کا مفہوم بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس تاویل شرک سے کی گئی بعض اوقات تفسیر وتاویل میں منافات ہوتی ہے نہ موافقت جیسا کہ مقام ابراہیم کی یہ تاویل کہ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلوص اور مقام خلت (اللہ تعالیٰ سے گہری دوستی) مراد ہے۔ یہ مفہوم ظاہر تفسیر کے منافی بھی نہیں اور کلی طور پر موافق بھی نہیں۔ صوفیا کرام کی تاویلات زیادہ تر اسی مفہوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ یاد رہے صوفیاء کرام کے نزدیک ظاہر آیت پر ایمان ویقین ضروری ہے جب کہ فرقہ باطلہ ملاحدہ ظاہر معنیٰ کا انکار کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام آیات میں باطنی معنیٰ مراد ہیں جو ظاہر الفاظ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے ایسی تاویلات جو ظاہر تفسیر کے بالکل منافی ہوں تحریف کہلاتی ہیں۔ مثال کے طور پر صراط مستقیم سے عقل محض

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

مراد لینا۔ انعمت علیھم کا مصداق دولت مندوں کو قرار دینا اقامت صلوۃ سے مراد اصلاح معاشرہ اور ایتاء الزکوۃ سے ظاہری صفائی و پاکیزگی کا مفہوم مراد لینا یہ سب تاویلاتِ فاسدہ ہیں اور نا قابلِ اعتماد ہیں۔

مذکورہ بالا بحث کو ختم کرتے ہوئے اس بات کا اظہار فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا اختلاف علماء مفسرین کے درمیان ہے علماء متکلمین کے مابین اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام متکلمین اہل سنت کے نزدیک تاویل کا مفہوم یہ ہے کہ ان نصوص کو جن میں بظاہر ذات باری تعالیٰ کے متعلق تشبیہ کا شائبہ پایا جائے انہیں ظاہر معنی کے بجائے اپنے معانی کی طرف پھیرنا جو رب تعالیٰ کی شان تنزیہ کے مناسب ہوں اسی بناپر علماء متاخرین "یداللہ مغلولۃ " (المائدہ:۶۴) اور الرحمن علی العرش استوی " (طہٰ:۵) میں تاویل سے کام لیتے ہیں اور متقدمین تفویض سے کام لیتے ہیں۔

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے کے جواز و عدم جواز میں علماء کا بہت اختلاف رہا ہے جو حضرات اسے ناجائز سمجھتے ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہے۔

(۱) تفسیر بالرائے میں ظن و تخمین سے کام لیا جاتا ہے اور اپنے قیاس سے مراد خداوندی کا تعین کیا جاتا ہے جو ارشاد خداوندی۔ " وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون"۔(الاعراف: ۳۳) کی روشنی میں قابل مذمت اور ممنوع ہے۔

(۲) تفسیر بالرائے کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

" من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار"

(سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۲۳)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ترجمہ: جو شخص قرآن مجید کے متعلق صحیح علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ اسی طرح حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"من قال في كتاب الله برأيه فاصاب فقد اخطأ"

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۵۸)"

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ میں اپنی رائے سے بات کی اس نے خطا کی چاہے اس نے درست بات بھی کہی ہو۔

(۲) صحابہ کرام اور تابعین عظام تفسیر بالرائے سے سخت گریز کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشہور ارشاد ہے۔

اَیُّ ارض تقلني وَاَیُّ سماء تظلني اذا قلت في كتاب الله برأيي او بمالا اعلم. (مقدمہ تفسیر ابن کثیر ص ۵)

ترجمہ: کون سی زمین میرا بوجھ اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا۔ جب میں کتاب اللہ کے بارے میں کوئی بات اپنی رائے یا صحیح علم کے بغیر کہوں۔

اسی طرح تابعین میں سے سعید بن مسیبؒ عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے روایات ملتی ہیں کہ وہ تفسیر بالرائے کے قائل نہیں تھے یعنی وہ اس سے سخت گریز کرتے تھے۔

جو لوگ تفسیر بالرائے کے حق میں ہیں وہ ان دلائل کے جواب میں کہتے ہیں۔

(۱) جہاں تک پہلی دلیل کا تعلق ہے اس کا جواب واضح ہے۔ ان تقولوا على الله مالا تعلمون " سے مراد تفسیر بالرائے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی نسبت کرنا ہے مثلاً مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا وغیرہ مراد ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا رد کیا جا رہا ہے جو اللہ جل مجدہ کی طرف غلط امور کی نسبت کرتے ہیں۔ ورنہ جہاں تک اجتہاد اور تدبر کا تعلق ہے قرآن حکیم میں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کہیں بھی اس کی ممانعت نہیں بلکہ ترغیب موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے

افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا

کثیرا. (النساء : ۸۲)

ترجمہ: کیا وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے نازل ہوتی تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے

کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا ایاتہ' (ص : ۲۹)

ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف بابرکت کتاب اتاری تاکہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں۔

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں تدبر کی دعوت دی گئی ہے اگر تفسیر بالرائے کا دروازہ علی الاطلاق بند کر دیا جائے تو پھر تفکر اور تدبر کے لیے کہاں گنجائش رہے گی۔

(۲) جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو ان کے متعدد جوابات ہو سکتے ہیں۔

(۱) ان حدیثوں میں متشابہات قرآنی کی تفسیر بالرائے سے روکا گیا ہے۔ نہ کہ محکمات کی تفسیر سے۔

(۲) یہاں پر رائے سے مراد اپنا نظریہ ہے یعنی اپنے رائے اور نظریے کو اصل بنا کر قرآن کو اس کے تابع کر دینا یہ حرام ہے نہ کہ مطلقا رائے کا استعمال۔

(۳) یہاں پر تفسیر بالرائے سے مخالفت اس صورت میں ہے جب کہ آدمی آثار وسنن میں مہارت حاصل کیے بغیر تفسیر شروع کر دے یا ظاہر تفسیر کو سمجھے بغیر باطل معنی کے اشارات بیان کرنا شروع کر دے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

دروازے سے گزرے بغیر وسط مکان تک پہنچنے کا دعویٰ کرے۔ (احیاء العلوم جلد اول ص ۲۶۲) صحابہ کرام اور تابعین سے جو تفسیر بالرائے کی مذمت مروی ہے اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ظاہر تفسیر کو سمجھے بغیر محض ظن و تخمین سے قرآن کی تفسیر کرنا ان حضرات کو پسند نہیں تھا نہ یہ کہ رائے اور فکر کا استعمال ممنوع ہے۔

محاکمہ

ہمارے خیال میں تفسیر بالرائے کے جواز و عدم جواز میں علماء مفسرین کا اختلاف محض رسمی اور لفظی ہے جو حضرات تفسیر بالرائے کے حق میں ہیں ان کے نزدیک تفسیر بالرائے سے مقصود قرآن فہمی کے لیے عقل و رائے کا صحیح استعمال ہے۔

تفسیر بالرائے کے حسب ذیل اقسام کے ممنوع ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

(۱) علوم ضروریہ میں مہارت حاصل کئے بغیر تفسیر کرنا۔

(۲) آیات متشابہات کی اپنی رائے سے تفسیر کرنا ایسی رائے کو قرآن نے اہل زیغ (ٹیڑھے دل والے) کا حصہ قرار دیا ہے۔

(۳) اپنی رائے کو اصل قرار دے کر قرآن کو اس کے تابع بنا کر تفسیر کرنا۔ جیسا کہ دور حاضر کے بعض نام نہاد مفسرین کا وطیرہ ہے۔

آخر میں اس بات کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ نواب صدیق حسن مرحوم نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں تفسیر بالرائے کے مذکورہ بالا اقسام اتقان اور کشف الظنون وغیرہ سے نقل کیے ہیں لیکن ان کے بعد تفسیر بالاستحسان والھوی والتقلید کہہ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ائمہ کرام کی پیروی کرنے والے جن لوگوں نے قرآنی آیات کی تشریح کی ہے وہ بھی تفسیر بالرائے کے زمرے میں داخل ہیں حالانکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر ائمہ اربعہ کے مقلدین نے آیات احکام کی تشریح میں اپنے اپنے امام کے اصول

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے کہ اگر ائمہ اربعہ کے مقلدین نے آیات احکام کی تشریح میں اپنے اپنے امام کے اصول استنباط کی پیروی کی ہے تو نواب صاحب موصوف نے بھی اپنی تفسیر میں علامہ شوکانی صاحب فتح القدیر (تفسیر) کی تقلید فرمائی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی تفسیر قاضی شوکانی کی تفسیر کی تلخیص ہے۔ اور اس میں سلفی علماء کے اصول کو اپنانے کا التزام کیا گیا ہے لہذا ائمہ اربعہ کے مقلدین پر نواب صاحب کی برہمی اور خفگی بے معنی اور بے مقصد ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبرا: آیات محکمات وہ آیات ہوتی ہیں جن کے معانی واضح ہوتے ہیں ان کے باوجود فَكَشْفَ قِنَاعَ الانْغِلاقِ عَنْ آيَاتٍ مُحْكَمَاتٍ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جواب سے پہلے ایک فائدہ:

کَشْف کا معنی ہے شی کے پردے کو زائل کر دینا۔ قناع اس کو کہتے ہیں جس سے سر ڈھانپا جائے۔ اور انغلاق کا معنی ہے دروازے کو مضبوطی سے بند کر دینا۔ اور محکم اسے کہتے ہیں جس کی مراد اس طرح مضبوط ہوں کہ اس میں احتمال واشتباہ نہ ہو سکے۔ اور متشابہ اس کے خلاف ہے۔

اب سوال کا جواب یہ ہے کہ محکمات کے معانی نزول وحی سے پہلے اور لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے مخفی تھے اس اعتبار سے فَكَشْفَ الخ فرمایا گیا۔

سوال نمبر۲: تاویل اور تفسیر نیز حقائق اور دقائق میں فرق واضح کریں؟

جواب: الحقائق الاشياء تخفى معرفتها حتى تحتاج للنظر التام. وہ اشیاء جن کی معرفت مخفی ہو یہاں تک کہ وہ نظر تام کی محتاج ہوں حقائق کہلاتی ہیں۔

الدقائق الامور المحتاجة لدقة النظر. وہ امور جو دقتِ نظر (باریک بینی) کے محتاج ہوں دقائق کہلاتے ہیں۔

تاویل اور تفسیر میں کئی طرح سے فرق کیا جا سکتا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(ا) امام الماتریدی نے فرمایا تفسیر میں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔(اس طرح ہے) جب کہ تاویل میں چند احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بغیر قطعیت کے ترجیح دی جاتی ہے۔

(۲) التفسیر ما یتعلق بالروایۃ۔ تفسیر کا تعلق روایت سے ہوتا ہے۔

والتاویل ما یتعلق بالدرایۃ. تاویل کا تعلق درایت سے ہوتا ہے۔

سوال نمبر۳: ہدایت حاصل کرنے کے سلسلے میں مکلفین کی تین اقسام ہیں جن کو مفسر نے فمن کان لہ قلب سے ویصلی سعیرا تک عبارت میں ذکر کیا ہے اس مضمون کو تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: جواب سے پہلے ایک تمہید ہے۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسے والدین یہودی ونصرانی بنادیتے ہیں۔ تو ہر بچہ فطرتِ اِسلام پر پیدا ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی قوت ودیعت کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دین حق کو بخوشی قبول کر لیتا ہے۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بالغ ہوجاتا ہے تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا وہ دینِ اسلام پر قائم رہتا ہے یا اسے ترک کردیتا ہے بصورت ثانی وہ گروہ ہے جس کو مفسر نے ولم یرفع الیہ راسہ واطفأ نبراسہ یعش ذمیما ویصلی سعیرا۔ سے بیان کیا اور بصورت اول پھر دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو وہ قرآن کے حقائق میں تفکر اور اس کے دقائق میں تدبر کرتا ہے نیز احکام کا نصوص قرآن سے استخراج کرتا ہے یا وہ ایسا ہے جو آیات میں تدبر وتفکر واستخراج تو نہیں کرتا لیکن اس کو غور سے سنتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے ذہن سے حاضر ہوتا ہے بصورت اول وہ ایسا گروہ ہے جس کو مفسر نے فمن کان لہ قلب سے بیان فرمایا اور بصورت ثانی وہ ایسا گروہ ہے جس کو مفسر نے او القی السمع وھو شھید سے بیان فرمایا۔ پھر ایسے دونوں گروہوں کے لیے فرمایا کہ وہ دونوں جہانوں میں تعریف کیے ہوئے اور خوش بخت ہیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۴: فیض اور جود کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں اور یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کو سخی کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: فیض کا لغوی معنی ہے پانی کا اتنا کثیر ہونا کہ وادی اسے سما نہ سکے اور وہ اطراف میں بہہ نکلے۔ اور اصطلاح میں فیض ایسے فاعل کے فعل کو کہتے ہیں جو ہمیشہ وہ فعل کرے لیکن نہ کسی غرض کے لیے اور نہ ہی عوض حاصل کرنے کے لیے ہو۔

اور جود کا لغوی معنی ہے 'عمدہ ہونا' اچھا بنانا اور اصطلاح میں جود مناسب چیز کا فائدہ دینے کو کہتے ہیں لیکن یہ بھی نہ کسی غرض کے لیے ہوتا ہے اور نہ کسی عوض کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہہ سکتے کیونکہ سخی بھی اگرچہ عطا کرتا ہے لیکن کسی غرض کے لیے کرتا ہے۔ جب کہ اللہ عزوجل غرض سے پاک ہے۔

سوال نمبر۵: علوم دینیہ، صناعات عربیہ اور فنون ادبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ علم تفسیر تمام علوم میں سے اعظم وارفع کیسے اور کیوں ہے؟

جواب: علوم دینیہ۔ کل چھ ہیں۔ جن میں سے چار اصول

(۱) علم تفسیر (۲) علم کلام (۳) علم اصول فقہ (۴) علم حدیث

(۶) علم حدیث اور باقی دو اس کے فروع ہیں۔ (۱) علم اخلاق۔ (۲) علم فقہ۔

صناعات عربیہ: علم کیفیت عمل سے متعلق ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو وہ مقصود فی نفسہ ہوگا اور اسم علم کے ساتھ خاص ہوگا۔ اگر علم کیفیت عمل کے ساتھ متعلق ہو اور اس سے مقصود بھی عمل ہو تو اسے صناعۃ کہتے ہیں یہ عرف خاص میں ہے اور عرف عام میں علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جو فقط نظر واستدلال سے حاصل ہو جائے جیسے طب اسے علم کہتے ہیں۔ اور دوسری وہ قسم جو عمل کے بغیر حاصل نہ ہو جیسے (سینا) تو یہ قسم اسم صناعۃ کے ساتھ خاص ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

فنونِ ادبیہ: (ان کو ادبیہ اس لیے کہتے ہیں کہ ادب بنفس محاورہ اور ۔۔س میں ان پر موقوف ہے) اور کبھی اسے علم عربیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ایسا علم ہے جس سے کلام عرب میں لفظاً و کتابۃً خلل سے بچا جاتا ہے۔

اس کی بارہ قسمیں ہیں جن میں سے آٹھ اصول اور ۴ فروع ہیں۔

اصول یہ ہیں:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) اشتقاق (۴) نحو

(۵) معانی (۶) بیان (۷) عروض (۸) قافیہ

فروع یہ ہیں: (۱) خط (۲) قرض شعر (۳) انشاء (۴) محاضرات

علم تفسیر: هو علم يعرف به معاني كلام الله تعالىٰ بحسب الطاقة البشرية

علمِ تفسیر ایسا علم ہے جس کے ذریعے کلام اللہ کے معانی، طاقتِ بشریہ کے مطابق پہچانے جاتے ہیں۔ یہ علوم دینیہ کا سردار اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس پر (اس کے ذریعے) نافذ ہوتا ہے۔ اور علوم دینیہ اس پر موقوف ہیں اور یہ تمام مسائل کلیہ کی بنیاد ہے۔

سوال نمبر ۶: سورۃ فاتحہ کے وہ تمام نام مع وجہ تسمیہ ذکر کریں جو امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیے ہیں؟

جواب: سورۃ فاتحہ کے ۱۴ نام ہیں۔

(۱) "فاتحۃ الکتاب" اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سے کلام اللہ کا آغاز ہوتا ہے۔

(۲) "ام القرآن" اس لیے اسے ام القرآن کہتے ہیں کہ یہ قرآن حکیم کا مبدأ اور مفتتحہ ہے۔ یا اس لیے ام القرآن کہا گیا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی ثناء اس کا حکم ماننا اور نہی کو ماننا اس کے وعدے و وعید کے بیان پر مشتمل ہے یا یہ مشتمل ہے احکام

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نظریہ (عملیہ) اور احکام عملیہ پر جو سید ھے راستہ کا چلنا ہے اور خوش بختوں کے مراتب پر اور بد بختوں کے منازل پر اطلاع ہے۔

(۳) "اساس" اس لیے کہ یہ قرآن کی اصل و منشأ ہے۔

(۴) سورۃ الکنز۔ (۵) سورۃ الوافیہ (۶) سورۃ الکافیہ۔ ان تینوں کی وجہ تسمیہ وہی ہے جو ذکر کر دی گئی ہے۔

(۷) سورۃ الحمد (۸) سورۃ الشکر (۹) سورۃ الدعاء (۱۰) سورۃ تعلیم المسئلۃ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سورۃ ان (حمد، شکر، دعا اور تعلیم مسئلہ) پر مشتمل ہے۔

(۱۱) "سورۃ الصلوٰۃ" اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نماز میں واجب ہے یا یہ نماز میں مستحب ہے (جیسے فرض کی آخری دو رکعتوں میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک)

(۱۲) سورۃ الشافیہ (۱۳) سورۃ الشفاء اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ھی شفاء لکل داء یہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

(۱۴) "سورۃ سبع مثانی" اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سات آیات ہیں۔ بالاتفاق۔

فائدہ: مثانی مُثنّٰی کی جمع ہے یا یہ مَثنی کی جمع ہے انکا معنی تکرار و اعادہ ہے۔ اور اسے مثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ یا انزال میں اس کا تکرار ہے۔

سوال نمبر ۷: سورۃ فاتحہ کی تعداد کے بارے میں تین اقوال ہیں ۸ آیات، ۶ آیات، ۷ آیات یہ کن کن بزرگوں کے اقوال ہیں اور انہوں نے ان آیات کی تقسیم کیسے کی ہے؟

جواب: آٹھ آیتوں کا قول امام حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے۔ اور انہوں نے تسمیہ کو بھی ایک آیت شمار کیا ہے اور انعمت علیھم کو بھی اس طرح آٹھ آیتیں ہو گئیں۔ اور حسین جعفی رحمہ اللہ کے نزدیک چھ آیتیں ہیں انہوں نے نہ بسم اللہ کو الگ آیت تسلیم کیا نہ انعمت علیھم کو الگ آیت شمار اس طرح چھ آیتیں ہو گئیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اور جمہور علماء کرام کے نزدیک سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔ احناف کے نزدیک بسم اللہ مستقل آیت نہیں باقی انعمت علیھم کو مستقل آیت مانتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جزء ہے وہ انعمت علیھم کو مستقل آیت نہیں مانتے۔ بعض شافعی بسم اللہ اور الحمدللہ کو ایک اور پہلی آیت شمار کرتے ہیں)

سوال نمبر ۸: سورۃ فاتحہ کو سبع مثانی کیوں کہتے ہیں اس کی دو وجہیں مصنف نے لکھی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: وجہ اول: سبع تو اس لیے کہ اس کی بالاتفاق سات آیتیں ہیں اور مثانی اس لیے کہ یہ مثنی یا مَثنی کی جمع جس کا معنی تکرار ہے یہ سورۃ بھی چونکہ نماز میں بتکرار پڑھی جاتی ہے اس لیے اسے مثانی کہتے ہیں۔

وجہ ثانی: سبع کہنے کی وجہ تو مذکور ہو چکی اور مثانی کا معنی تکرار ہے یہ صورت بھی چونکہ انزال میں بتکرار نازل ہوئی اس لیے اسے سبع مثانی کہتے ہیں۔

نوٹ: وجہ ثانی تب درست ہو سکتی ہے جب یہ بات صحیح ہو کہ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں بھی تحویل قبلہ کے وقت نازل ہوئی تھی۔ البتہ اس کا مکی ہونا یقینی ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی۔ اور یہ سورۃ حجر کی جزء ہے جو بالاتفاق مکی ہے۔

سوال نمبر ۹: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ فاتحہ کی جزء ہے یا نہیں اس سلسلے میں مختلف مذاہب ذکر کرتے ہوئے احناف کا مؤقف مدلل بیان کریں اور شوافع کے دلائل کا جواب بھی دیں؟

جواب: قراء مکہ، قراء کوفہ اور فقہاء کوفہ وفقہاء مکہ مکرمہ، ابن مبارک امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تسمیہ سورۃ فاتحہ کی جزء ہے۔

شوافع کے دلائل:

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(۱) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے بسم اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا دو پہلوؤں کے درمیان جو کچھ ہے وہ کلام اللہ ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

ترجمہ: فاتحۃ الکتاب سات آیتیں ہیں جن میں سے پہلی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ فاتحہ پڑھی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کو ایک آیت شمار کیا)

قراء مدینہ منورہ، قراء بصرہ، قراء شام اور ان علاقوں کے فقہاء کرام نیز امام مالک وامام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جز نہیں (اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں) امام اعظم رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں کوئی نص نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ سورتوں کی جزء نہیں۔

احناف کے دلائل:

(۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کان النبی ﷺ یقطع قراء تہ یقرأ الحمدللہ رب العالمین ثم یقف۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ قراءت کی تقطیع فرماتے الحمد رب اللہ العالمین پڑھتے پھر وقف فرماتے۔

تو اس میں بسملہ کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا اگر بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جزء ہوتی تو اسے بھی ساتھ پڑھتے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا بندہ کہتا الحمد للہ رب العالمین۔ اس میں بھی بسملہ کا ذکر نہیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے سیدنا و مولا احمد مجتبیٰ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی سیدنا ابوبکر صدیق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی نے بھی بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھی۔ تو ان تمام دلائل سے معلوم ہوا بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء نہیں۔

شوافع کے دلائل کا جواب

پہلی بات امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے جو فرمایا کہ دو پہلوؤں کے درمیان جو ہے وہ قرآن ہے تو اس سے بسم اللہ کا قرآن حکیم سے ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے احناف قائل ہیں لیکن سورۃ فاتحہ کی جزء ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کے احناف قائل نہیں ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت (انہی سے مروی وہ روایات جو احناف کے دلائل میں ذکر کی گئیں) ان کے متعارض ہیں اور متعارض روایات سے استدلال درست نہیں۔ اور یہ دلیل کہ تسمیہ چونکہ قرآن حکیم میں لکھی جاتی ہے اس لیے قرآن سے ہے تو پہلی بات تو یہ کہ سورتوں کے نام رکوعات اوقاف وغیرہ بھی قرآن حکیم میں لکھے جاتے ہیں جب کہ کوئی بھی انکا قرآن حکیم سے ہونے کا قائل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس دلیل سے بسم اللہ کا سورۃ فاتحہ کی جزء ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال نمبر ۱۰: بسم اللہ کی با کا متعلق محذوف ہے امام بیضاوی نے اس سلسلے میں کونسا طریقہ اختیار کیا ہے اور کس طریقے کو غیر اولی قرار دیا اور کیوں؟

جواب: امام بیضاوی رحمہ اللہ نے بسم اللہ کا متعلق اقرأ مؤخر قرار دیا اور ابدأ "ابتدائی" کو غیر اولی قرار دیا۔ ابدأ کو غیر اولی تو اس لیے قرار دیا کہ یہ فعلِ فاعل کے مطابق نہیں جب کہ اقرأ میں مطابقت پیدا کرنے والی وجہ موجود ہے کہ میں اللہ کے نام سے قراءت کرتا ہوں جب کہ ابدأ متعلق ماننے سے ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں اب

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اس میں قراءت پر دلالت نہیں ہے اسی طرح ابتدائی مقدر ماننے سے پوشیدہ عبارت زیادہ ہوجائے گی جب کہ مقدر عبارت کم از کم نکالی جاتی ہے۔

سوال نمبر۱۱: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں معمول کو مقدم کیوں کیا گیا مفسر نے اس سلسلے میں جو دلائل دیئے ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: معمول کو بسم اللہ میں اس لیے مقدم کیا گیا کہ یہ معمول زیادہ اہمیت والا ہے نیز یہ اختصاص پر زیادت دلالت کرتا ہے (کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ تقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر و التخصیص) دوسری بات یہ ہے کہ یہاں معمول کو مقدم کرنے میں تعظیم زیادہ ہے اسی طرح یہ وجود کے بھی زیادہ موافق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اسم قراءۃ پر مقدم ہے۔ مقدم اس لیے ہے کہ اسے قراءۃ کے لیے آلہ بنایا گیا ہے اس حیثیت سے کہ شرعاً فعل اس کے بغیر نہ تو مکمل ہوتا ہے اور نہ ہی معتبر۔

سوال نمبر۱۲: وهذا وما بعده مقول على السنة العباد الى آخره. یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض اور جواب کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنف نے فرمایا. کہ با کا متعلق اقــــرا ہے اور با استعانت کے لیے ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ میں اللہ کے نام سے مدد طلب کرتا ہوں کیونکہ یہ (بسم اللہ) اللہ عزوجل کا کلام ہے تو مفسر علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ یہ بندوں کی زبانوں پر پڑھا جاتا ہے۔ رہی بات یہ کہ اللہ عزوجل نے اسے فرمایا ہے تو یہ بندوں کو تعلیم دینے کے لیے ہے۔

سوال نمبر۱۳: مصنف نے فرمایا حروف مفردہ کا حق یہ ہے کہ وہ مفتوح ہوتے ہیں اسکی وجہ بیان کریں اور یہ بتائیں کہ بسم اللہ کی باء کو کسرہ دینے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حروف کی دو قسمیں ہیں (۱) مبانی (۲) معانی۔ حروف مبانی وہ حروف ہیں جن

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سے کلمات مرکب ہوتے ہیں اور حروف معانی وہ ہیں جو کلمہ کی قسم ثالث ہے یہاں حروف سے مراد معانی ہیں حروف مبانی کے لیے اعراب و بناء میں سے کوئی حصہ نہیں کیونکہ اعراب و بناء کلمہ کے خواص میں سے ہیں جب کہ یہ کلمات ہی نہیں لیکن حروف معانی کلمات متعلہ ہیں لیکن اس میں اعراب تو لایا نہیں جا سکتا اس لیے ان کا حق مبنی ہونا ہے۔ اور بناء میں اصل سکون ہے اس لیے سکون خفیف ہے لیکن چونکہ یہ حروف ابتدائے کلام میں بھی آتے ہیں اور ساکن سے ابتداء نہیں ہو سکتی اس لیے ان کا یہ حق ہے کہ یہ فتحہ پر مبنی ہوں۔ (کیونکہ فتح خفت میں سکون جیسا ہے) یہی مصنف کے اس قول من حق الحروف المفردہ ان تفتح کی وجہ ہے۔

لیکن بسم اللہ میں باء جارہ کو کسرہ اس لیے دیا گیا کہ یہ لزوم حرفیت اور جر کے ساتھ خاص ہے (کیونکہ بعض حروف ایسے ہیں جن میں لزوم حرفیت ہوتی ہے جیسے واؤ لیکن لزوم جر نہیں کیونکہ یہ عطف کے لیے بھی آتے ہیں۔ اور بعض حروف ایسے ہیں جن میں لزوم جر تو ہوتا ہے لیکن لزوم حرفیت نہیں ہے۔ جیسے کاف کیونکہ کاف تشبیہ کا کبھی اسم بھی ہوتا ہے) اور حرفیت اور جر میں سے ہر ایک کے مناسب کسرہ ہے جر کے مناسب تو اس لیے تا کہ حرف کی حرکت اس کے اثر (جر) کے موافق ہو جائے۔ اور حرفیت کے مناسب اس لیے کہ وہ سکون کا تقاضا کرتا ہے اور سکون عدم حرکت کا نام ہے اور کسرہ بمنزلہ عدم حرکت ہے کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہے (اس لیے کہ یہ افعال میں نہیں پایا جاتا اسی طرح غیر منصرف میں بھی نہیں پایا جاتا) اسی وجہ سے بسم اللہ کی باء کو کسرہ دیا گیا۔

سوال نمبر ۴: لفظ اسم کے اشتقاق کے سلسلے میں کن دو جماعتوں کے درمیان اختلاف ہے اور کیا اختلاف ہے امام بیضاوی نے کس مسلک کو کس بنیاد پر ترجیح دی؟

جواب: لفظ اسم کے اشتقاق کے بارے میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔ بصری کہتے ہیں کہ اسم سمو سے مشتق ہے جب کہ کوفی کہتے ہیں کہ یہ وسم سے مشتق ہے امام

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بیضاوی رحمہ اللہ نے بصریوں کے مذہب کو اس بنیاد پر ترجیح دی کہ اسماء اسامی، سمی سمیت، اسم کی جمع وتصغیر ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع اور تصغیر اسماء کو اپنے اصل کی طرف لے جاتی ہیں تو اگر اسم وسم سے ماخوذ ہوتا تو ان مثالوں میں شروع میں واؤ ہونی چاہیے جب کہ ان مثالوں میں شروع میں واؤ نہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اصل میں سمو تھا پھر واؤ کو حذف کیا گیا شروع کو مبنی بر سکون کیا گیا اور پھر ہمزہ وصل شروع میں لے آئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سمو سے اس لیے مشتق مانا جاتا ہے کہ سمو کا معنی بلندی ہے اور چونکہ اسم بھی مسمی کے لیے رفعت اور اس کے لیے شعار ہے اس لیے اسے سمو سے مشتق مانا جائے گا۔

سوال نمبر ۱۵: ورد بان الهمزة الى آخره اس عبارت کا کیا مطلب ہے اور کس کو رد کیا جا رہا ہے؟

جواب: کوفیوں کا یہ مذہب ہے کہ اسم سمۃ سے بنا ہے اور اس کا اصل وسم تھا واؤ کو حذف کیا گیا اور اس کی جگہ ہمزہ وصل لے آئے۔ اور ایسا مذہب اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اعلال کم ہے۔ ورد سے علامہ بیضاوی نے کوفیوں کے رد کو ذکر فرمایا کہ عربوں کے کلام میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں جس کے صدر (اول) کو حذف کر کے اس پر ہمزہ وصل داخل کر دیا جائے۔ گویا کہ یہ کہا گیا کہ زیادہ تعلیل والا مذہب بہتر ہے ایسے مذہب سے جس میں تعلیل تو کم ہو لیکن وہ کلام عرب کے خلاف ہو)

سوال نمبر ۱۶: اسم سے مسمی مراد ہے یا غیر مسمی اس حوالے سے صاحب تفسیر نے کیا بحث کی ہے؟ اور سبح اسم ربک جیسی آیات سے کیا اعتراض کیا گیا اور اس کا کیا جواب دیا گیا اور اس سلسلے میں شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے کیا مسلک اختیار کیا؟

جواب: اسم سے مراد یا تو لفظ ہوگا یا مسمی اگر اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو یہ مسمی کا غیر ہوتا کیونکہ لفظ ایسی آوازوں سے مرکب ہوتا ہے جو مقطوع ہوتی ہیں ثابت نہیں ہوتیں اور امتوں اور

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

زمانوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے اسی طرح کبھی یہ متعدد ہو جاتی ہیں اور کبھی متحد جب کہ مسمّٰی اس طرح نہیں ہے۔ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اس صورت میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سبح اسم ربک ' تبارک اسم ربک اب ترجمہ یہ ہوگا اپنے رب کے اسم کی تسبیح کرو۔ بڑی برکت والا آپ کے رب کا اسم حالانکہ تسبیح جو بیان کی جاتی ہے یہ ذات کی ہوتی ہے نہ کہ اسم (لفظ) کی اس طرح برکت والی بھی اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ تو مفسر علیہ الرحمہ نے جواب دیا ان مثالوں میں اسم سے مراد لفظ ہے۔ اس لیے کہ جس طرح اللہ عزوجل کی ذات وصفات کی نقائص سے پاکی بیان کرنا واجب ہے اسی طرح وہ الفاظ جو اللہ عزوجل کی ذات کے لیے وضع کیے گئے ہیں انکی پاکی بیان کرنا بھی (فحش و بے ادبی سے) واجب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں لفظ اسم زائد ہے۔

شیخ ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اسم سے مراد صفت ہے تو اس صورت میں یہ صفت کی طرح تقسیم ہو جائے گا (۱) نفس مسمّی کی طرف جیسے وجود (۲) غیر مسمّی کی طرف جیسے خلق واحیاء (۳) اور اس کی طرف جو نہ نفس مسمّی ہے اور نہ غیر مسمّی۔ جیسے علم وقدرت۔

سوال ۱۷: بسم اللہ کی بجائے باللہ نہ کہنے کی وجہ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ بسم اللہ کے الف کو کیوں حذف کیا گیا؟

جواب: باللہ اس لیے نہیں کہا گیا کیونکہ برکت حاصل کرنا اور مدد طلب کرنا اللہ عزوجل کے اسم کو ذکر کرنے سے ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قسم اور برکت حاصل کرنے میں فرق کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے (کیونکہ قسم کے لیے باللہ مستعمل ہے) اور بسم اللہ کے الف کو کثرۃ استعمال کی وجہ سے نہیں لکھا گیا۔ (اس کی جگہ با کو لمبا لکھ دیا جاتا ہے)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۱۸: اسم جلالت اللہ کی اصل کیا ہے اور مختلف مواد اشتقاق جو اسم میں بیان کیے گئے ہیں ان کا تفصیلی بیان مع معنی کریں وہ کتنی صورتیں ہیں اور کون کونسی ہیں؟

جواب: اسم جلالت کی اصل الــــــہ ہے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ الف لام لے آئے (اور لام کا لام میں ادغام کیا) تو لفظ اللہ ہو گیا۔

اسم جلالت کے اشتقاق کے بارے میں سات اقوال ہیں۔

(۱) یہ اله . الهة . الوهة . الوهية سے مشتق ہے اور یہ عبد کے معنی میں ہے۔

(۲) یہ آلهة سے مشتق ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی حیران ہو جائے (کیونکہ عقلیں اللہ کی معرفت میں حیران ہوتی ہیں)

(۳) الهت انی فلان سے مشتق ہے اس کا معنی ہے سکنت الیه (میں نے اس سے سکون حاصل کیا' کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں اور روحیں اس کی معرفت سے سکون حاصل کرتی ہیں)

(۴) اله سے مشتق ہے جس کا معنی فزع من امر نزل علیه ہے۔

ترجمہ: اس امر کی وجہ سے وہ گھبرایا جو اس پر نازل ہوا۔

(۵) الهه غیره سے ماخوذ ہے اجارہ اس نے اس کو پناہ دی اس لیے کہ پناہ لینے والا اس کی طرف جزع فزع کرتا ہے اور وہ اسے پناہ دیتا ہے حقیقۃً (اگر وہ حق ہو) یا اس کے گمان کے مطابق (اگر وہ باطل ہو)

(۶) اله الفصیل سے مشتق ہے جب اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے چمٹے کیونکہ بندے بھی عاجزی کے ساتھ اس کی طرف مصیبتوں میں رجوع کرتے اور چنگل مارتے ہیں۔

(۷) ولــه سے مشتق ہے جب کہ کوئی متحیر ہو جائے اور اس کی عقل زائل ہو جائے۔ اور اسکا اصل ولاہ تھا واؤ کو ہمزہ سے بدلا گیا کیونکہ اس پر کسرہ ثقیل تھا وجوہ میں ضمہ کے ثقیل

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہونے کی طرح۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں الاہ' اعاء' اشاح' کی طرح ہے۔یعنی اس کے شروع میں واؤ مکسور تھی اسے ہمزہ سے بدل دیا گیا تو الاہ ہو گیا لیکن اس مسلک کا رد اس کی جمع سے ہوتا ہے جو کہ الھۃ آتی ہے نہ کہ اولھۃ۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں لاہ تھا جو کہ لاہ یلیہ لیھا لا ھا کا مصدر ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی پردے میں ہو جائے اور بلند ہو جائے ۔کیونکہ اللہ تعالی بھی آنکھوں کے ادراک سے محجوب ہے ہر شئی پر اور ہر اس شی سے جو اس کی شان کے لائق نہیں بلند ہے۔اس لیے اسے الہ کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۹: بعض حضرات کے نزدیک اسم جلالت مشتق نہیں ہے بلکہ ذاتِ مخصوصہ کا علم ہے ان کے موقف کے دلائل کی وضاحت کریں؟

جواب: دلائل: اس لیے کہ اسم جلالت اللہ موصوف ہوتا ہے صفت نہیں بنتا معلوم ہوا کہ یہ علم ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ اسماء باری تعالٰی میں سے ایسا اسم ہونا چاہیے جس پر اس کی صفات جاری ہوں اور اسم جلالت اللہ وصف ہوتا تو لا الہ الا اللہ الرحمن کی طرح کلمۂ توحید نہ رہتا۔کیونکہ رحمٰن شرکت سے مانع نہیں۔

سوال نمبر ۲۰: والاظھر انہ وصف فی اصلہ الخ اس عبارت میں جو مسلک اختیار کیا گیا ہے وہ کیا ہے اور اس کے لیے کیا دلائل دیئے گئے ہیں۔؟

جواب: والاظھر سے یہ مسلک بیان کیا گیا کہ اسم جلالت اللہ اصل میں وصف تھا لیکن جب یہ بات اس پر غالب آ گئی کہ وہ اس کے غیر میں مستعمل نہیں تو یہ علم کی طرح ہو گیا جس طرح کہ ثریا اور صعق (کیونکہ یہ دونوں اصل میں وصف تھے تو غلبے کی وجہ سے علم کی طرح ہو گئے ثریا ثروی کی تصغیر ہے مالدار عورت کو کہتے ہیں اب یہ ستاروں کا علم ہو گیا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کیونکہ یہ ستارے بھی کثیر ہوتے ہیں جگہ کی قلت کے ساتھ ساتھ اور صعق شدید آواز کو کہتے ہیں جب کہ یہ لقب ہو گیا خویلد بن نفیل کا تو اس کو علم کے قائم مقام کر دیا گیا اوصاف کے اس پر جاری ہونے میں اور اس کے وصف بننے کے امتناع میں اور شرکت کے احتمال کے اس کی طرف راہ پکڑنے میں۔ اور ان مسلک کے اظہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کی فقط ذاتِ مخصوصہ پر دلالت کرے تو اللہ عزوجل کے ارشاد وھو اللہ فی السموت کا ظاہر صحیح معنی کا فائدہ نہ دے گا۔ (کیونکہ اس صورت میں لفظ اللہ مخص پر دال ہوگا اور معنی یہ ہوگا وہی ذات آسمان میں ہے اور آسمان کا اللہ عزوجل کے لیے ظرف ہونا لازم آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے) اور اگر وصف مانا جائے تو معنی یہ ہوگا وہ معبود ہے اس میں اور یہ صحیح ہے کیونکہ معبودیت وصف کے اعتبار سے ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اشتقاق کا معنی (دولفظوں میں ایک لفظ کا دوسرے لفظ میں معنی اور ترکیب میں شریک ہونا) اسم جلالت اور ان اصول کے مابین جو ذکر کیے گئے (الہ وغیرہ) حاصل ہے لہٰذا یہ ابتداءً وصف ہوگا نہ کہ علم۔

سوال نمبر ۲۱: رحمن اور رحیم میں کس معنی کا مبالغہ ہے اور ان کا مادۂ اشتقاق کیا ہے نیز واسماء اللّٰہ تعالیٰ انما توخذ باعتبارات الغایات الخ میں کس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے؟

جواب: رحمن اور رحیم میں رحمت کے معنی کا مبالغہ ہے انکا مادۂ اشتقاق رحم ہے۔

اسماء اللّٰہ الخ یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ رحمت کا لغوی معنی رقتِ قلب ہے حالانکہ اللہ عزوجل رقت قلبی سے پاک ہے تو مفسر نے جواب دیا کہ ایک ہوتے ہیں اسباب اور دوسرے نتائج تو اسماء اللہ میں غایات کا اعتبار کیا جاتا ہے تو رقتِ قلبی کی غایت یہ ہے کہ دوسرے کی ضرورت پوری کر دینا اور اسکی مشکل کو دور کر دینا تو رحمن و رحیم

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

میں یہی مراد ہے۔

سوال نمبر ۲۲: رحمن ' رحیم سے ابلغ ہے اس کی وجہ کیا ہے اور یہ بتائیں کہ بعض اوقات یا رحمن الدنیا کہا جاتا ہے اور بعض اوقات یا رحیم الاخرۃ ۔ اس تضاد کی وجہ تحریر کریں؟

جواب: رحمن رحیم سے ابلغ اس لیے ہے کہ لفظ رحمن میں حروف زیادہ ہیں لفظ رحیم سے اور لفظ کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اور کبھی ان کو کمیت کے اعتبار سے لیا جاتا ہے تو اس صورت میں یا رحمن الدنیا کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مؤمن اور کافر دونوں کو شامل ہے۔ اور کبھی اسے کیفیت کے اعتبار سے لیا جاتا ہے پھر کہا جاتا ہے یا رحمن الدنیا والاخرۃ ویا رحیم الدنیا اور کبھی یا رحیم الاخرۃ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مومن کے ساتھ خاص ہے۔

سوال نمبر ۲۳: لفظِ رحمٰن کو لفظِ رحیم پر مقدم کرنے کی مصنف علیہ الرحمہ نے کتنی اور کونسی کونسی وجوہ بیان کی ہیں تفصیل سے ذکر کریں؟

جواب: مصنف نے اس کی چار وجوہ بیان کی ہیں۔

(۱) رحمتِ دنیا مقدم ہے (۲) لفظ رحمٰن علم کی طرح ہو گیا ہے کہ اس کے ساتھ غیر اللہ موصوف نہیں ہوتا۔

(۳) رحمٰن نے جب بڑی بڑی اور اصول نعمتوں پر دلالت کی تو پھر رحیم کو ذکر کیا گیا تاکہ یہ ان نعمتوں کو شامل ہو جائے جو ان عظام نعمتوں میں سے رہ گئی ہیں پس یہ اس کے لیے تتمہ اور ردیف کی طرح ہو جائے گا۔

(۴) آیتوں کے آخر کی حفاظت کرنے کے لیے رحمٰن کو مقدم کیا (جس کو رعایت فواصل بھی کہتے ہیں)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۲۴: لفظ رحمن کو کس بنیاد پر غیر منصرف پڑھا جاتا ہے حالانکہ نحوی قاعدے کے مطابق یہ منصرف بھی ہو سکتا ہے اور غیر منصرف بھی؟

جواب: لفظ رحمن کے اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے نے اس بات کو ممنوع قرار دیا کہ اس کی کوئی مؤنث ہو اب اکثر کے نزدیک الف نون زائدتین فی الصفۃ کے غیر منصرف ہونے کے لیے شرط انتفاء فعلانۃ ہے اور بعض کے نزدیک وجودِ فُعلی تو ہم اغلب یعنی انتفاء فعلانۃ کا اعتبار کرتے ہوئے اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

سوال ۲۵: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کے ذکر کو کیوں خاص کیا گیا وجہ بیان کریں؟

جواب: اس لیے تاکہ عارف جان لے کہ اس بات کا مستحق کہ اس سے تمام امور میں مدد طلب کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو تمام عاجل آجل جلیل وحقیر نعمتوں کا عطا فرمانے والا ہے۔ پس وہ اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ جناب باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور توفیق کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اور اپنے باطن کو اس کے ذکر میں مشغول رکھے اور اسی سے مدد طلب کرے۔

سوال نمبر۲۶: حمد، مدح اور شکر کی تعریف ذکر کریں نیز یہ بتائیں کہ ان میں سے خاص کیا ہے اور عام کیا ہے یہ تقابل حمد اور مدح کے درمیان نیز حمد و مدح اور شکر کے درمیان بیان کریں؟

جواب: حمد: کسی کی اختیاری خوبیوں کے پیش نظر اس کی طرف اچھے کلمات کی نسبت کرنا چاہے وہ خوبیاں نعمت ہوں یا غیر نعمت۔

مدح: یہ بھی کسی کی اچھی خوبیوں پر ثناء ہوتی ہے لیکن اس میں اختیاری کی قید نہیں ہے (چاہے وہ خوبیاں اختیاری ہوں یا غیر اختیاری)

شکر: یہ نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے چاہے زبان سے ہو یا دل سے یا اعضاء سے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

متعلق کے اعتبار سے حمد اور مدح عام ہیں (کیونکہ یہ نعمت اور غیر نعمت دونوں کے مقابلے میں ہوتے ہیں) اور شکر خاص ہے (کیونکہ یہ فقط نعمت' کے مقابلے میں ہوتا ہے) اور مورد کے اعتبار سے شکر عام ہے (کہ یہ دل زبان اور اعضاء سے ہوتا ہے) اور حمد جو مدح مورد کے اعتبار سے خاص ہیں (کہ یہ فقط لسان سے ہوتے ہیں)

محمود علیہ کے اعتبار سے حمد خاص ہے (کیونکہ یہ اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے) اور مدح عام ہے (کیونکہ یہ اختیاری وغیر اختیاری دونوں قسم کی خوبیوں پر ہوتی ہے)۔

سوال نمبر ۲۷: حمد' شکر کے شعبوں میں سے نعمت کو زیادہ ظاہر کرنے والا شعبہ ہے اس کی وجہ اور اسکی تائید میں حدیث شریف ذکر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کیا اس طرح حمد' شکر کا جزء قرار نہیں پاتی اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: حمد' شکر کو زیادہ ظاہر کرنے والا شعبہ اس وجہ سے ہے کہ اعتقاد مخفی ہوتا ہے اور اعضاء سے شکر میں بھی ریا کا احتمال ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "حمد' شکر کی اصل ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اس شخص نے جس نے اس کی حمد نہ کی"

حمد' شکر کی جز قرار نہیں پاتی' یہ جز تب قرار پاتی جب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد (الحمد رأس الشکر) سے مراد یہ ہوتا ہے کہ حمد' شکر کی حقیقۃً جزء ہے حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ تشبیہ بلیغ کے طور پر فرمایا گیا' کیونکہ حمد' شکر کے شعبوں میں سے اجل اور اول ہے تو اسوجہ سے حمد' شکر کی جزء کی طرح ہوگی بلکہ اس کے اجزاء میں سے اہم ترین جز ہوگا اس طرح کہ شکر کے اقسام میں سے جب حمد نہ پائی جائے تو شکر بھی معدوم ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸: حمد' شکر' ذم اور کفران میں سے کون کس کے مقابلے میں ہے؟

جواب: ذم' حمد کے مقابلے میں ہے اور کفران' شکر کے مقابلہ میں ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۹: امام بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الحمد میں اصل نصب ہے آپ یہ بتائیں کہ رفع کی طرف عدول کی بنیاد کیا ہے؟

جواب: رفع کی طرف عدول اس وجہ سے کیا گیا تاکہ حمد کے عموم اور اس کے ثبات پر دلالت کرے نہ کہ اس کے تجدد وحدوث پر (کیونکہ اس طرح یہ جملہ اسمیہ ہو گیا جو کہ دوام وثبات پر دال ہے)

سوال نمبر ۳۰: الحمد پر الف لام کونسا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اس پر الف جنس کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ کرنا اس بات کی طرف جس کو ہر کوئی جانتا ہے حمد کہلاتا ہے یا اس پر الف لام استغراق کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمد حقیقت میں تمام کی تمام اللہ عزوجل کے لیے ہے کیونکہ ہر بھلائی کو وہی عطا فرماتا ہے واسطے کے ساتھ یا بغیر واسطہ کے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما بکم من نعمة فمن الله (تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ حیّ، قادر مرید اور عالم ہے کیونکہ حمد کا وہی مستحق ہوتا ہے جس کی یہ شان ہو۔

سوال نمبر ۳۱: لفظ رب صرفی اعتبار سے کیا ہے اور اس کا معنی کیا بنتا ہے؟

جواب: لفظ رب اصل میں مصدر ہے جو کہ تربیت کے معنی میں ہے (تربیت کہتے ہیں شی کو اس کے کمال تک Step by Step پہنچانا) اللہ عزوجل کی صفت اس سے مبالغہ کے طور پر لائی گئی ایک قول یہ بھی ہے کہ رب صفت مشبہ ہے رب یربہ سے پھر مالک کا نام اس کے ساتھ رکھا گیا کیونکہ وہ مملوک کی حفاظت وتربیت کرتا ہے۔

سوال نمبر ۳۲: لفظ عالمین عالم کی جمع ہے اس سے کیا مراد ہے نیز العلمین پر الف لام لانے نیز جمع کے لیے وہ طریقہ اختیار کرنے جو ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، کی کیا وجہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے؟

جواب: اس سے مراد اس شی کا اسم ہے جس سے صانع کی پہچان ہوتی ہے۔ اور وہ ماسوی اللہ ہے (جواہر و اعراض میں سے) ذوی العقول والی جمع اس لیے لائی گئی (حالانکہ اس میں غیر ذوی العقول بھی شامل ہیں) کہ ذوی العقول کو غیر ذو العقول پر غلبہ دیا گیا۔

سوال نمبر ۲۳: انسان کو تمام کائنات کے مقابلے میں رکھا گیا ہے قرآن پاک کی کسی آیت سے اس بات کا ثبوت دیں یہ بھی بتائیں کہ اگر رب العلمین کو منصوب پڑھیں تو اس کی کیا وجوہ ہو سکتی ہیں؟

جواب: آیت وفی انفسکم افلا تبصرون. (اور تمہاری اپنی جانوں میں تو کیا تم دیکھتے نہیں) تو پہلے کائنات و عالم میں غور و فکر کرنے کا حکم فرمایا گیا) اس کے مقابلہ میں یہ آیت ارشاد فرمائی گئی اگر رب العلمین کو منصوب پڑھیں تو یہ یا مدح کی بناء پر منصوب ہوگا یا نداء کی بناء پر یا اس فعل مقدر کی بناء پر جس پر حمد دلالت کرتی ہے۔ (اَلْحَمْدُ)

سوال نمبر ۲۴: لفظ مالک کو مَلِک بھی پڑھتے ہیں دونوں میں فرق کیا ہے مختار قول کونسا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: مالک اس ذات کو کہتے ہیں جو اعیان مملوکہ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور یہ مِلك سے ماخوذ ہے۔ اور مَلِک اس ذات کو کہتے ہیں جو ماموریں میں امر و نہی کے ساتھ تصرف کرے اور یہ مُلك سے ماخوذ ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہوا کہ مالک صرف مملوکین میں تصرف کرتا ہے اور مَلِک ان تمام میں جن کو وہ حکم دیتا ہے۔ اور مختار قول بھی ملک ہی ہے اس کی ایک تو یہی دلیل ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور دوسری دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد لمن الملک الیوم ہے تو اس میں مُلک کا لفظ ہے جس سے مَلِک بنتا ہے تو

چونکہ ایسی دوسری باقیوں کی بادشاہت کی نفی کی گئی ہے ... کے مقابلہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

الفھار سے اللہ تعالیٰ کے لیے بادشاہت کا اثبات ہوگا جس کے لیے لفظ مَلِک بولا جاتا ہے نہ کہ مالک.

سوال نمبر ۳۵: لفظ مالك کے اعراب کے سلسلے میں رفع نصب مُنوّن اور غیر مُنوّن کا ذکر بھی کیا گیا ہے ان تمام صورتوں کی وضاحت سے وجہ بیان کریں؟

جواب: لفظ مالک کو جب منصوب پڑھیں تو یہ یا تو مدح کی بنا پر ہوگا یا حال ہونے کی بنا پر اور جب اسے مرفوع پڑھیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ تنوین کے ساتھ ہوگا یا بغیر تنوین کے دونوں صورتوں میں یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہوگا۔

سوال نمبر ۳۶: مـالک یوم الدین میں اسم فاعل کی جو ظرف کی طرف اضافت ہے اس حوالے سے ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اعتراض و جواب دونوں واضح طور پر بیان کریں؟

جواب: اعتراض: مالک یوم الدین میں مالک نکرہ ہے اضافت لفظیہ ہونے کی وجہ سے (اضافت لفظیہ یہ ہوتی ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو) لہذا یہ معرفہ (اللہ) کی صفت کس طرح ہوسکتا ہے۔

جواب: اس سے پہلے تمہید وہ یہ کہ اسم فاعل و مفعول کے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو ورنہ وہ عمل نہیں کریں گے تمہید کے بعد جواب یہ ہوگا کہ یہاں مـالک حال و استقبال کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ماضی کے معنی میں ہے یا استمرار کے معنی میں تو جب یہ حال و استقبال کے معنی میں نہیں تو یہ اپنے معمول کی طرف مضاف بھی نہیں ہوگا اس صورت میں یہ اضافت حقیقیہ (معنویہ) بن جائے گی جو کہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے لہذا معرفہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے۔

سوال نمبر ۳۷: لفظ دین سے تین معانی مراد لیے گئے ہیں جزاء، شریعت اور اطاعت آپ سے سوال یہ ہے کہ یوم کی اضافت شریعت اور اطاعت کی طرف مفہوم اور معنی کے اعتبار

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سے کیسے صحیح ہوگی؟

جواب: یوم کے بعد اور الدین سے پہلے لفظ جزاء مقدر ہوگا اب مفہوم و معنی کے اعتبار سے اضافت درست ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۳۸: اللہ تعالیٰ پر ان اوصاف کا اجراء کس بات پر دلالت کیے لیے کیا گیا ہے۔ تفصیل سے ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ فان ترتب الحکم علی الوصف یشعر بعلیة له میں کس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل پر ان اوصاف کا اجراء اس بات پر دلالت کرانے کے لیے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حمد کا مستحق ہے کوئی بھی اس کے سوا اس سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ بلکہ حقیقۃ اس کے سوا حمد کا کوئی بھی مستحق نہیں ہے۔ فان ترتب الحکم الخ سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا۔ کیونکہ حمد کا حکم مترتب ہے اوصاف مذکورہ پر جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حمد کا ان اوصاف کی وجہ سے مستحق ہے اور چونکہ یہ اوصاف اس کے غیر میں پائے نہیں جاتے اس لیے حمد کا وہی مستحق ہے۔

سوال نمبر ۳۹: اللہ تعالیٰ کے جن چار اوصاف کا ذکر ہوا ان کی وضاحت مطلوب ہے نیز لیس یصدر منه لایجاب بالذات او وجوب علیه قضیة بسوابق الاعمال اس عبارت میں دو جماعتوں کا رد کیا گیا ہے اس کی وضاحت کیجیے؟

جواب: وصف اول اس بات کو واضح کرنے والا ہے کا موجب حمد کیا ہے اور وہ ایجاد و تربیت ہے جو رب العالمین سے سمجھا جا رہا ہے۔ دوسرا اور تیسرا (الرحمن الرحیم) اس بات پر دلالت کرنے کے لیے ہے کہ اس (رحمن و رحیم) کی وجہ سے فضیلت حاصل کرنے والا اسمیں اختیار بھی رکھتا ہے۔ اور یہ اس سے ذات کے اعتبار سے واجب ہونے سے بھی صادر نہیں ہوتا اور نہ یہ اس پر اعمال سابقہ پر جزاء کے اعتبار سے واجب ہے۔ چوتھا وصف

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(مالک الیوم الدین) اختصاص کی تحقیق کے لیے ہے کیونکہ یہ ملک میں شرکت کو قبول نہیں کرتا۔

فلاسفہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل موجب بالذات ہے اس سے جو بھی شی صادر ہوتی ہے وہ ایجاب واضطرار کے طور پر ہوتی ہے تو علامہ بیضاوی نے لیس یصدر الخ سے انکار کر دیا۔ اور معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نیک بندے کو اس کے اعمال سابقہ کی وجہ سے ثواب اور گنہگار کو اس کے گزرے ہوئے اعمال کی وجہ سے سزا دینا واجب ہے تو علامہ بیضاوی نے او وجب علیه الخ سے انکار ذکر فرمایا۔

سوال نمبر ۴۰: مالک یوم الدین تک غیبت کا طریقہ اختیار کیا گیا جب کہ ایاک نعبد وایاک نستعین میں خطاب کا انداز اپنایا گیا اس کے حوالے سے امام بیضاوی کی تقریر آسان پیرائے میں ذکر کریں اور انہوں نے اہل عرب سے جو استشہاد کیا ہے وہ بھی ذکر کریں؟

جواب: تقریر: پہلے اللہ عزوجل کے حمد کے لائق ہونے کو بیان کیا گیا پھر اس کے بعد عظمت والی صفات کو ذکر کیا گیا جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات باقی تمام ذاتوں سے ممتاز ہوگئی تو اس سے ایک معین معلوم حاصل ہوگیا۔ پھر اسکے بعد خطاب کا صیغہ لایا گیا ایک تو اس لیے تاکہ یہ اختصاص پر زیادہ دلالت کرے۔ (کیونکہ اگر غائب کی ضمیر ایاہ لائی جاتی تو اس سے اتنا اختصاص ظاہر نہ ہوتا) لیکن جب غیب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا تو اس نے اختصاص کے معنیٰ کو پکا کر دیا۔ اور دوسری یہ وجہ ہے کہ پہلے غیب کے صیغے استعمال کیے گئے تو اس سے برھان حاصل ہوگئی۔ پھر خطاب کی طرف التفات کیا گیا تاکہ اس برھان سے عیان کی طرف ترقی ہو جائے۔ اور غیب سے شہود کی طرف انتقال ہو جائے۔ گویا کہ معلوم ہوگیا' معقول مشاہد ہوگیا اور غیب حاضر ہوگیا۔ عارف کے حال (ذکر' فکر اور اس کے اسماء

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

میں تامل) کے مناسب پہلا کلام ہے پھر اس کے بعد اس کے معاملے کی انتہاء (کہ وہ اہل مشاہدہ میں سے ہو) لائی گئی۔

پہلے کلام کی بنیاد عارف کے ابتدائی حال (ذکر فکر اور اس کے اسماء میں تامل) پر رکھی گئی اور کلام کے دوسرے حصے کی بنیاد عارف کے معاملہ کے منتہی پر رکھی جو کہ اھل مشاہدہ میں سے ہونا اور وصول کی گہرائی میں غوطہ زن ہونا ہے تا کہ وہ اسے سامنے دیکھ لے۔

استشہاد اھل عرب کے کلام سے

تطاول لیلک بالا ثمد　　ونام الخلی ولم ترقد

وبات وباتت له لیلة　　کلیلة ذی العائر الارمد

وذلک من بناء جاء نی　　وخبرته عن ابی الاسود

مذکورہ بیت تین التفاتات پر مشتمل ہے پہلا لیلک میں کیونکہ یہ تکلم سے خطاب کی طرف التفات ہے کیونکہ قیاس لیلی چاہتا ہے اور دوسرا التفات بات میں ہے جو کہ خطاب سے غیب کی طرف التفات ہے کیونکہ قیاس بِتُّ کو چاہتا ہے۔ اور تیسرا جاءنی میں ہے جو کہ غیب سے تکلم کی طرف ہے کیونکہ قیاس جاءہ کہ تقاضا کرتا ہے۔

سوال نمبر ۴۱: ایاک میں ایا ضمیر ہے یا ک اس سلسلے میں مختلف اقوال ذکر کریں؟

جواب: ایاک میں ایا ضمیر منفصل ہے اور اس کے ساتھ جو یٰ یا کاف یا ھا ملائی جاتی ہے وہ حروف زائدہ ہیں جو خطاب، غیب اور تکلم کے بیان کے لیے آتے ہیں۔

اور امام خلیل کا قول یہ ہے کہ ایا مضاف ہے ان (ک، ی، ہ) کی طرف۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ (ک، ہ، ی) ضمائر ہیں اور ایا عمدہ ہے کیونکہ جب یہ ضمائر عوامل سے جدا رہ گئیں تو ان سے نطق متعذر ہو گیا اس حال میں کہ یہ مفردہ ہیں اس لیے ان کے ساتھ ایا ملا دیا گیا تا کہ یہ ضمائر اس ایا کے ساتھ مستقل ہو جائیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۴۲: عبادت اور استعانت کا مفہوم واضح کریں اور یہ بتائیں کہ معونت کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں اور صحت تکلیف کس معونت پر موقوف ہے نیز اس آیت میں کس کام پر مدد طلب کی جارہی ہے؟

جواب: عبادت' خضوع اور تذلل کی غایت کی انتہاء کو کہتے ہیں اس سے طریق معبد (مذلل) ہے اور ثوب ذو عبدة ہے جب کہ کپڑا انتہائی موٹا ہو۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع میں استعمال ہوتا ہے۔

اور استعانت' طلب معونت کو کہتے ہیں اور معونت یا تو ضروریہ ہوگی یا غیر ضروریہ' اور معونتِ ضروریہ وہ ہے جس کے بغیر فعل ادا ہی نہ ہو جیسے فاعل کو قدرت دینا اور فاعل کو اس کا تصور ہونا نیز آلہ اور مادہ کا ہونا جس کے ذریعے' فاعل فعل ادا کرے' جب یہ معونات جمع ہو جائیں تو انسان استطاعت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اور صحتِ تکلیف بھی اسی معونت پر موقوف ہے اور غیر ضروریہ وہ معونت ہے جس کے ذریعے فعل آسان ہو جائے' جس طرح کہ اس آدمی کے لیے سواری مہیا ہو جانا جو پیدل چلنے پر قادر ہو۔

اس آیت میں طلب معونت یا تو جمیع امور پر کی جارہی ہے یا عبادت کی ادائیگی میں۔

سوال نمبر ۴۳: سورۃ فاتحہ پڑھنے والا شخص تنہا ہوتا ہے جمع کی ضمیر لانے کی کیا وجہ ہے اور مفعول کو مقدم کرنے کے حوالے سے امام بیضاوی رحمہ اللہ کی تقریر ذکر کریں؟

جواب: جمع کی ضمیر اس لیے لائے تا کہ اس میں قاری کے ساتھ ساتھ محافظ فرشتے اور حاضرین جماعت یا تمام موحدین کی عبادتوں کا ذکر ہو جائے اور قاری کی حاجت ان تمام کی حاجتوں کے ساتھ مل جائے اور اس کی برکت سے اس قاری کی عبادت قبول ہو جائے اور حاجت پوری ہو جائے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ایـــاک مفعول کو عامل پر مقدم کیا گیا اس کی عظمت کی بنا پر اور اس کے اہم ہونے وجہ سے نیز حصر پر دلالت کرنے کے لیے (کیونکہ قاعدہ ہے کہ تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر و التخصیص) اور اس کو مقدم کرنے کے لیے (ذکر میں) جو وجود میں بھی مقدم ہے اور اس بات پر آگاہ کرنے کے لیے کہ عابد کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کی نظر پہلے اور بالذات معبود پر ہو پھر اس سے عبادت کی طرف وہ بھی اس حیثیت سے نہیں کہ عبادت اس سے صادر ہو رہی ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ نسبۃ شریفہ ہے باری تعالیٰ کی طرف اور اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہے کیونکہ عارف کا وصل تب متحقق ہوتا ہے جب وہ اس وصل میں جناب قدس کے ملاحظہ میں مستغرق ہو جائے اسی وجہ سے ان اللّٰہ معنا کو معی ربی پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال نمبر ۴۴: عبادت کو استعانت پر کیوں مقدم کیا گیا اس کی وجہ بیان کریں اور نعبد کے نون پر فتحہ کے علاوہ کوئی اور حرکت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: عبادت کو استعانت پر اس لیے مقدم کیا گیا تاکہ آیتوں کے اواخر موافق ہو جائیں نیز اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وسیلہ کو طلب حاجت پر مقدم کرنا اجابت کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔

نعبد پر فتحہ کے علاوہ کسرہ بھی پڑھ سکتے ہیں (یہ بنی تمیم) کی لغت کے مطابق ہے کیونکہ وہ حروف مضارع کو سوائے یا کے کسرہ دیتے ہیں جب کہ ان کا مابعد مضموم نہ ہو۔

سوال نمبر ۴۵: اھدنا الصراط المستقیم کی کیا حیثیت ہے نیز ہدایت کسے کہتے ہیں اور فاھدوھم الی صراط الجحیم کے حوالے سے سوال و جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ اھدنا الصراط الخ اس معونت کا بیان ہے جس کو طلب کیا گیا گویا کہ فرمایا میں تمہاری کیا مدد کروں تو عرض کیا اھدنا الایۃ۔ اور چونکہ یہ ہدایت سب سے بڑا مقصود ہے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اس لیے اس کو الگ لایا گیا۔اور ہدایت کہتے ہیں لطف کے ساتھ راہنمائی کرنے کو(اسی وجہ سے یہ خیر میں استعمال ہوتی ہے)

اعتراض: آپ نے یہ کہا کہ ہدایت لطف کے ساتھ راہنمائی کو کہتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل کا ارشاد فاھدوھم الیٰ صراط الجحیم (کہ ان کو صراط جحیم کی طرف ہدایت دو) ہے حالانکہ صراط جحیم کی طرف راہنمائی لطف کے ساتھ نہیں ہے۔

جواب: یہ ارشاد تحکم (ڈانٹ ڈپٹ) کے طور پر ہے

سوال نمبر ۴۶: مصنف علیہ الرحمۃ نے ہدایت کی چار صورتیں بیان کی ہیں ان پر روشنی ڈالیں نیز فالمطلوب اما زیادۃ الخ سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اعتراض اور جواب دونوں کی وضاحت کیجئے؟

جواب: ہدایت کی چار صورتیں

(۱) وہ قوتیں عطا کرنا جن سے انسان اپنے مصالح کی طرف اھتداء پر قادر ہو جاتا ہے۔(جس طرح قوت عقلیہ، حواسِ باطنہ اور ظاہری مشاعر (حواس)

(۲) ایسے دلائل قائم کر دینا جو حق وباطل اور صلاح وفساد کے مابین فرق کر دیں (والیہ اشار حیث قال وھدینہ النجدین وقال فھدینھم فاستحبوا العمی علی الھدی)

(۳) رسولوں کے بھیجنے اور کتابیں اتارنے کے ساتھ ہدایت دینا (وایاھا عنی بقولہ وجعلناھم ائمۃ الایۃ وقولہ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم)

(۴) لوگوں کے دلوں پر راز ظاہر کر دینا اور ان کو اشیاء دکھا دینا جیسے در حقیقت ہیں وحی، الہام یا سچی خوابوں کے ذریعے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

فالمطلوب الخ

اعتراض: (اگر صراط مستقیم سے طریقِ حق اور ملتِ اسلام مراد ہو تو پھر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ ان بندوں کی زبانوں پر اتاری جنہوں نے اس کو حمد کے ساتھ خاص کیا اور اس کی شان کے لائق صفات بیان کیں پھر ان کی طرف سے طلبِ ہدایت کیسے درست ہے حالانکہ وہ پہلے ہی ہدایت پر ہیں تو یہ تحصیلِ حاصل ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب: اھدنا سے جو ہدایت طلب کی جارہی ہے اس سے مقصود یا تو زیادتی ہدایت ہے یا ہدایت پر ثابت قدمی ہے یا ان مراتب کا حصول ہے جو ہدایت پر مرتب ہوتے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ جب عارف باللہ یہ کہے گا تو اس مراد یہ لے گا اے اللہ تو مجھے ہدایت (راہ دکھلا) دے اپنی طرف چلنے کے راستہ کی تاکہ تو ہم سے ہمارے احوال کی ظلمتوں کو مٹادے اور ہمارے بدنوں کے پردوں کو زائل فرمادے تاکہ تیرے نورِ قدس سے روشنی حاصل کر کے تجھے تیرے نور سے دیکھ لیں۔

سوال نمبر ۷۴: امر اور دعا کی باہم مشارکت اور تفاوت کی کیا صورت ہے نیز صراط اصل میں سین کے ساتھ ہے اس اعتبار سے صراط کو سراط کیوں کہتے ہیں۔ اور سین کو صاد سے بدلنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: امر اور دعا کا لفظاً اشتراک تو بالکل ظاہر ہے (کیونکہ دونوں کے لیے ایک ہی صیغہ مستعمل ہے) اور معناً بھی کبھی یہ دونوں باہم شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ دونوں طلب فعل کے لیے آتے ہیں۔ لیکن یہ استعلاء اور سفل کے ساتھ متفارق ہو جاتے ہیں کیونکہ جب متکلم اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر یہ صیغہ استعمال کرے گا تو یہ امر کہلائے گا ورنہ دعا۔

صراط کو سراط (اصل کے اعتبار سے) اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سرط الطعام سے ماخوذ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس نے طعام کو نگلا یا چبایا تو چونکہ قافلہ راستے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کونگل جاتا ہے یعنی طے کرتا ہے اس لیے اسے صراط کہتے ہیں۔یا وہ راستہ قافلے کونگل جاتا ہے اس لیے اسے صراط کہتے ہیں

سین کو صاد سے اس لیے بدلا گیا تا کہ یہ صفت اطباق میں طاء کے مطابق ہو جائے۔

سوال نمبر ۴۸: لفظ صراط کو مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے ان صورتوں کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ صراطِ مستقیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: لفظ صراط کو سراط' صراط' اور صاد کو زاء کو بو دے کر پڑھا جاتا ہے صراط مستقیم سے مراد طریق حق ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ملتِ اسلام ہے۔

سوال نمبر ۴۹: صراط الذین انعمت علیهم ترکیب میں کیا واقع ہوتا ہے اور اس کے لانے کی حکمت کیا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ مصنف کے قول وھو فی حکم تکریر العامل من حیث انه المقصود بالنسبة میں کس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: یہ پہلے صراط الذین سے بدل واقع ہے (بدل کل) اور اسے لانے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے تاکید اور تنصیص ہوگئی اس بات پر کہ مسلمانوں کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جس کے مستقیم ہونے کی گواہی دی گئی ہے اور مصنف کے قول وھو فی حکم الخ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بدل چونکہ نسبت سے مقصود ہوتا ہے اس لیے بدل کے ذکر کے وقت نسبت بھی ملحوظ ہوگی اور نسبت کا تکرار عامل کے تکرار سے ہوتا ہے لہذا بدل سے پہلے حکماً عامل متکرر ہوگا۔

سوال نمبر ۵۰: منعم علیهم سے کون لوگ مراد ہیں؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: اس کے بارے چند اقوال ہیں۔

(۱) اس سے انبیاء کرام علیہم السلام مراد ہیں۔

(۲) اصحاب موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام مراد ہیں لیکن تحریف و تنسیخ سے پہلے لیکن قرآن حکیم کی دوسری آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس سے انبیاء کرام علیہم السلام صدیقین، شہداء اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔

سوال نمبر ۵۱: انعام کا کیا معنی ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جس تقسیم کے ساتھ ذکر کیا ہے اس تقسیم کی وضاحت کیجئے اور یہاں کونسی قسم مراد ہے؟

جواب: انعام کا معنی ایصال النعمۃ (نعمت پہنچانا) ہے (ویسے تو انعام اس حالت کو کہتے ہیں جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے پھر اس کا اطلاق اس نعمت پر کر دیا گیا جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے اور وہ لین ہے)

تقسیم نعمت: اللہ عز وجل کی نعمتیں دو جنسوں میں منحصر ہیں دنیوی، اخروی دنیوی کی پھر دو قسمیں ہیں موھبی، کسبی، موھبی کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) روحانی (جیسے انسان میں روح پھونکنا اور اس کو عقل کے ساتھ روشن کرنا اور اس کی تابع قوتیں جیسے فہم، فکر، نطق وغیرہ)

(۲) جسمانی (جیسے تخلیق بدن اور وہ قوتیں جو بدن میں حلول کیے ہوئے ہیں اور کمال اعضاء، صحت وغیرہ)

اور کسبی نعمتیں (نفس کو رذائل سے پاک کرنا اور عمدہ اخلاق سے مزین کرنا، حصول جاہ وغیرہ) ہیں اور اخروی وہ نعمتیں ہیں کہ جس میں انسان کی کوتاہیوں کی مغفرت اور اس سے راضی ہونا اور اعلیٰ علیین میں اس کو ملائکہ مقربین کے ساتھ ہمیشہ ٹھکانا دینا۔ (لیکن یہاں آیت میں اخروی نعمتیں اور جو ان تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں وہ مراد ہیں کیونکہ اس کے علاوہ میں مومن و کافر دونوں شریک ہیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۵۲: غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ترکیب میں کیا واقع ہوتا ہے اور وذلك انما یصح باحد تاویلین اس عبارت سے کیا بتانا مقصود ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: غیر المغضوب الخ: یہ الذین الخ: سے بدل واقع ہے یا یہ الذین کی صفت واقعہ ہوگا (مبینہ یا مقیدہ صفت مبینہ تو موصوف کے اجمال وابہام کو دور کر دیتی ہے اور صفت مقیدہ موصوف کو مقید کر دیتی ہے پہلی تب ہوگی جب ایمان سے مراد ایمان کامل ہو اور دوسری تب ہوگی جب ایمان سے فقط تصدیق مراد ہو اب چونکہ مصدق کبھی مغضوب علیہ بھی ہوتا ہے تو غیر المغضوب علیھم الخ نے ان حضرات کو موصوف سے خارج کر کے اس کو مقید کر دیا)

وذالك: الخ غیر الخ کو صفت ماننے کی صورت میں اشکال لازم آئے گا کہ الذین معرفہ ہے اور غیر نکرہ تو ان دونوں میں موافقت نہیں ہے تو علامہ بیضاوی نے وذلك الخ سے جواب دیا کہ غیر الخ کو صفت ماننا دو تاویلوں میں سے ایک کو تسلیم کرنے کے ساتھ درست ہوگا۔

(۱) موصول کو نکرہ کے قائم مقام کر دیا جائے۔

(۲) غیر کو اضافت کی وجہ سے معرفہ قرار دیا جائے کیونکہ غیر اسکی طرف مضاف ہے جس کی ایک ہی ضد ہے لہذا وہ متعین ہو گیا۔

سوال نمبر ۵۳: ابن کثیر نے لفظ غیر کو منصوب پڑھا ہے تو ان کے نزدیک اس کا نصب کس بنیاد پر ہوگا اور یہ بھی بتائیں کہ لفظ غضب کا لغوی معنی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کیسے صحیح قرار پائے گی؟

جواب: ابن کثیر نے اسے ضمیر مجرور (علیھم) سے حال واقع ہونے کی بناء پر منصوب پڑھا

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے اور عامل انعمت کو مانا ہے۔ یا یہ اعنی کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا یا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے (یہ تب ہے جب کہ نعمتیں کافروں اور مومنوں دونوں کو شامل مانی جائیں)

غضب کا لغوی معنی ثوران النفس عند ارادة الانتقام (نفس کا ہیجان انتقام کے ارادہ کے وقت) ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جب اس کی نسبت کی جائے گی تو اس سے منتہی وانجام (عذاب دینا) مراد ہوگا۔

سوال نمبر ۵۴: لفظ علیهم ایک جگہ محل رفع میں ہے اور دوسری جگہ محلِ نصب میں ہے دونوں صورتوں کی وضاحت کریں اور لفظ لا کے بارے میں مصنف نے کیا فرمایا اور اس پر کچھ مثالیں پیش کی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: علیهم جو المغضوب کے بعد ہے وہ محلِ رفع میں ہے کیونکہ المغضوب کا یہ نائب فاعل ہے اور علیهم جو انعمت کے بعد ہے وہ محلِ نصب میں ہے کیونکہ وہ مفعول بہ ہے۔

اور لا 'غیر' میں پائے جانے والے نفی کے معنی کی تاکید کے لیے مزیدۃ ہے گویا کہ فرمایا گیا لا المغضوب علیهم ولا الضالین۔ اور چونکہ غیر میں نفی کا معنی پایا جاتا ہے تو یہ لا کے معنی میں ہوا اسی وجہ سے انا زیدا غیر ضارب درست ہے کیونکہ غیر مضاف نہیں بلکہ لا کے معنی میں ہے لہذا یہاں تقدیم مفعول علی عامل مضاف الیہ لازم نہیں آتی یہ ایسے ہی ہے جیسے انا زیدا لا ضارب جائز ہے اور انا زیدا مثل ضارب جائز نہیں کیونکہ مثل مضاف عامل ہے اور یہ زیدا جو کہ ضارب کا مفعول ہے اس کا ضارب کے عامل پر مقدم ہونا لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵۵: ضلال سے کیا مراد ہے اور المغضوب علیهم والضالین سے کون لوگ مراد ہیں تفصیل سے ذکر کریں اور اس پر قرآن مجید سے دلیل پیش کریں؟

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: ضلال سے مراد العدول عن الطریق عمدا او خطا (سیدھے راستے سے جان بوجھ کر یا غلطی سے ہٹنا) ہے ایک قول کے مطابق المغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا من لعنه الله وغضب علیه اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں لقولہ تعالیٰ قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ المغضوب علیھم سے عصاۃ اور الضالین سے الجاهلون بالله مراد ہیں کیونکہ منعم علیہ وہ ہے جو معرفۃ حق لذاتہ اور معرفۃ خیر للعمل بہ کا جامع ہو تو اس کا مقابل وہی ہوگا جس نے ان دونوں میں سے ایک میں خلل ڈالا لہذا مخل بالعمل فاسق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے بارے میں وغضب الله علیه اور مخل بالعلم جاھل ضال ہے لقولہ تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

سوال نمبر ۵٦: ولا الضالین میں کن لوگوں کے نزدیک ہمزہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وہ حضرات جو التقائے ساکنین سے بھاگنے میں بہت کوشش کرتے ہیں ان کی لغت کے مطابق ولا الضألین ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے کیونکہ اس طرح التقائے ساکنین لازم نہیں آتا۔

سوال نمبر ۵۷: لفظ آمین نحوی اعتبار سے کیا ہے اور یہ مد اور قصر دونوں طرح آتا ہے اس پر عربی کلام سے کوئی دلیل ذکر کریں؟

جواب: لفظ آمین اس فعل کا اسم ہے جو کہ استجب ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا معنیٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا افعل۔ اور یہ مبنی برفتحہ ہے این کی طرح التقائے ساکنین کی وجہ سے اور لفظ آمین مد اور قصر دونوں طرح آیا ہے جیسے شاعر کا قول ویرحم الله عبدا قال آمینا اور مد سے مراد الف

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کی مد اور قصر (بغیر مد کے) ہے وقال امین فزاد اللّٰہ ما بیننا بعد۔

سوال نمبر ۵۸: لفظ آمین قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں اور سورۂ فاتحہ کے آخر میں اس کا پڑھنا کیا حیثیت رکھتا ہے نیز امام لفظ آمین پڑھے یا نہیں اس سلسلے میں مصنف کا موقف کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک کیا ہے؟

جواب: لفظ آمین قرآن مجید کا حصہ بالاتفاق نہیں ہے سورۂ فاتحہ کے آخر میں اسے پڑھنا مسنون ہے مصنف کے نزدیک امام اسے کہے گا اور کہے گا بھی بلند آواز سے (جہری نمازوں میں) امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ امام اسے نہیں کہے گا لیکن آپ سے مشہور یہ ہے کہ امام اسے آہستہ کہے گا۔

سوال نمبر ۵۹: سورۂ فاتحہ کی فضیلت کے بارے میں صاحب تفسیر نے کچھ روایات نقل کی ہیں ان کی روشنی میں اس سورت کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: سورۂ فاتحہ کی احادیث میں بہت فضیلت وارد ہوئی ہے جن میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تمہیں ایسی سورۃ کی خبر نہ دوں جس کی مثل توراۃ وانجیل اور قرآن حکیم میں (یعنی قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر) نازل نہیں ہوئی تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ) تو آپ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب یہ سبع مثانی اور وہ قرآنِ عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور عرض کی آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ کو عطا کیے گئے اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے۔ وہ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ آپ اس میں سے جو بھی حرف تلاوت فرمائیں اس کے بدلے میں آپ کو عطا کیا جائے گا۔

اور حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کسی قوم پر حتمی طور پر عذاب بھیجنے والا ہوتا ہے کہ اس قوم کے بچوں میں سے کوئی بچہ مکتب میں الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سن کر ان سے چالیس سال تک عذاب دور فرما دیتا ہے۔

﴿سورۃ بقرۃ﴾

سوال نمبر ۶۰: حروف مقطعات کو اسماء قرار دیا گیا اسماء ہونے پر کیا دلیل ہے نیز ان کے مسمیات کیا ہیں؟

جواب: ان کے مسمیات وہ حروف ہیں جن سے کلمات مرکب ہوتے ہیں جیسے الف'با'تا' وغیرہ۔

ان کے اسماء ہونے کی دلیل:

(۱) ان پر اسم کی تعریف صادق آتی ہے۔

(۲) ان پر اسم کے خواص (تعریف، تنکیر، جمع، تصغیر وغیرہ) آتے رہتے ہیں۔ نیز ان کے اسماء ہونے کی امام خلیل ابوعلی نے بھی تصریح کی ہے۔

سوال نمبر ۶۱: وماروی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ولعلہ سماہ باسم مدلولہ تک عبارت میں ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض اور جواب دونوں کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اعتراض:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے (جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے) جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور حسنہ اپنی دس مثلوں کے ساتھ ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے تو اس حدیث میں الم کو حروف کہا گیا ہے جب کہ آپ اسے اسماء قرار دے رہے ہیں۔

جواب: حدیث مذکورہ میں حرف سے حرف اصطلاحی مراد نہیں کیونکہ حرف کا اصطلاح کے ساتھ خاص ہونا عرف جدید ہے بلکہ وہاں حدیث میں حرف سے لغوی معنی مراد ہے۔

ولعلہ سے دوسرا جواب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو حروف ان کے مدلولات کے اسماء کے اعتبار سے قرار دیا ہو۔ حالانکہ ان کے مدلولات کو ہم بھی حروف مانتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۲: مصنف نے ان اسماء مسمیات سے سورت کے آغاز کی کیا وجہ بیان کی ہے۔ نیز الف کی جگہ ہمزہ لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ ان اسماء کے مسمیات ایک ایک حرف ہیں اور یہ اسماء خود مرکب ہیں لہذا ان اسماء کا آغاز ان کے مسمیات سے کیا گیا تا کہ ان اسماء کی ادائیگی مسمیات کے ساتھ سب سے پہلے کانوں میں پڑے اور الف کی جگہ ہمزہ اس لیے لایا گیا کہ الف ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتداء متعذر ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۶۳: مفسر علیہ الرحمۃ نے اسماء کے معرب ہونے کے حوالے سے کیا مسلک اختیار کیا ہے اور اس پر کیا دلیل دی ہے؟

جواب: جب تک ان (اسماء) کے ساتھ عوامل نہ ملیں یہ ساکن اعراب سے خالی ہوتے ہیں اس لیے کہ اعراب کا موجب اور مقتضی نہیں پایا گیا لیکن یہ اعراب کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ نہیں اس لیے ان پر اعراب آ سکتا ہے اور ان سے مبنی الاصل

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کے مشابہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں ق کو اجتماع ساکنین کے باوجود پڑھا جاتا ہے اور این اور ھؤلاء (ان میں دوسرے ساکن کو حرکت دی گئی) والا معاملہ نہیں کیا گیا۔

سوال نمبر ۶۴: حروف مقطعات کو بعض سورتوں کے شروع میں لانے کی گیارہ وجوہ بیان کی گئی ہیں ان کا اجمالی ذکر کریں؟

جواب: (۱) جس کو قرآن حکیم کے ذریعے چیلنج کیا گیا ہے اس کو بیدار کرنے کے لیے۔

(۲) اور اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ متلو علیہم کلام منظوم ہے اس سے جس سے اہل عرب اپنے کلام کو منظوم کرتے ہیں تو اب اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ تمام اس کے قریب قریب کلام لانے سے عاجز نہ آتے۔

(۳) تاکہ کانوں میں سب سے پہلے پڑنے والی شی اعجاز کی نوع کے ساتھ متصل ہو کیونکہ اسماء حروف کے ساتھ نطق ان کے ساتھ خاص ہے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں لیکن وہ امی جو کاتبوں سے نہیں ملے تو اس سے نطق بعید، غریب خارقِ عادت ہے۔

(۴) یہ حروف زائد کیے گئے ہیں تنبیہ کے لیے اور انقطاع کلام پر دلالت کے لیے تیز دوسرے کلام کے مستانف ہونے پر دلیل کے لیے۔

(۵) اس سے ان کلمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن سے یہ مختصر کیے گئے ہیں

(۶) ان سے اشارہ قوموں کی مدتوں کی طرف جملوں کے حساب سے ہے۔

(۷) ان سے حروف مبسوط پر دلالت کرائی گئی ہے ان سے قسم کھاتے ہوئے۔

(۸) یہ اسماء قرآن ہیں۔

(۹) یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔

(۱۰) الف اقصیٰ حلق سے ہے اور مخارج کا مبدأ ہے اور لام طرف لسان سے ہے اور

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

یہ وسطِ مخارج ہے۔ اور میم شفت سے ہے اور یہ آخر مخارج ہے ان کو اس لیے جمع کر دیا گیا کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گیا کہ بندے کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کا اول کلام' اوسط کلام اور آخر کلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔

(۱۱) یہ راز ہیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنے علم کے ساتھ خاص فرمایا۔

سوال نمبر ۶۵: پہلی دو وجہیں جن کو مصنف نے زیادہ پسند کیا ہے ان کی تفصیل لکھیں؟

جواب: پہلی دو وجہیں جن کو مصنف نے پسند کیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) سورتوں کا ان سے آغاز کیا گیا اس شخص کو بیدار کرتے ہوئے جسے قرآنِ کریم کے ساتھ چیلنج کیا گیا اور اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ متلو علیھم ایسا کلام ہے جو منظوم ہے اس سے جس سے وہ اپنے کلام کو منظوم کرتے ہیں۔

(۲) کان میں سب سے پہلے پڑنے والی وہ شئی ہو جو اعجاز کی ایک نوع کے ساتھ مستقل ہو۔

نوٹ: ان کی تفصیل سوال ۶۴ کے جواب کے ضمن میں کر دی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۶۶: وہ تمام حروف مقطعات جو بعض سورتوں کے شروع میں لائے گئے ہیں ان کی تعداد اور صفات کے حوالے سے مصنف نے ایک تعجب خیز بحث کی ہے ان کا خلاصہ نقل کریں؟

جواب: بعض سورتوں کے شروع میں ۱۴ حروف لائے گئے جو کہ حروفِ تہجی کے نصف ہیں (اگر الف کو مستقل حرف شمار نہ کیا جائے) اور یہ ۲۹ سورتوں کے شروع میں لائے گئے (حروف تہجی کی تعداد کے اعتبار سے) (جب کہ الف ان میں شمار کیا جائے) اور یہ حروف مقطعات حروف کی انواع کے نصفوں پر مشتمل ہے۔ پس حروف مھموسہ جو کہ دس ہیں ان میں سے نصف کو ذکر کیا گیا۔ اور باقی مجھورہ جن کی تعداد ۱۸ ہے میں سے نصف کو ذکر کیا گیا' اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

حروفِ شدیدہ' جو کہ ۸ ہیں میں سے نصف کو ذکر کیا ہے۔ اور باقی رخوہ ہیں ان میں سے ۱۰ کا ذکر کیا گیا حروف مطبقہ (جو کہ ۴ ہیں) میں سے نصف کو ذکر کیے گئے اور باقی منفتحہ میں سے نصف کو ذکر کیا اور باقی حروف قلقلہ جو کہ پانچ ہیں' میں سے نصف اقل کو ذکر کیا اور دو حروفِ لین میں سے ایک حرف یا ذکر کیا اور سات حروفِ مستعلیہ میں سے نصف اقل ذکر کیا اور باقی منخفضہ میں سے نصف ذکر کیے اور گیارہ حروف بدل ہیں ۶ مشہور (مجموعہ اطمئین) ذکر گئے۔ بعض نے سات اور بھی زائد کیے اب یہ ۱۸ ہو گئے تو ان میں سے ۹ حروف (۶ وہی مشہور اور تین ل' ص' ع' ذکر کیے) اور وہ حروف جن کا اپنی مثل میں تو ادغام ہو جاتا ہے لیکن مقارب میں نہیں ہوتا اور وہ ۱۵ ہیں' میں سے نصف اقل کو ذکر کیا اور جن کا مثل و مقارب دونوں میں ادغام ہوتا ہے اور وہ باقی تیرہ حروف ہیں ان میں سے نصفِ اکثر کو ذکر کیا۔ اور وہ چار حروف جو مدغم نہیں ہوتے لیکن مدغم فیہ ہو۔تے ہیں ان میں سے نصف کو ذکر کیا اور چھ حروفِ ذلقیہ میں سے اور ۶ حروفِ حلقیہ میں سے یہ کل بارہ ہو گئے تو اس بارہ کے دو ثلث (۸ حروف) ذکر کیے (کیونکہ یہ کثیر الاستعمال ہیں) مزید کی بناء ۷ حروف سے زائد نہیں ہوتی اس لیے حروف زوائد (جو کہ دس ہیں جن کا مجموعہ الیوم تنساہ ہے) میں سے ۷ حروف کو ذکر کیا۔ اسی بات (کہ مزید کی بناء حروف سے زائد نہیں ہوتی) پر تنبیہ کرنے کے لیے۔

فائدہ: اگر کلمات اور ان کی تراکیب کی چھان بین کی جائے تو ہر جنس سے حروفِ متروکہ کم ہوں گے اور حروف مذکورہ زیادہ (یعنی کلام عرب میں) اسی طرح حروف مقطعات مفردہ' ثنائیہ' ثلاثیہ' رباعیہ اور خماسیہ کر کے ذکر کیے گئے اس بات کی خبر دیتے ہوئے کہ متحدی بہ ان کے ان کلمات سے مرکب ہے جن کے اصول کلماتِ مفردہ و مرکبہ من الاثنین الی الخمسۃ ہیں۔

تین مفردات کو تین سورتوں کے شروع میں ذکر کیا گیا کیونکہ یہ کلمہ کے اقسام ثلثہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اسم' فعل اور حرف میں پائے جاتے ہیں۔ اور چار ثنائیات کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرف میں بلا حذف ہوتے ہیں جیسے بل اور فعل میں حذف کے ساتھ جیسے قل اور اسم میں بغیر حذف کے جیسے من اور حذف کے ساتھ جیسے دم اور یہ ۹ سورتوں میں ذکر کیے گئے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اقسام ثلثہ میں تین وجوہ (فی اولہ ضم' کسر' فتح) پر آتے ہیں (اسماء میں اِذْ' ذو مَن افعال میں قُل' بِع' خَف' اور حروف میں اَن' مِن' مُذ') اور تین ثلاثیات کو ذکر کیا گیا کیونکہ اقسام ثلاثہ میں آتے ہیں اور یہ تیرہ سورتوں میں مذکور ہیں اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ اصول ابنیہ مستعملہ ۱۳! ہیں دس اسماء کے لیے اور تین افعال کے لیے۔ دو رباعیوں اور دو خماسیوں کو ذکر کیا اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک اصل اور ایک ملحق ہے جیسے جعفر' سفر جل وقردد' حجنفل۔

سوال نمبر ۶۷: ان حروفِ مقطعات کو قرآنِ کریم کے شروع میں اکٹھا نہ لانے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: ایک تو وہی فائدہ ہے جو سوال ۶۶ کے جواب میں مفصل بیان ہوا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس تفریق حروف میں اعادۂ تعریف تکریر تنبیہ اور تنبیہ میں مبالغہ ہے۔

سوال نمبر ۶۸: اگر ان اسماء کو سورتوں کے اسماء قرار دیا جائے تو اس کی کیا وجہ ہوگی اس حوالے سے مصنف نے جو بحث کی ہے اختصار کے ساتھ بیان کریں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حروف ایسے کلمات ہیں جن کی ترکیب معروف ہے تو اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتے تو ان کی طاقت اس کے معارضہ سے ساقط نہ ہوتی ان حروف کے سورتوں کے اسماء ہونے پر استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ حروف مفہمہ ہوں گے یا نہیں دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اگر ان کی سمجھ نہ ہو تو ان سے خطاب ایسے ہوگا جیسے مہمل کے ساتھ خطاب اور پہلی صورت ہو تو یا تو ان سے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

وہ سورتیں مراد ہوں گی جن کے یہ آغاز میں ہیں! اس بنا پر کہ یہ ان کے القاب ہیں یا اس کے علاوہ ہو گا دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے وہ مراد ہو گا جو ان کے لیے عرب میں وضع ہوا ظاہر ہے کہ ایسا نہیں (کیونکہ اسم کسی شی کے لیے وضع نہیں کیا گیا) یا اس کا غیر مراد ہو گا یعنی غیر موضوع لہٗ تو یہ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس سے قرآن حکیم کا غیر عربی ہونا لازم آتا ہے ثابت ہو گیا کہ یہ سورتوں کے اسماء ہیں۔

سوال نمبر ۶۹: مفسر علیہ الرحمہ نے لا یقال لم لا یجوز کے تحت چار وجوہ بیان کی ہیں ان چاروں کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب:

(۱) یہ حروف مقطعات اس بات پر تنبیہ اور دلالت کے لیے زائد کیے گئے ہیں کہ پہلا کلام ختم ہو گیا ہے اور دوسرا نیا کلام شروع ہو رہا ہے (جیسا کہ قطرب کا قول ہے)

(۲) ان حروف سے ایسے کلام کی طرف اشارہ ہے جن سے یہ حروف مختصر کیے گئے ہیں جس طرح شاعر نے اپنے قول میں اختصار کیا ہے۔ قولہ قلت لها قفی فقالت لی قاف (تو یہاں وقفت' یا اقف کی جگہ قاف کہا گیا اختصار کرتے ہوئے) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الف سے مراد الاء اللہ ہیں اور لام سے مراد اللہ تعالیٰ کا لطف اور میم سے مراد اللہ تعالیٰ کا ملک۔ اور آپ ہی سے مروی ہے کہ الف اسم اللہ تعالیٰ سے ہے اور لام اسم جبریل علیہ السلام سے ہے اور میم اسم محمد رسول اللہ ﷺ سے نیز آپ سے مروی ہے کہ الر' وحم' ون' اس کا الرحمن مجموعہ ہے اسی طرح آپ سے مروی ہے کہ الم کا معنی انا اللہ تعالیٰ اعلم ہے اسی طرح باقی سورتوں کے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

فواتح کا حال ہے)

(۳) ان حروف کے اعداد کے اعتبار سے قوموں کی مدتیں اور آجال مراد ہیں۔ جس طرح کہ ابوالعالیہ نے کہا اس مروی حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب یہودی آئے تو آپ نے ان پر الم البقرہ تلاوت فرمائی تو انہوں نے اس کا حساب لگایا اور کہا ہم کیسے اس دین میں داخل ہوں جس کی مدت اے سال ہے تو رسول اکرم ﷺ نے مسکرا دیے پھر انہوں نے کہا اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ تو آپ نے فرمایا المص ' الر ' المر تو انہوں نے کہ آپ نے ہم پر معاملہ خلط ملط کر دیا ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس کو لیں۔ تو نبی اکرم ﷺ کا ان حروف کی اس ترتیب سے ان پر تلاوت فرمانا اور ان کے استنباط پر خاموشی اختیار فرمانا اس بات (مدد آجال مراد ہونا) پر دلیل ہے۔

(۴) یہ حروف مبسوط پر دال ہیں ان سے قسم کھائی گئی ہے ان کے شرف کی وجہ سے کیونکہ یہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے مفردات اور اس کے خطاب کے اصل ہیں۔

سوال نمبر ۷: امام بیضاوی رحمہ اللہ نے ان وجوہ کو جو لا یقال لم لا یجوز کے تحت بیان کی گئی ہیں پسند کیا یا نہیں اگر نہیں تو ان کا جواب کیا دیا ہے؟

جواب: مفسر نے ان وجوہ کو پسند نہیں کیا لہٰذا ترتیب وار ان کا رد کیا۔

(۱) ایسی کوئی مثال نہیں جس میں یہ حروف انقطاع پر تنبیہ و دلالت کے لیے زائد کیے گئے ہوں اور رہی بات استیناف کی تو وہ ان حروف کو اور ان کے غیر کو بھی (مثلاً سبحان الذی تبارک الذی وغیرہ) لازم ہے اس حیثیت سے کہ وہ سورتوں کے فواتح ہیں اور یہ بات تقاضا نہیں کرتی کہ ان حروف کا ان کی ذات میں کوئی معنی

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نہ ہو یہاں تک کہ انہیں زائد کہا جائے۔

(۲) اہل عرب کی لغت میں ہے حروف' کلمات معینہ سے اختصار کے لیے مستعمل نہیں ہیں رہی بات شعر کی تو وہ شاذ ہے۔اور رہا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تو وہ تو اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ حروف اسماء کا منبع ہیں اور خطاب کے مبادی ہیں اور امثلہ حسنہ کے ساتھ تمثیل ہے۔کیونکہ آپ نے ہر حرف کو کلمات متباینہ سے شمار کیا وہاں یہ کوئی تخصیص نہیں کہ یہ معانی مراد ہیں دوسرے نہیں۔

(۳) یہ حروف مدت اقوام کے لیے بھی وضع نہیں کیے گئے کہ ان کو معربات کے ساتھ ملایا جائے اور حدیث پاک میں اس بات پر دلالت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی جہالت سے تعجب فرماتے ہوئے تبسم فرمایا۔

(۴) ان کو مقسم بہا بنانا اگر چہ ممتنع نہیں لیکن اس صورت میں چند چیزوں کو پوشیدہ ماننے کی ضرورت پیش آئے گی جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال نمبر ا: حروف مقطعات کو اسماء قرآن قرار دینے پر امام بیضاوی نے کیا دلیل دی ہے نیز انہوں نے فرمایا ولذلك اخبر عنها بالكتب والقرآن حالانکہ لفظ قرآن ان اسماء کی خبر کے طور پر واقع نہیں ہوا اس کے باوجود لفظ قرآن کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: دلیل: حروف مقطعات کے اسماء قرآن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض حروف کو کتاب اور قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے (جیسے الم ذلك الكتب' المص كتاب انزل' الر كتب احكمت' المر تلك ايت الكتب وقرآن مبين' طس تلك ايت القران وكتب مبين۔)

لفظ قرآن اگر چہ ان اسماء کی خبر کے طور پر واقع نہیں ہوا لیکن کتاب سے مراد بھی قرآن ہے اور مصنف نے الکتاب پر القرآن کا عطف لا کر اسی کی طرف اشارہ کیا۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۷۲: کیا حروف مقطعات کے مفہوم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اگر اسے خاص مانا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے مفسر علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں لیکن آپ کے علاوہ کسی اور کو سمجھانے کا قصد نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص مانا جائے تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ نبی اکرم ﷺ کو ایسی چیز کے ساتھ خطاب کیا جائے جو غیر مفید ہے۔

سوال نمبر ۷۳: حروفِ مقطعات کے اعرابؒ کے حوالے سے وضاحت کریں کہ کن کن صورتوں میں یہ محلِ اعراب ہوگا اور کن صورتوں میں محلِ اعراب نہیں ہوگا۔ نیز رفع، نصب اور جر کے حوالے سے وجوہ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اعرابِ لفظی کہاں ہوگا اور حکایت کا تعلق کن کن حروفِ مقطعات سے ہوگا؟

جواب: اگر ان حروف کو اسماء اللہ تعالیٰ، اسماء القرآن یا اسماء السور بنایا جائے تو ان صورتوں میں ان کے لیے اعراب سے حصہ ہوگا اور اگر ان کو کلمات کا بعض مانا جائے یا ایسی آوازیں مانا جائے جو حروفِ تنبیہ کے قائم مقام ہیں تو ان صورتوں میں ان حروف کے لیے اعراب سے محل نہیں ہوگا (کالجمل المبتداۃ والمفرداتِ المعدودۃ)

پہلی صورت میں جب ان کے لیے محل من الاعراب ہو تو یا تو مرفوع ہوں گے اور ان پر رفع مبتداء ہونے یا خبر ہونے کی بنا پر ہوگا۔ یا ان پر نصب ہوگا فعل قسم کے مقدر ہونے کے ساتھ یا ان پر جر ہوگی حرفِ قسم کے مضمر ہونے کی بناء پر۔

اعراب لفظاً اور حکایۃً (پہلی حالت پر باقی رہنا) ان حروفِ مقطعات میں آتا ہے جو مفرد ہوں یا مفرد کے وزن پر ہوں جیسے حٰم یہ ھابیل (مفرد) کے وزن پر ہے اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

فقط حکایت ان دونوں کے علاوہ (وہ مفرد نہ ہوں اور مفرد کے وزن پر بھی نہ ہوں) میں آتی ہے۔

سوال نمبر ۷۴: کیا حروف مقطعات ان سورتوں کی آیات شمار ہوتے ہیں جن کے شروع میں ان کو لایا گیا ہے یا نہیں اس سلسلے میں تفسیر بیضاوی کیا کہتی ہے؟

جواب: اس بارے میں کوفیوں اور غیر کوفیوں کا اختلاف ہے غیر کوفیوں کے نزدیک حروف مقطعات میں سے کوئی بھی آیت شمار نہیں ہوتا۔ لیکن کوفیوں کے نزدیک الم اپنی جگہوں میں المص، کھیعص، طه، طسم، یس، حم، یہ ایک ایک آیت ہیں اور حم عسق دو آیتیں ہیں اور باقی حروف آیات نہیں (وھذا توقیف لامجال للقیاس فیہ)

سوال نمبر ۷۵: ذلك کا مشار الیہ الم کن صورتوں میں بنتا ہے نیز اسم اشارہ کو اشارہ بعید اور مذکر کیوں لایا گیا؟

جواب: اگر یہ تاویل کی جائے (مقدر عبارت نکالی جائے) المؤلف من هذه الحروف یا تفسیر کی جائے السورة یا القرآن کے ساتھ تو ان صورتوں میں ذلك سے اشارہ الم کی طرف ہوگا۔ ارشارہ بعید اس لیے لایا گیا کہ اس سے کلام ہو گیا اور گذر گیا یا اس لیے کہ یہ مرسل سے مرسل الیہ کی طرف پہنچ گیا تو بعید ہو گیا۔ الم سے جب سورۃ مراد ہو تو اب اسم اشارہ کو مذکر اس لیے لایا گیا کہ کتاب مذکر ہے اور کتاب ذلك کی خبر ہے یا یہ اس کی صفت ہے اس لیے موصوف یا مبتدا کو مذکر لایا گیا۔

سوال نمبر ۷۶: اسم اشارہ کا مشار الیہ الکتاب کو قرار دیا جائے تو الکتاب ترکیب میں کیا واقع ہوگی نیز یہ بتائیں کہ لفظ کتاب مصدر ہے اسے مفعول کی جگہ کیوں لایا گیا اور لکھنے سے پہلے اسے کتاب کیسے قرار دیا گیا؟

جواب: اس صورت میں الکتاب ذلك کی صفت واقع ہوگی، مصدر کو مفعول کی جگہ یا تو

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے یا یہ مصدر مبنی للمفعول ہے (لباس کی طرح) اور لکھنے سے پہلے اس پر کتاب کا اطلاق اس لیے کیا گیا کہ بالآخر اسے لکھا جانا تھا تو مستقبل (ما یـؤل الیہ) کے اعتبار سے اسے کتاب کہہ دیا گیا۔

سوال نمبر ۷۷: قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں لوگوں نے شک کیا ہے اس کے باوجود لا ریب فیہ فرمایا گیا اس کی کیا توجیہہ ہوگی؟

جواب: توجیہ: قرآن حکیم واضح ہونے کی وجہ سے نیز اس کی دلیل روشن ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا کیونکہ عاقل قرآن حکیم کے وحی ہونے اور حد اعجاز کو پہنچا ہونے میں نظرِ صحیح کے بعد شک نہیں کرتا اس اعتبار سے لا ریب فیہ فرمایا گیا اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی شک کرتا ہی نہیں۔

سوال نمبر ۷۸: لفظ ریب کا لغوی معنی کیا ہے اور اسے شک قرار دینا کس مناسبت سے ہے؟

جواب: ریب رابنی الشیء کا مصدر ہے یہ تب کہا جاتا ہے۔ جب تجھ میں ریبۃ حاصل ہو اور ریبہ نفس کے قلق اور اس کے اضطراب کو کہا جاتا ہے شک کو ریب قرار دینا اس مناسبت سے ہے کہ یہ نفس کو قلق میں ڈالتا ہے اور اطمینان کو زائل کر دیتا ہے۔

سوال نمبر ۷۹: ہدایت کا مفہوم واضح کریں اور بتائیں کہ قرآن مجید جب تمام کائنات انسان کے لیے ہدایت ہے تو متقین کے ساتھ اس کا اختصاص کس وجہ سے ہے اور یہ بھی بتائیں کہ مجمل اور متشابہ قرآن مجید کے ہدایت ہونے میں خلل پیدا نہیں کرتے؟

جواب: ہدایت کا معنی دلالت ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسی دلالت ہے جو مطلوب تک پہنچا دے۔ اس ہدایت کا اختصاص متقین کے ساتھ اس وجہ سے فرمایا گیا کہ وہی اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کے دلائل سے نفع حاصل کرتے ہیں اگرچہ اس کی دلالت عام ہے ہر ناظر کے لیے چاہے وہ مسلم ہو یا کافر جیسا کہ فرمایا گیا ھدی للناس یا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

متقین کا اختصاص اس وجہ سے ہے کہ اس میں غور وفکر کر کے وہی نفع حاصل کر سکتا ہے جس نے اپنی عقل کو روشن کیا ہو اور آیات کے تدبر اور معجزات میں نظر کرنے میں لگا ہو اور نبوت کے پہچان کرنے میں منہمک ہو۔

مجمل اور متشابہ قرآن مجید کے ہدایت ہونے میں خلل نہیں ڈالتے اس لیے کہ دلالت سمع اور عقل سے اس کی مراد متعین ہو سکتی ہے (ھذا عند الشافعیہ والحنفیہ) مجمل اور متشابہ کا ہدایت ہونا اس معنی میں ہے کہ یہ اپنی حقیقت کے اعتقاد اور اپنا علم اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرنے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

سوال نمبر ۸۰: تقوی کا لغوی اور شرعی معنیٰ ذکر کرنے کے بعد اس کے تین مراتب قرآن مجید سے مثالوں کے ساتھ ذکر کریں؟

جواب: تقویٰ کا لغوی معنی فرط الصیانہ (بہت زیادہ بچنا) ہے اور عرف شرع میں متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے نفس کو ہر اس چیز سے بچائے جو اس کے لیے آخرت میں ضرر رساں ہو۔

تقویٰ کے تین مراتب ہیں:

(۱) عذابِ مخلد (جس میں ہمیشہ رہنا ہو) سے بچنا شرک سے بیزاری اختیار کر کے
مثال: الزمھم کلمة التقوی تو اس میں کلمہ تقوی سے مراد کلمہ توحید ہے۔

(۲) ہر اس چیز سے بچنا جو گناہ میں ڈالے چاہے وہ فعل ہو یا ترک فعل حتی کہ بعض کے نزدیک صغائر سے بھی بچنا اور شرع میں یہی اسمِ تقویٰ سے متعارف ہے۔
مثال: ولو ان اھل القری امنوا واتقوا۔

(۳) اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانا جو اس کے دل کو حق تعالیٰ سے پھیرے اور اس

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا اور یہی تقویٰ حقیقی ہے مثال واتقوا اللہ حق تقاتہ۔

سوال نمبر۸۱: الم سے لے کر ھدی للمتقین تک تمام عبارت کی مختلف تراکیب جو مفسر علیہ الرحمہ نے بیان کی ہیں انہیں واضح کریں اور اس ضمن میں کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے تو اسکی وضاحت مع جواب نقل کریں؟

جواب: الم مبتداء ہے اس بنا پر کہ یہ قرآن یا سورۃ کا اسم ہے یا یہ مقدر ہوگا المؤلف منھا کی تاویل سے اور ذلك اس مبتدا کی خبر ہے۔ لیکن جب المؤلف منھا مقدر عبارت نکالی جائے تو اس صورت میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ المؤلف منھا عام ہے اور مبتدا ہے اور ذلك خاص ہے اور اس کی خبر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اخص کا حمل اعم پر درست نہیں ہوتا جب کہ مذکورہ ترکیب کی صورت میں یہ خرابی لازم آتی ہے۔

جواب: مؤلف سے مؤلف کامل مراد ہے جو اپنی تالیف میں مکمل واکمل اور فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہو۔ تو اب یہ مبتدا خاص ہو جائے گا۔ الکتاب ذلك کی صفت ہے۔

ترکیب نمبر۲: الم مبتداء محذوف کی خبر ہے (مثلاً ھذا او المتحدی به مولف من ھذہ الحروف) اور ذلک خبر ثانی یا خبر اول سے بدل ہے اور الکتاب ذلك کی صفت ہے۔ اور لا ریب میں ریب مشہور قول کے مطابق مبنی بر فتحہ ہے اور لا کا اسم ہے لیکن ابو الشعثاء کی قراءۃ میں اس لا کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے جو لا لیس کے معنی میں ہے اور فیہ اس کی خبر ہے۔ یا فیہ ریب کی صفت ہے اور للمتقین اس لا کی خبر ہوگا اور ھدی حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ یا خبر محذوف ہوگی (فیہ) اور تقدیر عبارت یہ ہوگی لا ریب فیہ فیہ ھدی للمتقین۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ترکیب نمبر۳: ذلك مبتداء اور الکتاب اس کی خبر (سوال پیدا ہوا کہ مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوگئے جس سے حصر لازم آیا کہ یہی کتاب ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سے مراد کامل کتاب ہے جو کہ کتاب کہلانے کی اہل ہے اور وہ فقط قرآن حکیم ہے لہذا حصر درست ہوگیا) یا الکتاب صفت ہوگی اور اس کا مابعد ذلك کی خبر اور مبتدا اور خبر مل کر مبتدا کی خبر ہو جائیں گے۔

سوال نمبر۸۲: مصنف علیہ الرحمہ نے و الاول فرما کر چار جملوں کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ہر آنے والا جملہ پہلے جملے کو پکا کرتا ہے ان چار جملوں کی وضاحت اور جملۂ لاحقہ کا جملۂ سابقہ کو پکا کرنے کی توضیح پیش کریں؟

جواب: الم ایک جملہ ہے (محذوف المبتدا او الخبر) جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متحدی بہ اس کی جنس سے ہی مرکب ہے جس سے وہ اپنے کلام کو مرکب کرتے ہیں ذلک الکتاب دوسرا جملہ ہے اور اس نے جہۃ تحدی کو پختہ کر دیا بایں صورت کہ یہی وہ کتاب جس کی صفت غایتِ کمال کے ساتھ لائی گی۔ اور پھر نفی ریب سے اس کے کمال پر مہر لگا دی گئی۔ لا ریب فیہ تیسرا جملہ ہے جو اس کتاب کے کمال کی گواہی دیتا ہے کیونکہ حق اور یقین سے اعلیٰ کوئی کمال نہیں اور ھدی للمتقین (اپنے مقدر مبتدا کے ساتھ) چوتھا جملہ ہے جو اس کتاب کے ایسا حق ہونے کو پختہ کرتا ہے جس کے گرد شک کی مجال نہیں پختہ اس طرح کیا کہ متقین کے لیے ہدایت ہے اور جو متقین کے لیے ہدایت ہو اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور جس کتاب میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو وہ حدِ کمال کو پہنچی ہوتی ہے او جو کتاب حدِ کمال کو پہنچی ہو اس سے معارضہ ممکن نہیں۔

سوال نمبر۸۳: مصنف نے ایک اور صورت بیان کی ہے وہ یہ کہ ہر پہلا جملہ بعد والے جملے کو اپنے پیچھے یوں لاتا ہے جیسے دلیل مدلول کو لاتی ہے اس بات کی وضاحت کیجیے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر بعد والا جملہ پہلے والے جملے کا مدلول ہے اور پہلا جملہ اس کی دلیل وعلت (جیسے دور سے دھواں نظر آئے تو یہ آگ کی دلیل ہے لہذا مدلول بعد میں نظر آئے گا) اسی طرح یہاں بھی پہلا جملہ دوسرے جملے کی دلیل ہوگا۔ جس کی وضاحت یوں ہے کہ جب اس بات پر تنبیہ فرمائی گئی کہ متحدی بہ معجز ہے اس حیثیت سے کہ یہ ان کے کلام کی جنس سے ہے اور وہ اس کے معارضہ سے بھی عاجز آ گئے تو اس سے نتیجہ نکلا کہ یہ ایسی کتاب ہے جو حد کمال کو پہنچنے والی ہے اور یہ بات اس کو مستلزم ہے کہ اس کے اطراف کے ساتھ شک چنگل نہ مار سکے (کیوں کہ جس کلام میں شک ہو اس سے زیادہ ناقص شی کوئی نہیں ہوگی) اور جو اس طرح ہو یقیناً وہ متقین کے لیے ہدایت ہوگی۔

سوال نمبر ۸۴: ان چاروں جملوں میں سے ہر جملے میں ایک یا اس سے زائد نکات ہیں ان کی تفصیل قلمبند کریں؟

جواب: پہلے جملے میں حذف متبدا والخبر ہے جس سے اس کا معجز ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس میں مقصود (تحدی یا طلب معارضہ یا اس کا کلام اللہ تعالیٰ ہونا) کی طرف باوجود تعلیل (کہ وہ عاجز آ گئے اگر وہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو البتہ وہ اس کے معارضہ پر قادر ہوتے کیونکہ یہ اسی سے مرکب ہے جس سے وہ اپنے کلام کو مرکب کرتے ہیں۔)

اور دوسرے جملہ (ذلك الكتاب) میں الف لام تعریف کو لا کر اس کی عظمت بڑھادی (اس طرح اس میں حصر ہو گیا کہ یہی کتاب کامل اور کتاب کہلانے کے لائق ہے)

اور تیسرے جملے (لاریب فیه) میں ظرف کو مؤخر کیا گیا ایہام باطل سے بچتے ہوئے (کیونکہ اگر ظرف مقدم ہوتا تو حصر پیدا ہو جاتا فقط اس میں شک نہیں حالانکہ باقی آسمانی کتابوں میں بھی شک نہیں ہے)

اور چوتھے جملے میں حذف ہے یعنی ھدی سے پہلے ھو مبتداء محذوف ہے اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

مصدر کے ساتھ موصوف کیا گیا مبالغہ کے لیے ھدی کو نکرہ لایا گیا تعظیم کے لیے اور ہدایت کی تخصیص متقین کے ساتھ غایت کے اعتبار سے ہے اور مشارف ای مقارب للتقوی کا نام رکھنا اختصار ہے کلام میں یا اس کی شان کی عظمت بیان کرنے کے لیے۔

سوال نمبر ۸۵: الذین یؤمنون بالغیب کی ترکیب کے ضمن میں مفسر نے دو صورتیں ذکر کی ہیں۔

(۱) المتقین کے ساتھ موصول ہو۔

(۲) اس سے مفصول ہو۔

پہلی صورت میں صفت مجرورہ ہوگا تو بتایئے کہ صفت کی تین قسمیں کون کونسی ہیں اور ان کی تعریفات کیا ہیں اور یہاں ان تین اقسام کی مطابقت کیسے ہوگی؟

جواب: صفت کی تین اقسام ہیں:

(۱) صفتِ مقیدہ (۲) صفت موضحہ (۳) صفتِ مادحہ

وجہ حصر: اگر صفت کا مفہوم موصوف کے مفہوم کا عین ہو (کہ وہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوسکیں) موصوف مجمل ہو صفت اس کو مفصل و مبین کردے تو اس کو صفت کاشفہ و موضحہ کہتے ہیں۔ اگر صفت کا مفہوم موصوف کے مفہوم سے خارج ہو بایں صورت کہ صفتِ ان بعض احوال پر دلالت کرے جو موصوف سے خارج ہیں تو اس کو صفت مخصصہ و مقیدہ کہتے ہیں اور اگر موصوف مخاطب کو معلوم ہو صفت کے اجراء سے پہلے تو اس صورت میں صفت مادحہ ہوگی۔

صفت مقیدہ تب ہوگی جب تقوی کی تفسیر ترک مالایعنی سے کی جائے تو اس کے احوال سے ایمان بالغیب اقامۃ الصلوۃ وغیرہ خارج ہوں گے تو یہ صفت انہیں اس میں داخل کردے گی۔ اور اگر تقوی کی تفسیر اس سے کی جائے جو فعلِ حسنات اور ترک سیئات کو

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

شامل ہے تو اس صورت میں صفت موضحہ ہوگی کیونکہ متقین سے جو اجمالاً سمجھا جا رہا تھا الذین صفت نے اس کو بیان کر دیا۔ یا صفت مادحہ ہوگی اس صورت میں کہ متقین سے بعینہ وہی مراد ہوں جن کا الذین الخ صفات میں ذکر کیا گیا تو اب صفت ان کی مدح کے لیے ہوگی۔

سوال نمبر ۸۶: اگر یؤمنون بالغیب کو مفصول عنہ قرار دیا جائے تو ترکیب اور وقف کے لحاظ سے کیا صورت ہوگی؟

جواب: اس صورت میں الذین مرفوع بالابتداء ہوگا اور اسکی خبر اولئك علی هدی ہوگی اور متقین پر وقف تام ہوگا۔

سوال نمبر ۸۷: ایمان کا لغوی معنی ذکر کریں اور اصطلاحی ایمان کے ساتھ اس کی مطابقت بھی بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ تعدیہ کے لیے باء کو کیوں لایا گیا؟

جواب: ایمان لغت میں عبارت ہے تصدیق سے اور یہ امن سے ماخوذ ہے مصدق کو مومن اس لیے کہتے ہیں کہ گویا کہ اس نے مُصَدَّق کو تکذیب و مخالفت سے امن دے دیا۔

تعدیہ کے لیے باء کو اس لیے لایا گیا ہے کہ یہ اعتراف کے معنی کو متضمن ہے۔

کبھی ایمان وثوق کے معنی میں بھی آتا ہے اس حیثیت سے کہ واثق امن والا ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۸۸: شریعت میں ایمان کسے کہتے ہیں اور کیا اقرار اور عمل ایمان کی تعریف میں داخل ہیں اس سلسلے میں مختلف مذاہب ذکر کریں نیز یہ بتائیں کہ منافق' کافر اور فاسق میں کیا فرق ہے اور فاسق کے بارے میں خوارج اور معتزلہ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: شریعت میں ایمان التصدیق بما علم بالضرورة انه من دین محمد ﷺ (اس کی تصدیق کو کہتے ہیں جس کے بارے میں بداہتاً معلوم ہو کہ یہ دین محمد ﷺ سے ہے) کو کہتے ہیں جیسے توحید' نبوت' بعث' جزاء۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جمہور محدثین معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے اعتقاد الحق' الاقرار به' العمل لمقتضاه ۔ جو فقط اعتقاد میں خلل ڈالے تو وہ منافق ہے اور جو اقرار میں خلل ڈالے وہ کافر مجاہر ہے اور جو عمل میں خلل ڈالے تو فاسق ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن خوارج کے نزدیک مخل بالعمل خارج عن الایمان ہے اور معتزلہ کے نزدیک خارج عن الایمان غیر داخل فی الکفر ہے۔

سوال نمبر ۸۹: ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اس عقیدہ پر عقلی اور نقلی دلائل ذکر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کیا تصدیق بالقلب کے لیے اقرار باللسان ضروری ہے کہ نہیں جو لوگ ضروری مانتے ہیں ان کی دلیل اور مخالفین کی طرف سے اس کا جواب بھی ذکر کریں؟

جواب: ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اس پر چند دلائل یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ایمان کی اضافت قلب کی طرف فرمائی جیسے کتب فی قلوبهم الایمان وقلبه مطمئن بالایمان' ولم تومن قلوبهم ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ نیز ایمان پر عمل صالح کا عطف متعدد جگہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان فقط تصدیق بالقلب کا نام ہے نیز ایمان کو معاصی کے ساتھ بھی متعدد جگہوں پر لایا گیا جیسے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا' یا ایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ ولم یلبسوا ایمانهم بظلم۔ نیز ایمان سے فقط تصدیق مراد لینے میں لغوی معنی میں تغیر کم لازم آتی ہے۔ (کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور یہ شرعی ایمان تصدیق بالقلب) جبکہ باقی دو صورتیں مراد لینے میں تغیر زیادہ لازم آتی ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ مجرد تصدیق بالقلب کافی ہے یا تمکن کے لیے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اقرار ساتھ ملانا بھی ضروری ہے دوسرے مذہب والوں کے دلائل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاند (من یعلم الحق ولا یعترف) کی مذمت جاہل مقصر کی مذمت سے زیادہ فرمائی جس سے معلوم ہو گیا کہ اقرار بھی ضروری ہے۔

مخالفین نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مذمت انکار کی وجہ سے فرمائی نہ کہ عدمِ اقرار کی وجہ سے لہذا اس سے اقرار کا لازم ہونا مستدل نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۹: غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کر کے اس کی دو قسمیں جو مصنف نے بیان کی ہیں ان کی وضاحت کریں اور یہ بتائیں کہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو اس آیت کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ کے لیے علمِ غیب ماننا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: غیب مصدر ہے (وصف بہ للمبالغۃ) عرب مطمئن زمین کو اور پہلو کی جگہ جو کہ پست اور چھپی ہوتی ہے غیب کہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے یہ اصل میں غیب فیعل کے وزن پر ہے پھر اس میں تخفیف کر دی گئی۔ اور غیب کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل (وہ خفی کہ حس جس کا ادراک نہ کر سکے اور بداہتاً عقل اس کا تقاضا نہ کرے۔)

غیب کی دو قسمیں ہیں

(۱) جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو ھو المعنی بقولہ تعالی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔

(۲) جس پر دلیل قائم ہو کالصانع وصفاتہ والیوم الاخر واحوالہ وھو المراد بہ فی الایۃ الذین یؤمنون بالغیب الایۃ۔

وعندہ مفاتح الغیب الایۃ۔ میں جس غیب کا اللہ تعالیٰ کے لیے حصر کیا گیا وہ علم غیب ذاتی (یعنی بغیر کسی کے عطا کرنے کے) اور رہی بات عطا کرنے کی تو اس میں نفی

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نہیں۔

سوال نمبر۹۱: لفظِ غیب سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں مصنف نے جو صورتیں بیان کی ہیں ان کا تفصیلی ذکر کر کے یہ بتائیں کہ بالغیب پر جو باء داخل ہے اس کی حیثیت کیا ہوگی۔

جواب: جب لفظِ غیب کا صلہ بنایا جائے اور مفعول بہ کی جگہ واقع کیا جائے تو اس سے مراد الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل ہوگی۔ لیکن اگر بالغیب کو حال بنائیں ملتبسین بالغیب تقدیر عبارت نکال کر تو اب یہ غیب اور خفا کے معنی میں ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ وہ ایمان لاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تم سے غائب ہوتے ہیں (لاکا لمنافقین الذین اذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا و اذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم یا وہ ایمان رکھتے ہیں اس حال میں کہ وہ موقن بہ (نبی کریم ﷺ) سے غائب ہوتے ہیں لما روی ابن مسعود رضی اللہ عنھما قال والذی لا الہ غیرہ ما آمن احد افضل من ایمان بغیب پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یا غیب سے مراد قلب ہے اور معنی یہ بنے گا وہ اپنے دلوں کے ذریعے ایمان لاتے ہیں لا کمن یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم پہلی صورت (جب بالغیب کو صلہ و مفعول بہ قرار دیا جائے) میں باء تعدیہ کے لیے ہوگی اور دوسری صورت (جب بالغیب حال واقع ہو) میں باء مصاحبت کے لیے ہوگی اور تیسری صورت (جب بالغیب سے قلب مراد ہو) میں باآلہ کے لیے ہوگی۔

سوال نمبر۹۲: صاحب تفسیر نے اقامۃ الصلوٰۃ کے کتنے اور کون کون سے معانی بیان کیے ہیں اس سلسلے میں لغوی تائیدات بھی پیش کریں؟

جواب:

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۱) یقیمون الصلوٰۃ کا معنیٰ ہے یعدلون ارکانھا ویحفظونھا ان یقع زیغ فی افعالھا (وہ تعدیل ارکان کرتے ہیں نیز نماز کی اس بات سے حفاظت کرتے ہیں کہ اس کے افعال میں ٹیڑھا پن واقع ہو) یہ اقام العود (یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی لکڑی کو سیدھا کر دے) سے ماخوذ ہے۔

(۲) یقیمون الصلوٰۃ کا معنیٰ ہے یواظبون علیھا (وہ ہمیشگی سے نماز ادا کرتے ہیں) یہ قامت السوق (یہ تب کہا جاتا ہے جب بازار چالو ہو جائے) سے ماخوذ ہے۔ جس طرح شاعر نے کہا

اقامت غزالۃ سوق الضراب اقامت لا ھل الراقین حولا قیماطا

ترجمہ: غزالہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا عراقیوں کے لیے مکمل سال

کیونکہ جب نماز کی حفاظت کی جائے گی تو یہ اس نافق کی طرح ہو جائے گی جس میں رغبت کی جاتی ہے اور جب نماز کو ضائع کر دیا جائے تو یہ اس کاسد (مندا) کی طرح ہو جائے گی جس سے اعراض کیا جاتا ہے۔

(۳) یقیمون الصلوٰۃ کا معنیٰ ہے کہ یتشمرون لاداثھا من غیر فتور ولا توان (وہ اس کی ادائیگی میں بغیر کسی کمی اور کوتاہی کے کوشش کرتے ہیں) یہ عربوں کے اس محاورے سے ماخوذ ہے قام بالامر واقامہ (یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اس میں کوشش کرے اور شدت اختیار کرے)

(۴) یقیمون الصلوٰۃ کا معنیٰ یؤدونھا ہے تو نماز کی ادائیگی کو اقامۃ سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ نماز بھی قیام پر مشتمل ہوتی ہے کما عبر عنھا بالقنوت والرکوع والسجود والتسبیح۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۹۳: مصنف علیہ الرحمۃ نے اقامۃ الصلوۃ کے کونسے معنی کوزیادہ ظاہر قرار دیا ہے اور اس پر کیا دلائل پیش کیے ہیں؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے معنی (یعدلون ارکانھا ویحفظونھا ان یقع زیغ فی افعالھا) کوزیادہ ظاہر قرار دیا ہے اور اس پر دلائل یہ دیے ہیں کہ یہ معنی زیادہ مشہور ہے اور حقیقت کے زیادہ قریب ہے (کیونکہ چاروں معانی مجازی ہیں لیکن معنی اول حقیقت کے زیادہ قریب ہے) مصنف نے حقیقت سے حقیقت عرفی مراد لی ہے اور وہ تقویم العود وتسویۃ اجزائہ وازالۃ اعوجاجہ ہے) نیز اس نے اس بات کا فائدہ بھی دیا کہ مدح کے لائق وہی ہے جو نماز کے ظاہری حقوق (فرائض وسنن وغیرہ) اور باطنی حقوق (خشوع، اقبال بقلبہ علی اللہ تعالی) کی رعایت کرے لا المصلون الذین ھم عن صلاتھم ساھون اسی وجہ سے سیاق مدح میں والمقیمین الصلوۃ اور معرض ذم میں فویل للمصلین ذکر کیا گیا۔

سوال نمبر۹۴: لفظ صلوۃ کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ نماز کو صلوۃ کیوں کہتے ہیں اور دعا کو صلوۃ کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: صلوۃ فَعَلَۃٌ کے وزن پر ہے صلی سے ماخوذ ہے (یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی دعا کرے جس طرح کہ زکوۃ زکی سے ماخوذ ہے نماز کو صلوۃ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلی اصل میں سرین ہلانے کو کہتے ہیں تو اس صورت میں نمازی کو مصلی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ رکوع وسجود میں یہ فعل کرتا ہے۔ اور دعا کرنے والے کو مصلی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کو راکع وساجد کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے خشوع میں۔

سوال نمبر۹۵: رزق کا لغوی اور عرفی معنی کیا ہے اور اس سلسلے میں اھل سنت

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

وجماعت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف کس بات میں ہے دونوں طرف کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اہلسنت کی ترجیح واضح کریں؟

جواب: لغت میں رزق حصے کو کہتے ہیں قال اللہ تعالی وتجعلون رزقکم انکم تکذبون تم جھٹلانے کو اپنا حصہ بناتے ہو۔ اور عرف نے اسے خاص کر دیا کہ شیٔ کو حیوان کے ساتھ خاص کر دینا اور اس کو اس شی سے نفع حاصل کرنے کی قدرت دینا۔

معتزلہ اور اھل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف اس بات میں ہے کہ معتزلہ حرام کو رزق تسلیم نہیں کرتے جب اہل سنت و جماعت حرام کو بھی رزق تسلیم کرتے ہیں۔

معتزلہ کے دلائل:

یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ حرام پر قدرت دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام سے نفع حاصل کرنے سے منع فرمایا اور اس سے رکنے کا حکم فرمایا۔ نیز اس آیت (وممارزقنھم ینفقون) میں رزق کی نسبت اپنی طرف فرمائی یہ بتاتے ہوئے کہ وہ خالص حلال کو خرچ کرتے ہیں کیونکہ انفاق حرام موجب مدح نہیں حالانکہ یہ مقام مدح ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی اس چیز کے حرام کرنے پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق میں عطا فرمائی۔ بقولہ تعالی قل ارایتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا۔

اہل سنت کی طرف سے جواب و دلائل:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رزق کی نسبت فرمائی اس کی عظمت بیان کرنے کے لیے اور انفاق پر ابھارنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ نے مذمت اس لیے فرمائی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اس کو انہوں نے حرام قرار دیا۔ اور ممارزقناھم کا اختصاص حلال کے ساتھ قرینۂ مدح کی وجہ سے ہے اس لیے نہیں کہ حلال ہی رزق ہوتا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ نیز اہل سنت و جماعت نے رزق کے حلال و حرام دونوں کو شامل ہونے کا استدلال حدیث مبارک سے کیا۔ بقوله عليه الصلوة والسلام فى حديثه عمرو بن قرة لقد رزقك الله طيبا فاخترت ما حرم الله عليك من رزقه مكان ما احل الله لك من حلاله تو اس حدیث میں فرمایا گیا ما حرم عليك من رزقه کہ تو نے اس کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رزق میں سے تجھ پر حرام فرمایا تو حرام پر رزق کا اطلاق فرمایا گیا۔ نیز اگر حرام رزق نہ ہوتا تو جو شخص پوری عمر حرام سے غذا حاصل کرنے والا ہے وہ مرزوق نہ رہے گا حالانکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا وما من دابة فى الارض الا على الله رزقها تو قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں جہاں معتزلہ کا رد ہو گیا وہاں مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجیح بھی ثابت ہو گئی کہ انہوں نے قرآن وسنت سے استدلال صحیح کیا۔

سوال نمبر۹۶: انفاق فی سبیل اللہ کو بعض لوگوں نے زکوۃ کے ساتھ خاص کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس لیے کہ زکوۃ انفاق کی انواع میں سے افضل اور اصل ہے یا اس وجہ سے انفاق کو زکوۃ کے ساتھ خاص کیا کہ زکوۃ اس چیز کے ساتھ ملی ہوتی ہے جو اس کی مترادف ہے یعنی نماز کے ساتھ اس کو ذکر کیا گیا تو جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح انفاق کا وہ فرد مراد ہوگا جو فرض ہے اور وہ زکوۃ ہے۔

سوال نمبر۹۷: مفعول کی تقدیم اور من تبعیضیہ لانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور ويحتمل ان يراد به الانفاق الخ عبارت سے مصنف کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: مفعول کی تقدیم اس کی اہمیت کی وجہ سے ہے (مما کی تقدیم ينفقون سے) نیز آیتوں کے اواخر کی مطابقت کے لیے اس کو مقدم کیا گیا۔ اور من تبعیضیہ اس اسراف سے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

رکنے کے لیے داخل کیا گیا جس سے روکا گیا ہے۔

ویحتمل ان الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی بھی محتمل ہے کہ انفاق تمام نیکی کے کاموں میں مراد ہو۔ جو اللہ عزوجل نے ان کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے عطا فرمائے۔ اس کی تائید نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کرتا ہے کہ وہ علم جسے کہا نہ جائے (جسے بیان نہ کیا جائے) اس خزانے کی طرح ہے جسے خرچ نہ کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ علم کا خرچ کرنا بھی اس انفاق میں داخل ہے۔ والیہ ذھب من قال ومما خصصناھم بہ من انوار المعرفۃ یفیضون۔

سوال نمبر ۹۸: والذین یؤمنون سے من قبلک تک اس عبارت کا عطف کس پر ہے۔ عطف کے حوالے سے مختلف مذکورہ صورتوں کو واضح کرتے ہوئے ان کی روشنی میں ان لوگوں کا تعین کریں جو اس آیت میں مراد ہیں؟

جواب: اس عبارت کا عطف الذین یؤمنون بالغیب پر ہے اور اس سے مراد اہل کتاب کے مومن ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپ کی امثال: اور والذین یؤمنون بما الایۃ یہ الذین یؤمنون بالغیب الایۃ کے ساتھ جملہ متقین میں داخل ہیں جس طرح کہ اخص اعم کے تحت داخل ہوتا ہے کیونکہ الذین یؤمنون بالغیب سے وہ لوگ مراد ہیں جو شرک اور انکار سے محفوظ ہو گئے اور وہ الذین یؤمنون الآیۃ سے مراد ان کے مقابل لوگ ہیں جو ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہو گئے۔ لہٰذا دونوں آیتیں متقین کی تفصیل ہوں گی۔ یا اس آیت کا عطف المتقین پر ہوگا گویا کہ یہ فرمایا کہ یہ ہدایت ہے شرک سے بچنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اہل ادیان میں سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس آیت سے بعینہ پہلے لوگ الذین والے مراد ہوں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال: جب دونوں آیتوں سے ایک ہی لوگ مراد ہیں تو درمیان میں حرف عطف کیوں لایا گیا؟

جواب: اس میں حرف عطف اسی طرح لایا گیا جیسے شاعر کے قول الی الملك القرم وابن الھمام میں لایا گیا حالانکہ ملك القرم اور ابن الھمام سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ یعنی اسماء اور صفات کے درمیان حرف عطف تغایر مفہوم کے اعتبار سے دائر ہوتا رہتا ہے تو ان دونوں آیتوں میں بھی صفات کے مفہومات میں تغایر ہے اس لیے حرف عطف لایا گیا۔

سوال نمبر ۹۹: موصول کا تکرار کس وجہ سے ہے؟

جواب: یہ بتانے کے لیے کہ دونوں راستوں (عقل وسمع) کے درمیان تغایر ہے یا یہ تخصیص بعد التعمیم ہے کہ اولین سے ایک گروہ جو کہ اھل کتاب ہیں ان کو جملہ سے خاص کرتے ہوئے ذکر فرمایا گیا (جس طرح کہ ملائکہ کے ذکر بعد حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کا ذکر کیا گیا) ان کی شان کی عظمت بیان کرنے کے لیے اور ان کی امثال کو رغبت دلانے کے لیے۔

سوال نمبر ۱۰۰: انزال کا معنی کیا ہے اور انزال کا تعلق ذوات سے ہوتا ہے معانی پر انزال کا اطلاق کیسے درست ہوگا؟

جواب: انزال کا معنی نقل الشیء من الاعلی الی الاسفل ہے (شی کو اوپر سے نیچے کی طرف منتقل کرنا ہے) معانی کے ساتھ انزال کا لحوق ان ذوات کے لحوق کے واسطہ سے ہوتا ہے جو ان معانی کو متضمن ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ کتب الٰہیہ کا نزول رسولوں پر اس طرح ہوتا ہو کہ فرشتہ اسے اللہ تعالیٰ سے روحانی طور پر لے لیتا ہو یا فرشتہ لوح محفوظ سے اسے یاد کر کے رسولوں کی طرف لے آتا ہو۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۱۰۱: بما انزل الیک سے کیا مراد ہے اور بما انزل من قبلک سے کیا مراد ہے اور ان دونوں پر ایمان لانے میں کوئی تفاوت ہے یا نہیں؟

جواب: بما انزل الیک سے مکمل قرآن اور تمام کی تمام شریعت مراد ہے اور بما انزل من قبلک سے تمام کتب سابقہ مراد ہیں۔ ان دونوں پر ایمان لانا فرضِ عین ہے لیکن اول پر نہ کہ ثانی پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے اس حیثیت سے کہ ہم اس کی تفاصیل سے عبادت کرنے والے ہیں اور فرض کفایہ اس لیے ہے کہ اس کا وجوب ہر ایک پر حرج اور فسادِ معاش کو ثابت کرتا ہے۔

سوال نمبر۱۰۲: بالآخرۃ ھم یوقنون فرما کر یہود و نصاریٰ کے بعض نظریات کا رد کیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کے یہ نظریات تھے کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو یہودی یا نصرانی ہو اور آگ انگوگنتی کے چند دن چھوئے گی۔ نیز ان کے اختلاف جنت کی نعمتوں کے بارے میں کہ وہ دنیا کی نعمتوں کی جنس سے ہے یا غیر دنیا کی۔ اور اسی طرح اس کے دوام و انقطاع کو رد کیا گیا لیکن و بالآخرۃ ھم یوقنون جب فرمایا گیا (کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں) تو اس سے ان کے تمام نظریات باطلہ زائل ہو گئے۔

سوال نمبر۱۰۳: یقین سے کس قسم کا علم مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کو اس سے موصوف کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

جواب: یقین کہتے ہیں اتقان العلم بنفی الشك والشبهة عنه نظرا واستدلالا علم کو پختہ کرنا شک اور شبہ کی اس سے نفی کر کے نظر و استدلال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علم کو یقین سے موصوف اس لیے نہیں کر سکتے کہ یقین میں نظر و استدلال کے ذریعے علم پختہ ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم نظر و استدلال سے پاک ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۱۰۴: وبالاخرة میں حضرت نافع کی قرأت کیا ہے اور اس پر انہوں نے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: امام نافع بالآخرة کو تخفیف سے پڑھتے ہیں ہمزہ کو حذف کر کے اور ہمزہ کی حرکت لام کو دے کر۔ اور یوقنون میں واؤ کو ہمزہ سے بدل کر پڑھتے ہیں۔ ماقبل کے ضمہ کی وجہ سے اس کو وجوہ اور وقتت کی واؤ مضمومہ کے قائم مقام کرتے ہوئے کہ انکی واؤ مضمومہ کو بھی ہمزہ سے بدل کر پڑھا جاتا ہے (کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ واؤ مضموم یا مکسور کلمہ کے شروع میں واقع ہو تو اسے ہمزہ سے بدلنا جائز ہے) اسکی نظیر لحب المؤقدان الی مؤسی ہے دوسرا مصرع وجعدة اذا اضاءه هما الوقود یہاں موقدان اور موسیٰ میں واؤ کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے۔ ماقبل کے ضمہ کی وجہ سے۔

سوال نمبر۱۰۵: اولئك على هدى من ربهم کس صورت میں محل رفع میں ہوگا اور یہ کونسا مرفوع قرار پائے گا نیز اسے استنافیہ قرار دینے کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: اگر احد الموصولین (والذین یؤمنون الایة) کو متقین سے مفصول مانیں تو اولئك الایة اس کی خبر ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہوگا لیکن اگر والذین الآیة کو متقین سے مفصول نہ مانیں بلکہ موصول مانیں تو اس صورت میں اولـئك الایة جملہ مستأنفہ ہوگا اور اس کے لیے محلِ اعراب نہیں ہوگا۔ (اس صورت میں یا تو یہ احکام اور صفات متقدمہ کا نتیجہ ہوگا یا سائل کا جواب ہوگا)

سوال نمبر۱۰۶: لفظ علی یہاں کیا معنی دیتا ہے اور ان لوگوں کا ہدایت پر استقرار کس طرح حاصل ہوگا نیز یہ بھی بتائیں کہ لفظِ ھدی کو نکرہ لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ویسے تو لفظِ علی استعلاء کے لیے ہوتا ہے لیکن یہاں ان موصوفین کے ہدایت پر تمکن اور استقرار کی مثال دی گئی ہے اس شخص کی حالت کے ساتھ جو کسی شی پر بلند ہو جائے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اور اس پر سوار ہو جائے۔ اور یہ حاصل ہوتا ہے کہ فکر کے استقرار سے اور ہمیشہ اس میں نظر لگانے سے جس میں حجج و دلائل نصب کیے گئے ہیں اور نفس کے عمل میں محاسبہ پر ہمیشگی کرنے سے۔

ھدی کو نکرہ تعظیم کے لیے لایا گیا گویا اس سے ہدایت کی وہ قسم مراد ہے جس کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا اور نہ ہی اس کی قدر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۷۰ اُولٰئك ھم المفلحون میں اسم اشارہ کا تکرار کس بات پر اور کیسے تنبیہ قرار پاتا ہے نیز واؤ حرف عطف لانے کی وجہ کیا ہے جب کہ اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون میں حرف عطف نہیں لایا گیا؟

جواب: اس میں اسم اشارہ کا تکرار اس بات پر تنبیہ کے لیے ہے کہ ان کا ان صفات کے ساتھ اتصاف تقاضا کرتا ہے ان دونوں نتیجوں میں سے ہر ایک کا اور ان میں سے ہر ایک (اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون) کافی ہے ان کے باقیوں سے ممتاز ہونے میں۔

وجہِ تنبیہ: کیونکہ ماقبل یہ گزر چکا ہے کہ حکم کا مرتب ہونا اسم اشارہ پر یہ اس طرح ہے جس طرح کہ وہ موصوف مترتب ہوا تو اس نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ موصوف کا ان صفات سے موصوف ہونا ایسی علت ہے جو ان میں سے ایک کا تقاضا کرنے والی ہے کیونکہ تکریر علت تکریر معلول پر دلالت کرتی ہے اگر اسم اشارہ کا تکرار نہ ہوتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ اوصاف معطوف علیہ (علي هدى) کا تقاضا کرتے ہیں نہ کہ معطوف (المفلحون) کا اور اسم اشارہ کے تکرار سے اس بات پر تنبیہ ہوگئی کہ یہ اوصاف معطوف کا بھی تقاضا کرتے ہیں

دوسری تنبیہ اس طرح حاصل ہوئی کہ ان دونوں فصلوں میں سے ہر ایک ان کے ممتاز ہونے میں کافی ہے اگر اسم اشارہ کا تکرار نہ ہوتا تو یہ سمجھا جاتا کہ ان کا مجموعہ تو ممتاز کرنے کے لیے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کافی ہے الگ الگ نہیں۔

سوال نمبر ۱۰۸: ھم ضمیر لانے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ان کو واضح کریں اور بتائیں کہ فلاح کا کیا معنی ہے اور متقین کو مفلحون کیوں کہا گیا؟

جواب: ھم ضمیر مبتدا ہے اور المفلحون اس کی خبر ہے اور یہ جملہ اولئک کی خبر ہے۔ فلاح کا معنی الفائز بالمطلوب ہے متقین کو مفلحون اس لیے کہا گیا کہ ان کے لیے ہی کامیابی کے راستے کھل جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۹: مصنف علیہ الرحمۃ نے سعادتوں کے حصول کے سلسلے میں متقین کے اختصاص کی کچھ وجوہ بیان کی ہیں ان وجوہ کا جائزہ پیش کریں؟

جواب: متقین کے اختصاص کی مصنف نے چند وجوہ بیان کی ہیں جن کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

(۱) کلام کو اسم اشارہ پر مبنی کرنا تعلیل مع الایجاز ہے (کیونکہ اس میں صفات داخل ہیں اور یہ بمنزلہ مشتق کے ہے جو کہ مفید علت ہے نیز اس میں اختصار ہے اگر اسم اشارہ نہ ہوتا تو تمام صفات کو ذکر کرنا ضروری ہوتا)

(۲) اسم اشارہ کی تکریر، خبر کی تعریف، فصل کی توسیط ان کی قدر کے اظہار کے لیے ہے۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی رغبت دینا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۰: ان الذین کفروا کے شروع میں واؤ عاطفہ کیوں نہیں لائی گئی جس طرح ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم میں واؤ عاطفہ لائی گئی ہے؟

جواب: جواب سے پہلے ایک تمہید ہے کہ حرف عطف ان دو جملوں کے درمیان لایا جاتا ہے جن میں مکمل مغایرت وانقطاع نہ ہو اور جہاں مکمل مغایرت وانقطاع ہو وہاں حرف عطف نہیں لایا جاتا۔ اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ ان الذین کفروا اور پہلے جملے میں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تباین فی الغرض ہے کیونکہ پہلا جملہ قرآنِ کریم کے ذکر اور اسکی شان بیان کرنے کے لیے چلایا گیا جب کہ دوسرا جملہ کفار کی سرکشی اور گمراہی میں ان کے انہماک کی شرح کے لیے چلایا گیا۔ بخلاف ان الابرار الخ کے کیونکہ پہلے جملے کا مسند الیہ (الابرار) دوسرے جملے کے مسند (جحیم) کی ضد ہے اور بلغاء تضاد کو جامع وہمی کے قبیلہ سے شمار کرتے ہیں جو کہ دو جملوں کے درمیان وجوہ مناسبت میں سے ایک وجہ ہے تو جب دونوں جملوں میں ایک قسم کی مناسبت ہوئی تو کمالِ مغایرت نہ رہی اسی وجہ سے حرفِ عطف لایا گیا۔

سوال نمبر ۱۱۱: انّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اس مشابہت کی صورتیں کون کونسی ہیں۔ نیز فعل رفع بھی دیتا ہے اور نصب بھی اسی طرح ان کا بھی یہ عمل ہے تو دونوں کے عمل میں فرق کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل کی فعل کے ساتھ مشابہت کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) تعدادِ حروف میں مشابہت (۲) فتح پر مبنی ہونے میں مشابہت۔

(۳) لزوم اسماء میں مشابہت یعنی جس طرح فعل کے بعد اسم لازم ہے۔ اسی طرح ان حروف کے بعد بھی اسم لازم ہے۔

(۴) فعل کے معانی دینے میں مشابہت۔

(۵) یہ حروف فعلِ متعدی کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں اس بات میں کہ جس طرح فعل متعدی دو اسموں پر آتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں۔ (حروف مشبہ بالفعل کی فعل کے ساتھ مشابہت کی مثال پہلی چار وجہوں میں یہ ہے کہ جس طرح حَقَّ ماضی کا صیغہ سے حروف کی تعداد انّ کے حروف کے مساوی ہے اور یہ فتح پر مبنی ہے اور اسکے بعد اسم لازم ہے جو کہ فاعل بنے گا نیز ان میں حق والا معنی بھی پایا جاتا ہے باقی حروف مشبہ بالفعل کو اسی طرح باقی افعال پر قیاس کر لیا جائے)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

دونوں کے عمل میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ (یعنی جس طرح فعل رفع ونصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی دیتے ہیں لیکن فعل پہلے اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے جب کہ یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں) اس بات پر آگاہی ہو جائے کہ یہ حروف عمل میں فعل کی فرع ہیں اور آئمیں داخل ہیں۔

سوال نمبر ۱۱۲: اِنَّ لانے کا کیا فائدہ ہے اور یہ کہاں کہاں آتا ہے مثال سے واضح کریں؟

جواب: اِنَّ لانے کا فائدہ اس نسبت کو جو مبتدا اور خبر کے درمیان ہوتی ہے پکا کرنا ہے۔ اور اِنَّ شک کی جگہوں میں لایا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا انـــــی رسول من رب العالمین تو فرعون کو آپ کی رسالت میں شک تھا اس لیے اِنَّ لائے۔

اور کبھی یہ جواب قسم کے شروع میں آتا ہے اور مطلقاً جواب کے شروع میں بھی آتا ہے جیسے قولہ تعالی ویسئلونك عن ذی القرنین قل سأتلوا علیکم منه ذکرا انا مکنا له فی الارض تو یہاں ان کے سوال کے جواب میں اِنَّا لایا گیا۔ (نیز امام مبرد نے فرمایا جب عبد الله قائم بغیر ان کے کہا جائے تو یہ عبداللہ کے قیام کی خبر ہے اور اگر ان عبد الله قائم کہا جائے تو یہ سائل کا جواب ہوگا کیونکہ یہ اِنَّ کے ساتھ ہے اور ان عبد الله لقائم عبداللہ کے قیام کے منکر کا جواب ہے کیونکہ اس میں دو تاکیدیں ہیں)

سوال نمبر ۱۱۳: اسم موصول کی تعریف عہد یا جنس کے لیے ہے دونوں صورتوں میں واضح کریں کہ کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: الف لام عہدی ہونے کی صورت میں معین لوگ مراد ہوں گے جس طرح ابولہب' ابوجہل' ولید بن مغیرہ اور علماء یہود اور الف لام جنسی مراد لینے کی صورت میں وہ تمام لوگ مراد

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہوں گے جو کفر پر پختہ ہوئے اور ان کے علاوہ باقی کافر بھی مراد ہوں گے یعنی جو کفر پر پختہ نہ ہوئے پھر سواء علیهم الآیة سے غیر مصرین کو خارج کر دیا گیا اور صرف مصرین علی الکفر اسمیں داخل رہے۔

سوال نمبر ۱۱۴: کفر کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: کفر کا لغوی معنی ستر النعمة ہے (نعمت کو چھپانا) اور اصطلاح شرع میں اس چیز کے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں جس کے بارے میں بداہتاً معلوم ہو کہ رسول کریم ﷺ اس کو لائے ہیں۔

سوال نمبر ۱۱۵: قرآن مجید میں جو الفاظ ماضی کے صیغے کے ساتھ آئے ہیں ان کے حوالے سے معتزلہ کا اختلاف اور ان کے استدلال کا جواب وضاحت سے ذکر کریں؟

جواب: معتزلہ کا اہل سنت وجماعت سے اختلاف یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کو حادث مانتے ہیں اور اس کے حدوث پر استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ماضی کے صیغے کے ساتھ اخبار کثرت سے موجود ہے مثلاً ان الذین کفروا اور اسی طرح دوسری آیات' اور ماضی کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ خبر دینے سے پہلے نسبت واقع ہو چکی ہو نزول قرآن کے وقت ماضی کے صیغے سے اخبار اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اخبار وقوع نسبت سے مسبوق ہو لہذا یہ مسبوق بغیرہ ہوا اور ہر مسبوق بغیرہ مسبوق بالعدم ہوتا ہے لہذا مسبوق بالعدم بھی ہوا اور جو مسبوق بالعدم ہو وہ حادث ہوتا ہے لہذا قرآن کریم بھی حادث ہوا۔

معتزلہ کو جواب اس طرح دیا گیا کہ ہمارا مذہب جو یہ ہے کہ قرآن کریم ازلی ہے تو اس سے مراد کلامِ نفسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور (ازل میں) یہ ماضی حال و مستقبل کے ساتھ متصف نہیں تھا۔ کیونکہ ازل میں زمانہ نہ تھا البتہ یہ کلام ماضی وغیرہ سے متصف ہوتا ہے تعلقات کے تجدد کے ساتھ اور زمانوں کے حادث ہونے کے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ساتھ۔ تو زیادہ سے زیادہ حدوثِ تعلق لازم آئے گا جو کہ حدوثِ کلام کا مقتضی نہیں جس طرح کہ علم میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں اس بات کا علم تھا کہ عالم موجود ہوگا اب جب عالم وجود میں آیا تو اللہ تعالیٰ کا علم کہ عالم موجود ہوگا (سیوجد) وُجِدَ میں منقلب ہوگیا کہ عالم موجود ہوگیا اب عالم کے ساتھ علم کے تعلق کے حدوث سے اللہ تعالیٰ کے علم کا حادث ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال نمبر ۱۶: لفظِ سواء اور اس کے اعراب کی تحقیق کے حوالے سے مصنف نے جو کچھ ذکر کیا ہے واضح الفاظ میں بیان کریں؟

جواب: لفظِ سواء اسم ہے استواء کے معنی میں ہے تو جس طرح مصدر کے ساتھ صفت لائی جاتی ہے اسی طرح سواء کے ساتھ صفت لائی گئی۔ اور سواء ان کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کا مابعد علیھم ءانذرتھم الخ) اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اب تقدیر عبارت یوں ہوگی ان الذین کفروا مستو علیھم انذارك وعدمه سیئان علیھم یہاں سواء صفت کے معنی میں اور ءانذرتھم ام لم تنذرھم یہ مصدر کے معنی میں ہوکر صیغہ صفت کے فاعل بن جائیں گے۔

سوال نمبر ۱۷: والفعل انما یمتنع الاخبار عنه الخ اس عبارت میں ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال اور جواب کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: مفسر نے پہلے فرمایا تھا کہ انذرتھم ام لم تنذرھم یا تو سواء کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع بنے یا مخبر عنہ ہوگا (یعنی سواء خبر مقدم اور ءانذرتھم ام لم تنذرھم مبتدا مؤخر ہوگی) اس پر اعتراض ہوا کہ مخبر عنہ مسند الیہ ہمیشہ اسم ہوتے ہیں جب کہ فعل کا مسند الیہ ہونا ممتنع ہے تو آپ نے ءانذرتھم الخ کو کس طرح مسند الیہ بنا دیا حالانکہ یہ فعل ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

مفسر علیہ الرحمۃ نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ فعل کو مخبر عنہ بنانا تب ممتنع ہوتا ہے جب فعل سے تمام ماوضع لہ مراد ہو (جن کے لیے فعل وضع کیا گیا ہے وہ تمام کا تمام مراد ہو) (اور فعل تین چیزوں کے لیے وضع کیا گیا۔

(۱) معنیٰ مصدری (۲) نسبت معنی مصدری اور فاعل کے درمیان نسبت۔ (۳) زمانہ

جب فعل سے اس کا لفظ مراد ہو یا مطلق حدوث مراد ہو تو فعل اضافت اور مسند الیہ ہونے میں اسم کی طرح ہوتا ہے لہذا اس صورت میں فعل کو مخبر عنہ بنانا درست ہے۔

سوال نمبر ۱۱۸: قرآن مجید میں ءانذرتھم بطور فعل لانے اور مصدر نہ لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اس میں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) معنوی (۲) لفظی

معنوی فائدہ تو یہ ہے کہ فعل لانے میں ایہام تجدد ہے کیونکہ فعل کے مفہوم میں زمانہ بھی داخل ہے اور زمانے کی شان تغیر وتجدد ہے جب کہ مصدر لانے میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

لفظی فائدہ یہ ہے کہ ہمزہ اور ام کا فعل پر دخول تو حسن ہے مصدر پر دخول حسن نہیں کیونکہ استفہام بالفعل اولیٰ ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۹: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انذار کا ذکر فرمایا اور بشارت کا ذکر نہیں فرمایا اس کی کیا وجہ ہے نیز ءانذرتھم کے دو ہمزوں کے بارے میں مفسر علیہ الرحمۃ نے کیا فرمایا ہے؟

جواب: اس لیے کہ انذار دل میں زیادہ واقع ہوتا ہے اور نفس میں زیادہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ ضرر کو دور کرنا نفع حاصل کرنے سے اہم ہے نیز جب کفار کو انذار نے نفع نہ دیا حالانکہ اس

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

میں تاثیر زیادہ ہے تو بشارت بطریق اولیٰ نفع نہ دے گی کیونکہ یہ تاثیر میں انذار سے کم ہے اسی لیے بشارت کا ذکر نہ فرمایا گیا۔

(۱) ءانذرتھم کے دو ہمزوں کے بارے میں مفسر نے فرمایا کہ ان دونوں کو تحقیق (اپنے مخرج) سے پڑھا گیا ہے۔

(۲) اور دوسرے ہمزہ کی تخفیف کے ساتھ (تحقیق اور تخفیف دونوں کے درمیان میں الف داخل نہیں کیا جاتا) اور تخفیف ثانیہ کی صورت میں دوسرے ہمزہ کو الف اور ہمزہ کے درمیان پڑھا گیا ہے یعنی ان کے مخارج کے درمیان لیکن دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلنا لحن جلی ہے اس لیے کہ متحرک ہمزہ کو الف سے نہیں بدلا جاتا نیز اس سے اجتماع ساکنین (الف اور نون) علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ ممنوع ہے (یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ اس لیے ہے کہ دوسرا ساکن غیر مدغم ہے)۔

(۳) دو ہمزوں کو تحقیق سے ہی پڑھا جائے لیکن درمیان میں الف داخل کر دیا جائے۔

(۴) درمیان میں الف داخل کیا جائے اور دوسرے ہمزہ کو بین بین پڑھا جائے۔

(۵) ہمزہ استفہام کو حذف کر دیا جائے۔

(۶) ہمزہ استفہام کو حذف کر دیا جائے اور اس کی حرکت اس سے پہلے ساکن (جو کہ علیھم کی میم ہے) اس کو دے دی جائے اور عَلَيْهِمُ أَنْذَرْتَهُمْ پڑھا جائے۔

سوال نمبر ۱۲۰: جملہ لا یؤمنون ترکیب میں کیا واقع ہوتا ہے تفصیلی جواب دیں؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) یہ جملہ ماقبل کی تفسیر کرے (جس میں استواء تھا اور وہ انذرتھم الخ ہے) اس صورت میں اس کا محل اعراب نہ ہوگا۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۲) یہ حال مؤکدہ ہو(علیہم کی ضمیر سے)

(۳) یہ بدل ہو(اِن کی خبر سے جو کہ سواء الخ ہے)

(۴) یہ اِن کی خبر ہو اور ماقبل (سواء الخ) جملہ معترضہ ہو جو کہ حکم کی علت ہے۔

سوال نمبر ۱۲۱: تکلیف مالا یطاق کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے اختلاف، مجوزین کا اس آیت سے استدلال اور اس کا جواب وضاحت سے تحریر کریں؟

جواب: جمہور محققین کے نزدیک تکلیف مالا یطاق (جس کو ممتنع لذاتہ کی تکلیف سے بھی تعبیر کرتے ہیں) جائز نہیں اور امام اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز تو ہے واقع نہیں (جس طرح اجتماع ضدین)

اس آیہ مبارکہ سے جنہوں نے تکلیف مالا یطاق کے جواز پر استدلال کیا وہ اس طرح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کا مکلّف بھی بنایا ہے اب اگر وہ ایمان لے آئیں تو دو محال لازم آئیں گے۔ پہلا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خبر (لا یؤمنون) کاذب ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اس سے معاذ اللہ جہل لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہیں اور جس کے وقوع کا فرض محال ہو وہ خود بھی محال ہوتا ہے لہذا ان سے ایمان کا صدور محال ہوا حالانکہ ان کو ایمان کا مکلّف بنایا گیا اور یہ تکلیف بالمحال ہے اور اس چیز کی تکلیف ہے جس کی طاقت نہ ہو لہذا ثابت ہو گیا کہ تکلیف مالا یطاق جائز ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلّف بنایا اور ایمان کہتے ہیں تصدیق النبی ﷺ فی جمیع ما علم مجیئہ بہ اور اس میں سے لا یؤمنون بھی ہے اب ان کا ایمان لا یؤمنون کے ایمان کو بھی شامل ہو گیا اور یہ ضدین کا اجتماع ہے جو کہ محال ہے۔ لہذا ان کو ایمان کا مکلّف بنانا تکلیف مالا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

والحق الخ سے مفسر علیہ نے مجوزین کا جواب دیا کہ تکلیف مالا یطاق اگرچہ عقلاً جائز ہے (کیونکہ احکام غرض کا تقاضا نہیں کرتے) لیکن یہ غیر واقع ہے اور رہی بات آپ کے استدلال کی تو شے کے واقع ہونے یا واقع نہ ہونے کی خبر دینا اس شے پر قدرت کی نفی نہیں کرتا لہذا یہ تکلیف ممتنع لذاتہ نہ ہوئی اور آپ کا تکلیف بالممتنع لذاتہ کے جواز پر اس آیت سے استدلال کرنا درست نہ ہوا۔

سوال نمبر ۱۳۲: جب یہ بات معلوم ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انذار کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے کچھ دیگر آیات کے حوالے سے اپنے جواب کو مدلل ذکر کریں۔ نیز یہ بتائیں کہ کیا اس آیت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب کی خبر دی گئی یا نہیں اگر غیب کی خبر ہے تو کس صورت میں؟

جواب: لایؤمنون کے علم کے باوجود انذار کے فوائد ہیں۔

(۱) اتمامِ حجت۔

(۲) تبلیغ کے فعل سے رسول اکرم ﷺ کا ثواب وفضل حاصل کرنا۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سواء علیھم فرمایا کہ انذار اور عدم انذار کفار پر برابر ہیں سواء علیک نہیں فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو اس انذار کا نفع ہے۔ اور جب کہ بتوں کے پجاریوں کے حق میں فرمایا سوء علیکم ادعوتموھم الایۃ کہ تم پر برابر ہے کہ بتوں کو پکارو یا خاموش رہو یعنی تمہیں اس کا کوئی نفع نہیں ہوگا۔

الذین موصول میں اگر الف لام عہد خارجی کا مراد ہو تو اس سے معین لوگ مراد ہوں گے کما ذکر اور یہ خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دی گئی (کیونکہ کسی کے بارے میں حواس کے ذریعے یہ نہیں جانا جا سکتا ہے کہ وہ ایمان لائے گا یا نہیں اس لیے ابوجہل، ابو

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۱۲۳: ختم اور غشاوۃ کی وضاحت کریں اور یہاں ان دونوں سے کیا مراد ہے اس پر تفصیلی جواب لکھیں؟

جواب: ختم 'کتم (چھپانے) کو کہتے ہیں اور غشاوۃ ڈھانپنے کو کہتے ہیں آیہ کریمہ میں ختم اور غشاوہ اپنے حقیقی معانی پر استعمال نہیں ہوئے بلکہ یہاں ان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایسی ہیئت پیدا فرمادے جو ان کو کفر کے پسند کرنے اور ایمان کو ناپسند کرنے پر نیز گناہوں کو پسند کرنے پر اور نیکیوں کو ناپسند کرنے پر عادی بنادے اور وہ ہیئت ان کے دلوں کو ایسا بنادے کہ اس میں حق داخل نہ ہو سکے (ان کی سرکشی کے سبب نیز گمراہوں کی تقلید میں منہمک ہونے اور نظر صحیح نہ کرنے کے سبب) تو گویا ایسے ہو گئے جن پر مہر لگی ہوئی ہے اور وہ ان کی آنکھیں انفسی و آفاقی دلائل کو نہیں دیکھتیں گویا کہ ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان آیات اور آنکھوں کے درمیان حائل ہو گئے ہیں تو اس کو ختم اور غشاوۃ بطور استعارہ فرمایا گیا۔

یا بطور استعارہ تمثیلیہ ان کے دلوں اور ان کے اعضاء کی جو کہ نا کارہ ہو چکے ہیں مثال ان اشیاء کے ساتھ جن اشیاء اور ان سے انتفاع کے درمیان پردہ حائل ہے ختم اور غشاوۃ کے ساتھ دی گئی۔

سوال نمبر۱۲۴: واضطربت المعتزلة فيه فذكروا وجوها من التاويل اس عبارت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ معتزلہ کے اضطراب کی کیا وجہ ہے اور اس کی انہوں نے کیا کیا تاویلات کی ہیں؟

جواب: معتزلہ کے اضطراب کی وجہ یہ ہے کہ ختم اللہ علی قلوبھم الاية سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگانے کے ساتھ قبول حق سے مانع ہوا اور ان کے کانوں پر مہر لگانے کے ساتھ حق تک پہنچنے سے مانع ہوا اور حق سے مانع ہونا قبیح ہے لہذا اللہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

تعالیٰ سے اس کا صدور ممتنع ہوا۔

وجوہ تاویل:

(۱) کفار نے جب حق سے اعراض کیا اور یہ اعراض ان کے دلوں میں راسخ ہوگیا یہاں تک یہ ان کی طبیعت کی طرح ہوگیا تو ان کی تشبیہ اس وصف کے ساتھ دی گئی جو خلقی ہے اور جس پر ان کی فطرت رکھی گئی ہے۔

(۲) آیت ختم اللہ الایۃ سے مراد ان کے دلوں کی حالت کی مثال دینا ہے چوپائیوں کے دلوں کے ساتھ کہ چوپائیوں کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت سے خالی پیدا فرمایا ہے تو یہ بھی ذہانت وفطانت سے خالی ہیں یا یہ کہ دلوں کو یہ فرض کیا گیا ہے کہ ان پر مہر لگی ہوئی ہے اور ان کا خارج میں کوئی وجود نہیں صرف فرض کرنے کی حد تک ہے۔

(۳) حقیقت میں تو یہ فعل (ختم) شیطان یا کافر کا فعل ہے لیکن جب ان سے اس فعل کا صدور اللہ تعالیٰ کے ان کو قدرت دینے سے ہے تو اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مجازاً کردی گئی یعنی مُسَبِّب کی طرف۔

(۴) کفار کے اندر جب کفر پختہ وراسخ ہوگیا تو ایمان حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہ رہا سوائے اس کے کہ ان کو ایمان کی طرف مجبور کیا جائے۔ لیکن پھر ان کو ایمان پر مجبور نہیں کیا تو اس ترکِ الجاء وجبر کو ختم سے تعبیر کردیا گیا کیونکہ تکلیف اس آدمی کو دی جاتی ہے جو مختار ہو اور جو مجبور ہو اسے مکلف نہیں بنایا جاتا تو غرضِ تکلیف کو باقی رکھتے ہوئے ترکِ الجاء وجبر کیا گیا۔

(۵) کفار یہ کہتے تھے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں اس سے جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور آپ کے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

درمیان پردہ ہے تو ختم اللہ الایۃ میں اسی کی حکایت کی گئی بطور تحکم واستہزاء جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

(۶) یہ ختم آخرت میں ہوگا اور ماضی سے اسے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔ جس طرح کہ ونحشرھم یوم القیامۃ علی وجوھھم عمیا وبکما وصما سے بھی اس تاویل کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیہ مبارکہ میں نحشرھم یوم القیامۃ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن ان کو اندھا' گونگا اور بہرہ کر کے جمع کیا جائے گا۔

(۷) ختم سے مراد (بطور استعارہ) ان کے دلوں کی علامت ہے جسے فرشتے پہچان کر ان سے نفرت کریں گے۔

سوال نمبر ۱۲۵: گذشتہ سوال میں معتزلہ کے جس اضطراب کا ذکر ہے اس سلسلے میں اہل سنت وجماعت کا موقف کیا ہے اور مصنف نے جو یہ فرمایا کہ وعلی ھذا المنھاج کلا منا وکلامھم فیما یضاف الی اللہ تعالی من طبع واضلال' اس منہاج کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اہل سنت وجماعت کا موقف یہ ہے کہ ختم اس مقام پر اس معنی میں ہے کہ ایسی ہیئت کو پیدا کر دیا جائے جو قبول حق سے مانع ہو (کفار کی سرکشی کے باعث) اور اس کی اسناد اللہ تعالٰی کی طرف اس حیثیت سے ہے کہ تمام کے تمام ممکنات کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف ہوتی ہے اور یہ اسکی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔

وعلی ھذا المنھاج الخ سے مراد یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ اور جتنی بھی اس قسم کی آیات ہیں جن میں طبع' اور اضلال کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف کی گئی ہے ان میں ہمارا طریقہ وہی ہوگا جو بھی ہم نے بیان کیا (کہ طبع واضلال کا معنی احداث ھیئۃ الخ) ہے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اور معتزلہ کا طریقہ وہی سات تاویلات ہوں گی جو پہلے مذکور ہوئیں۔

سوال نمبر ۱۲۶: دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ اس فرق کی وجہ کیا ہے نیز یہ بتائیں کہ حرف جار کا تکرار کس وجہ سے ہے اور سمع کو واحد اور قلوب وابصار کو جمع کیوں لایا گیا؟

جواب: دل اور سمع تمام اطراف سے ادراک کرتے ہیں اس لیے ان کے لیے ختم کا ذکر فرمایا گیا جو تمام جہات واطراف سے ادراک کے لیے مانع ہے اور آنکھوں کا ادراک صرف سامنے کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کے لیے غشاوۃ کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ یہ بھی صرف سامنے کی جہت سے ادراک کو مانع ہوتا ہے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم میں حرف جر کا تکرار اس وجہ سے ہے تاکہ یہ دونوں جگہوں میں ختم کی شدت پر دلالت کریں نیز ان میں سے ہر ایک حکم میں مستقل ہو۔

سمع کو واحد اور ابصار وقلوب کو جمع لانے میں چند وجوہ ہیں:

(۱) سمع ضمیر جمع کی طرف مضاف ہے اور ظاہر ہے کہ جماعت کا ایک کان نہیں ہوتا اس التباس سے امن کی وجہ سے سمع کو واحد لایا گیا۔

(۲) اصل کا اعتبار کرتے ہوئے کیونکہ سمع اصل میں مصدر ہے اور مصادر کی جمع نہیں آتی اس لیے یہاں بھی سمع کو جمع نہیں لایا گیا۔

(۳) یہاں مضاف مقدر ہوگا جیسے علی حواس سمعھم (اس صورت میں سمع مصدر کے معنی میں ہوگا عضو کے معنی میں نہیں)

بخلاف ابصار وقلوب کے ان میں یہ وجوہ نہیں پائی جاتیں۔

سوال نمبر ۱۲۷: لفظ عذاب کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق پیش کریں نیز یہ بتائیں کہ عظیم اور کبیر میں کیا فرق ہے اور ان دونوں کی نقیض کیا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ غشاوۃ کو نکرہ کیوں لایا گیا؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: عذاب' نکال کی طرح ہے بناء اور معنی دونوں کے اعتبار سے جس طرح کہ عذب عن الشیء ونکل عنه تب کہا جاتا ہے جب کوئی رک جائے پھر عذاب میں وسعت پیدا کر دی گئی اور یہ ہر الم قادح (مشکل بھاری) پر بولا جانے لگا چاہے وہ نکال (عقاب) ہو یا نہ ہو لہذا عذاب' نکال اور عقاب سے اعم ہے کیونکہ عقاب ونکال عبارة ہیں اس الم سے جو جنایت کرنے والے کو دوبارہ جنایت نہ کرنے دے بعض نے یہ کہا کہ عذاب تعذیب سے مشتق ہے جس کا معنی مٹھاس کو زائل کرنا ہے۔

عظیم کبیر سے اوپر ہے۔ اور عظیم حقیر کی نقیض ہے اور کبیر صغیر کی نقیض ہے۔

آیت کریمہ میں غشاوۃ اور عذاب کو اس لیے نکرہ لایا گیا کہ غشاوۃ سے تو ایسا پردہ مراد ہے جس کو لوگ نہیں جانتے اور وہ آیات سے اندھا ہوتا ہے اور عذاب کو نکرہ اس لیے لایا گیا کہ ان کے آلام ومصائب کی ایسی نوع ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال نمبر ۱۲۸: منافقین کا ذکر مومنین اور کفار کے ذکر کے مقابلے میں طویل کیوں ہے نیز جن تین فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تقسیم کس انداز میں کی گئی ہے؟

جواب: منافقین کے ذکر کی طوالت اس وجہ سے ہے کہ یہ خبیث ترین کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین ہیں نیز انہوں نے کفر پر ایمان کی ملمع سازی کی اور کفر وایمان کو خلط ملط کیا دھوکہ دینے کے لیے۔

تین فرقوں کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے کتاب عظیم کی حالت کی شرح کا آغاز فرمایا اور اس کے بیان کے لیے ان مومنین کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے دین کو خالص اللہ تعالیٰ کے بنایا اور ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق ہیں اور پھر ان کی ضدوں کا ذکر کیا جو محض کافر ہیں تو تیسرے نمبر پر تیسری قسم کا ذکر فرمایا جو پہلی دو قسموں کے درمیان

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

مذہب ہے۔

سوال نمبر ۱۲۹: الناس کی اصل کیا ہے اور انسان کو انسان کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: الناس کی اصل أناس ہے (پھر ہمزہ کو حذف کر کے اس کی جگہ الف لام تعریف لے آئے الناس ہوگیا) انسان کو انسان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ أنس سے ماخوذ ہے انسان بھی اپنے امثال سے اُنس محسوس کرتے ہیں اس لیے انہیں انسان کہا جاتا ہے یا یہ اَنَسَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی دیکھنا ہے تو چونکہ انسان بھی ظاہر ہوتے ہیں دیکھے جاتے ہیں اس لیے انہیں انسان کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۰: الناس کے الف لام اور لفظ مِن کے بارے میں تفصیلی جواب لکھیں اور مصنف نے وعلی هذا تکون الاية تقسيما للقسم الثانی' اس عبارت میں کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: النـاس میں الف لام یا تو جنس کے لیے ہے اور مِـنْ موصوفہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں معہود کوئی نہیں گویا کہا گیا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ جو کہتے ہیں الخ یا الف لام عہد کا ہوگا اور معہود وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے کفر کیا اور اس صورت میں مَنْ موصولہ ہوگا اور اس سے ابن اُبَیّ اور اس کے ساتھی اور اس کے امثال مراد ہوں گے۔ (اس حیثیت سے کہ جب وہ نفاق میں پختہ ہوگئے تو ان کفار کی گنتی میں شمار ہوگئے جن دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے)

وعلی هذا تکون الخ یہاں سے مفسر اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جب الناس پر الف لام عہد کا مانا جائے اور معہود جنس مذکور ہو اور بعض منافقین ان کفار میں سے ہوں تو اب ومن الناس قسم ثانی (وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مصر ہوگئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی) کی دو قسموں کی طرف تقسیم ہوگی ایک جو محض کافر ہیں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

دوسرے جو منافق ہیں۔

سوال نمبر ۱۳۱: ایمان میں کئی امور داخل ہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) ایمان سے مقصود اعظم جو ہے اس کو ذکر میں خاص کیا گیا۔

(۲) منافقین کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے ایمان کی دونوں طرفوں (اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان) کا احاطہ کرلیا ہے۔

(۳) یہ بتانا مقصود ہے کہ منافقین کا جس پر ایمان لانے میں اخلاص کا دعویٰ تھا اس میں وہ منافق ہیں تو جس میں نفاق کا قصد کرتے تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں) اس میں ان کی منافقت کی انتہاء کا کیا کہنا۔

سوال نمبر ۱۳۲: حرف باء کا تکرار کس وجہ سے ہے اور من یقول کے حوالے سے قول کے بارے میں مفسر نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: حرف باء کے تکرار میں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ان میں سے ہر ایک پر اصالتہً ایمان رکھتے ہیں اور پختہ ایمان رکھتے ہیں قول کی تفسیر میں چند وجوہ ہیں۔

(۱) مفید شے کا تلفظ کرنا (چاہے مفرد ہو یا مرکب) یعنی وہ مہمل شے نہ ہو۔

(۲) مقول کے معنی میں بھی قول کا اطلاق ہوتا ہے یعنی جو کچھ کہا جائے (مفید ہو یا غیر مفید)

(۳) قول اس معنی کو کہا جاتا ہے جو نفس میں متصور ہو جس کو لفظ سے تعبیر کیا جائے۔

(۴) رائے اور مذہب کو قول کہا جاتا ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نوٹ: مشہور بات یہ ہے کہ قول ایسے مرکب کے ساتھ تلفظ کرنے کو کہتے ہیں جو نسبت اسنادیہ پر دلالت کرے پھر مجازاً ان معانی پر اس کا اطلاق ہونے لگا جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے مثلاً لفظ قول وغیرہ۔

سوال نمبر۱۳۳: وما هم بمؤمنين فرمانے کی بجائے وما امنوا کیوں نہیں فرمایا گیا حالانکہ یہ الفاظ ان کے قول کے مطابق ہیں کیونکہ وہاں اٰمَنَّا فعل ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: اس میں حکمت یہ ہے کہ اس طریقے کے ساتھ فرمانے سے تکذیب میں تاکید اور مبالغہ پایا جاتا ہے وہ اس طرح کہ منافقین کو مومنین سے خارج کر دینا زیادہ بلیغ ہے' زمانہ ماضی میں ان سے ایمان کی نفی سے یہی وجہ ہے کہ ایمان کی نفی کو باء کے ساتھ مؤکد فرمایا گیا اور ایمان کو مطلق رکھا گیا (ایمان باللّٰه وباليوم الآخرے) اس معنی پر کہ انکا ایمان میں کچھ بھی حصہ نہیں۔

سوال نمبر۱۳۴: والخلاف مع الكرامية في الثاني فلا يقيم حجة عليهم اس عبارت کی وضاحت کیجئے؟

جواب: پہلے' مفسر علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جو ایمان کا دعوی کرے اس حال میں کہ اس کا دل اس کی زبان کے مخالف ہو اعتقاد میں تو وہ مؤمن نہیں۔ تو اس میں الکرامیہ واہلسنت و جماعت میں اتفاق ہے لیکن اگر کوئی ایمان کا دعوی کرے اس حال میں کہ اس کا دل اس سے خالی ہو جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے تو اب ہمارا اور کرامیہ کا اختلاف ہے ہم اسے مومن نہیں سمجھتے جب کہ وہ اسے مؤمن سمجھتے ہیں۔

سوال نمبر۱۳۵: الخدع عربی کا لفظ ہے اس کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کریں' باب مفاعلہ کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا حالانکہ یہ باب جانبین کو چاہتا ہے نیز يخادعون کا مفعول رسول اللہ ﷺ کی بجائے اللہ تعالیٰ کو کیوں بنایا گیا؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: خدع کا لغوی معنی اخفاء (چھپانا) ہے اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ اپنے ساتھی کو اس کے خلاف وھم میں ڈالے جسے تو چھپائے ہوئے ہے جو تیرے ساتھی کے نزدیک ناپسندیدہ ہے تا کہ تو اسے پھسلا دے جس میں ہے یا جس کے در پے ہے یعنی اسے اس کے اس مطلوب سے ہٹا دے جو حاصل ہو گیا ہے یا جسے حاصل کرنے کی وہ کوشش کر رہا ہے یہ باب اگر چہ جانبین کو چاہتا ہے لیکن یہاں ان کا خداع اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ (کیونکہ دھوکا اس کو دیا جاتا ہے جسے واقعہ کا علم نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شی مخفی نہیں ہے)

اللہ عزوجل کو یخادعون کا مفعول بنایا گیا حالانکہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے تھے اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی یخادعون رسول اللہ

(۲) رسول اکرم ﷺ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے اس حیثیت سے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کما قال ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

سوال نمبر ۱۳۶: منافقین کی مخادعت کی کیا صورت تھی وضاحت سے لکھیں؟

جواب: منافقین کا فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح تھا کہ وہ ایمان تو ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فعل ان کے ساتھ اس طرح تھا کہ ان پر مسلمانوں کے احکام جاری فرمائے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخبث الکفار تھے اور یہ بطور استدراج تھا۔ اور رسول کریم ﷺ اور مومنین کا اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا منافقین کے حال کو چھپا کر اور اسلام کا حکم ان پر جاری کر کے یہ متخادعین کی صورت میں ان کے فعل کی مثل ان کو بدلہ دینے کے لیے تھا۔

سوال نمبر ۱۳۷: وما یخدعون کو مختلف صورتوں میں پڑھا گیا ہے وضاحت کریں اور ان کا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اپنے آپ کو دھوکہ دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کے پڑھنے کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) وما یخادعون پڑھا گیا ہے (باب مفاعلہ سے)

(۲) وما یخدعون پڑھا گیا (مجرد سے)

(۳) وما یخدّعون (باب تفعیل سے)

(۴) یخدّعون (اصل میں یختدعون از باب افتعال تھا تاء کا فتحہ خاء کو دیا گیا پھر قرب فی المخرج کی وجہ سے تاء کو دال سے بدل دیا گیا اور پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا گیا۔

(۵) یخادعون (فعل مجہول) پڑھا گیا اور انفسہم کا نصب نزع الخافض کی وجہ سے ہوگا۔

وما یخادعون کی قراءت کی صورت میں ان کا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ دھوکے کا وبال انہی پر لوٹتا ہے اور دھوکے کا ضرر انہی کا احاطہ کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۸: نفس کسے کہتے ہیں اور یہاں اس سے کیا مراد ہے نیز شعور کسے کہتے ہیں اور مشاعر سے کیا مراد ہے؟

جواب: شے کی ذات اور اس کی حقیقت کو نفس کہا جاتا ہے پھر روح کو بھی نفس کہہ دیا جاتا ہے (کہ زندہ کا نفس روح سے ہی ہوتا ہے) اور قلب کو بھی نفس کہا جاتا ہے کیونکہ یہ محلِ روح ہے اور خون کو بھی روح کہا جاتا ہے اس لیے کہ خون کا قوام روح سے ہوتا ہے اور رائے کو بھی نفس کہا جاتا ہے اور یہاں نفس سے مراد ان کی ذات ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی ارواح اور آراء پر محمول کیا جائے۔

شعور احساس کو کہتے ہیں اور مشاعر سے انسان کے حواس مراد ہیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۱۳۹: مرض کا حقیقی اور مجازی معنی ذکر کریں اور منافقین کے مرض بڑھنے سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: مرض کا حقیقی معنی یہ ہے کہ مرض وہ شے ہے جو بدن کو عارض ہو کر اسے اس اعتدال سے خارج کر دے جو بدن کے ساتھ خاص ہے اور بدن کے افعال میں خلل واقع کر دے اور مرض کا مجازی معنی یہ ہے کہ ان اعراض نفسانیہ کو مرض کہہ دیا جاتا ہے جو نفس کے کمال میں مخل ہوں جس طرح کہ جہل، برا عقیدہ، حسد، کینہ، بغض اور گناہوں کی محبت وغیرہ۔

منافقین کے مرض بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی حکومت ان سے چھوٹ گئی اس سے ان کے دلوں کو تکلیف ہوئی تھی اور نبی کریم ﷺ کے معاملے کی پختگی اور آپ کی شان کا دن بدن بڑھنا وغیرہ انکے دلوں کو انتہائی تکلیف دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو اس طرح بڑھایا کہ انکے دلوں پر مہر لگا دی یا ان کو تکالیف زیادہ دیں اور بار بار وحی کو نازل کرنا اور مدد در مدد کرنا یہ تمام باتیں ان کے مرض بڑھنے کی وجوہ تھیں۔

مرض سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی شوکت کا منافقین نے مشاہدہ کیا، تو ان کے دلوں میں بزدلی اور ڈر داخل ہو گیا اور مرض کی زیادتی سے مراد اس کو بڑھانا ہے اس سبب سے کہ دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی مدد کو بڑھایا اور بلاد میں وسعت عطا فرمائی۔

سوال نمبر ۱۴۰: قرآن کریم میں کہیں اس بڑھنے کو قرآنی سورۃ کی طرف اور کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی اسناد کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس فعل کا مسبب ہے اور سورۃ کی طرف اس کی اسناد اس حیثیت سے ہے کہ وہ سبب ہے اس فعل کا (جیسے فزادتھم رجسا)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۱۴۱: عذاب الیم سے کیا مراد ہے اور عذاب کو الیم کے ساتھ موصوف کیوں کیا گیا نیز یکذبون کی مختلف قراءتیں ذکر کرتے ہوئے ان کے حوالے سے یہاں پیدا ہونے والے معانی متعین کریں؟

جواب: عذاب الیم سے عذاب مؤلم (درد میں ڈالنے والا) مراد ہے اور عذاب کی الیم کے ساتھ صفت لانا مبالغہ کے طور پر ہے امام عاصم، حمزہ اور کسائی نے اسے یَکْذِبُوْنَ (مجرد سے) پڑھا اور باقیوں نے یُکَذِّبُوْنَ (باب تفعیل سے) پڑھا پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ان کے کذب کے سبب (ما مصدر یہ ہوگا) یا ان کے کذب کے بدلے ان کو جزاء دیتے ہوئے (اور ان کا کذب ان کا قول اٰمنا تھا) اور یُکَذِّبون کی قراءت کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اپنے دلوں سے' جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس الگ ہوتے ہیں۔ یا یکذبون کَذَّبَ جو کہ مبالغہ یا تکثیر کے لیے ہے' سے ماخوذ ہے۔ یا یہ کذب الوحشی سے ماخوذ ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب وحشی جانور کسی راستے پر چلے اور کھڑا ہوتا کہ اپنے پیچھے دیکھے۔ تو منافق بھی چونکہ متحیر و متردد ہوتا ہے اس لیے یکذبون کی اسناد منافقین کی طرف ہے۔

سوال نمبر ۱۴۲: کذب کسے کہتے ہیں' اس کا شرعی حکم کیا ہے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ کذب ثلث کذبات آپ اس بات کو واضح کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف کذب کی نسبت کیسے صحیح ہوگی؟

جواب: خلافِ واقع خبر دینا کذب کہلاتا ہے شرعاً یہ حرام ہے۔ حدیث پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذب کی نسبت مجازاً ہے حقیقت میں وہ کذب نہیں ہے ہاں صورت میں کذب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسے کذب فرمایا گیا۔ بلکہ حقیقت میں وہ تعریض ہے اور تعریض سے مراد یہ ہے کہ کلام سے ایک جانب اشارہ کیا جائے لیکن اس

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سے غرض دوسری جانب کی ہو۔

سوال نمبر ۱۴۳: انوا اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض یہاں ھم ضمیر کا مرجع کون لوگ ہیں اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اس کی وضاحت کیا ہے؟

جواب: ھم ضمیر کا مرجع منافقین ہیں جو کہ مَنْ کے ضمن میں ہیں۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کے اہل ابھی تک نہیں آئے تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے اہل فقط وہی منافقین نہیں بلکہ ان کے بعد بھی ایسے لوگ آئیں گے جو ان منافقین کی حالت پر ہوں گے یعنی منافقین ختم و فنا نہیں ہوئے بلکہ ابھی آئیں گے اور یہ تاویل اس لیے کی گئی کہ اس آیت کا اتصال ماقبل کے ساتھ اس ضمیر کے ذریعے ہے جو اس میں ہے اور وہ ھم ہے۔

سوال نمبر ۱۴۴: فساد کا مفہوم کیا ہے ان لوگوں کے فساد کی کیا صورت تھی اور قیل کا قائل کون ہے؟

جواب: فساد کہتے ہیں شے کا اعتدال سے نکل جانا اس کی ضد اصلاح ہے اور فساد ہر ضرر دینے والی شے کو اور صلاح ہر نفع دینے والی شے کو شامل ہے منافقین کے فساد کی یہ صورت تھی کہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دے کر اور کفار کے ساتھ دوستی کر کے مسلمانوں کے راز کو ظاہر کر کے جنگوں اور فتنوں کو برانگیختہ کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات زمین میں فساد کو مستلزم ہے نیز ان کا فساد یہ بھی تھا کہ وہ معاصی کو ظاہر کرتے اور دین متین کی توہین کرتے تھے (کیونکہ شرائع میں خلل اندازی اور واجب سے اعراض ہرج پیدا کرتا ہے) قیل کا قائل یا تو اللہ تعالیٰ ہے یا رسول اللہ ﷺ یا بعض مومنین ہیں۔

سوال نمبر ۱۴۵: انما نحن مصلحون میں کلمۂ حصر لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: منافقین یہ کہتے تھے کہ لا تفسدوا سے ہمیں خطاب کرنا درست نہیں اس لیے کہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہمارا کام تو صرف اصلاح کرنا ہے اور ہماری حالت تو فساد کے شائبے سے بھی پاک ہے اور آیت کریمہ میں انما کلمہ حصر لاکر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا کیونکہ انما جس پر داخل ہو تو اس کے مابعد پر محصور ہونے کا فائدہ دیتا ہے جیسے انما زید منطلق زید صرف چلنے والا ہے تو انما نے زید کو انطلاق پر محصور کر دیا۔

سوال نمبر ۱۴۶: الا انھم ھم المفسدون کے بارے میں مفسر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ انکار رد ابلغ ہے اس کی وضاحت میں انہوں نے جو کچھ بیان فرمایا اسے واضح انداز میں ذکر کریں؟

جواب: اس کے رد ابلغ ہونے کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) الا انھم ھم المفسدون کو بطور جملہ مستانفہ لایا گیا کیونکہ یہ جملہ حکم کو ذہن میں مضبوطی سے بٹھا دیتا ہے۔

(۲) اس جملہ مستانفہ کو کلمۂ الا سے شروع کیا گیا اور الا چونکہ ہمزۂ انکار اور حرف نفی سے مرکب ہے لہذا یہ اپنے مابعد کے تحقق کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ نفی کا انکار اثبات کو پکا کرتا ہے۔

جس طرح کہ ألیس ذلک بقادر میں ہمزۂ انکار لیس (نفی) پر داخل ہے لہذا اس نے قدرت کی تحقیق و تقریر کا فائدہ دیا۔

اور چونکہ ألا اور اس کا مابعد تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اس لیے اس کا مابعد عموماً جواب قسم ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۴۷: و اذا قیل لھم امنوا کو مفسر نے نصیحت اور ارشاد کی تکمیل قرار دیا اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اس کی وضاحت یہ ہے کہ نفسِ ایمان اگرچہ تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن ایمان کا کمال

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

دو امروں سے ہوتا ہے۔

(۱) مالاینبغی (افساد) سے خالی رہنا۔

(۲) ماینبغی (لوگو(صحابہ کرام) کے ایمان جیسا ایمان لانا) سے مزین ہونا اور نصیحت ان دونوں میں سے فقط ایک کے ساتھ تمام وکامل نہیں ہوتی۔اس لیے پہلے لا تفسدوا فرمایا گیا اب امنوا فرمایا گیا۔

سوال نمبر ۱۴۸: کما امن الناس ترکیب میں کس چیز میں ہے۔ ما کونسا ہے اور الناس پر الف لام کی کیا حیثیت ہے۔اگر اسے اسم جنس قرار دیا جائے تو اسکا استعمال کیسے ہوگا اور عہد کا قرار دیا جائے تو کون لوگ مراد ہوں گے۔ یہ بھی بتائیں کہ اس آیت کی روشنی میں زندیق کی توبہ قبول ہونے اور اقرار باللسان کو ایمان قرار دینے کے حوالے سے کیا حکم ہوگا؟

جواب: کما امن الناس مصدریت کی بناء پر حیز نصب میں ہے اور ما مصدریہ ہے یا کافۃ عن العمل ہے جس طرح کہ ربما میں۔اور الناس میں الف لام جنس کا ہے اور اس سے مراد انسانیت میں کامل لوگ اور عقل کے مطابق عمل کرنے والے لوگ ہیں۔

یا الناس پر لام عہد کا ہوگا اور اس سے مراد رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھی ہوں گے یا ان کے ہم جنس جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مراد ہوں گے۔

زندیق (کفر کو چھپانے والا اور اس پر اصرار کرنے والا اور ایمان کو ڈر کی وجہ سے ظاہر کرنے والا ہے) کی توبہ قبول ہوتی ہے (وجہ استدلال اس طرح ہے کہ منافقین زنادقہ میں سے ہیں اور انہیں ایمان کا حکم دیا گیا امنوا کما الایۃ تو مناسب ہے کہ ان کی توبہ قبول ہو اور ان کی توبہ قبول ہے تو زنادقہ کی توبہ بھی مقبول ہوگی)

اور اس آیت سے اس پر بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ ایسا ایمان اقرار باللسان کا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نام ہے چاہے اخلاص سے مقترن ہو یا نہ ہو۔(وجہ استدلال یہ ہے کہ امنوا کو کما امن الناس کے ساتھ مقید کیا گیا۔اور معنی یہ ہے کہ ایمان لاؤ جو اخلاص سے ملا ہوا ور نفاق سے دور ہو اب اگر فقط شھادتین کا اقرار ایمان نہ ہوتا تو مسمّی ایمان بغیر اخلاص کے حاصل نہ ہوتا اور کما امن الناس مجرد و مستدرک (یعنی جس کی ضرورت نہیں پہلے سے معلوم ہے) ہوتا کیونکہ امنوا سے جس ایمان کا حکم دیا گیا وہ تصدیق مع الاخلاص ہے لہذا کما امن الناس کی ضرورت نہ ہوئی)

سوال نمبر ۱۴۹: قالوا أنومن الآیة میں ہمزہ کی کیا حیثیت ہے اور السفھاء کا الف لام کونسا ہے نیز صحابہ کرام کے لیے اس لفظ کو منافقین نے کس بنیاد پر استعمال کیا ہے؟

جواب: اس میں ہمزہ انکار کے لیے ہے (یعنی ہم ایمان نہیں لائیں گے) اور السفھاء کا الف لام عہد کا ہوگا اور اس سے اشارہ الناس (جو کہ کما امن الناس میں ہے) کی طرف ہوگا۔ یا لام جنس کا ہوگا اور ان کے اعتقاد کے مطابق تمام صحابہ کرام اس میں داخل ہوں گے۔

منافقین نے اس لفظ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے لیے اس بنیاد پر استعمال کیا کہ منافقین ان کی رائے کو فاسد سمجھتے تھے یا ان کی شان کی تحقیر کرنے کے لیے یہ لفظ استعمال کیا کیونکہ اکثر مومنین فقراء تھے۔اور ان میں سے غلام بھی تھے۔اور اگر الناس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم مثل ہوں تو پھر اس لفظ کے استعمال کی وجہ ان پر سختی کرنا اور ان کی پرواہ نہ کرنا ہے جو ان میں سے ایمان لائے۔

سوال نمبر ۱۵۰: الا انھم ھم السفھاء کو ان کی تجہیل میں مبالغہ قرار دیا گیا آپ یہ بتائیں کہ کس بنیاد پر یہ مبالغہ فی التجہیل قرار پاتا ہے؟

جواب: سوال نمبر ۱۴۶ کے جواب میں الا اور ان سے مبالغہ کی وجوہ مفصل بیان کردی گئی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں لیکن یہاں ولکن لا یعلمون بھی ہے تو اس میں مبالغۃ التجھیل اس طرح ہوگا کہ وہ جاہل جسے اپنی جہالت کا بھی علم نہ ہو تو یہ اس جاہل سے زیادہ جاہل ہے جو اپنی جہالت کا معترف ہے۔

سوال نمبر ۱۵۱: واذا لقوا الذین امنوا بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے کیونکہ ومن الناس من یقول امنا پہلے فرما دیا گیا کیا واقعی یہ تکرار ہے اگر نہیں تو اس کی وضاحت کریں؟

جواب: حقیقتاً اس میں تکرار نہیں ہے کیونکہ یہاں سے منافقین کا مومنین اور کفار کے ساتھ معاملہ بیان کیا جا رہا ہے جب کہ ومن الناس الایۃ میں ان کے مذہب کا بیان اور ان کے نفاق کی تمہید ہے۔

سوال نمبر ۱۵۲: اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں امام بیضاوی رحمہ اللہ نے جو واقعہ نقل کیا ہے اسے تحریر کریں؟

جواب: ابن ابی اور اس کے ساتھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک صحابہ کرام کی ایک جماعت کا ان کے سامنے سے گزر ہوا تو ابن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ دیکھو میں ان بے وقوفوں کو تم سے کیسے پھیرتا ہوں اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا کہ صدیق بنی تمیم کے سردار شیخ الاسلام ثانی رسول اللہ ﷺ فی الغار اپنے جان و مال کو رسول اللہ ﷺ کے لیے خرچ کرنے والے کو خوش آمدید ہو۔ پھر اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا بنی عدی کے سردار کو خوش آمدید ہو جو کہ فاروق ہیں قوی ہیں دین میں، اور اپنے مال و جان کو رسول اللہ ﷺ کے لیے خرچ کرنے والے ہیں پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا خوش آمدید اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ باقی تمام بنو ہاشم کے سردار تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۱۵۳: واذا خلوا الی شیطینهم اس آیت کے حوالے سے بتائیے کہ خلوا سے متعلق مفسر نے کیا تحقیق بیان کی ہے؟

جواب: خلوا' خلوت بفلان والیه سے ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب تو اس کے ساتھ اکیلا ہو یا یہ خلامنك ذم سے ہے، جس کا معنی ہے وہ مذمت تجھ سے تجاوز کر گئی اور اسی سے قرونِ خالیہ گزری ہوئی امتیں ہیں۔ یا یہ خلوت به سے ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب تو اس کے ساتھ مسخری کرے (اور یہ الی کے ساتھ متعدی ہے انهاء کے معنی کی تضمین کے ساتھ)

سوال: منافقین کو شیاطین کیوں کہا گیا نیز لفظِ شیطان کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں کیا بات فرمائی گئی۔

جواب: شیطین سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی میں شیطان کے مشابہ ہیں اور وہ کفر کو ظاہر کرنے والے ہیں یا بڑے بڑے منافق ہیں اور ان کے لیے لفظِ شیطین بطور استعارہ متصرحیہ استعمال کیا گیا۔

امام سیبویہ نے شیطن کے نون کو اصلی قرار دیا اس صورت میں یہ شطن سے ہوگا یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی دور ہو جائے تو شیطان بھی ھدایت سے دور ہوتا ہے اور اس مذہب کی گواہی عربوں کا قول تشیطن دیتا ہے اور دوسرے مذہب کے مطابق اس کا نون زائد ہوگا اس صورت میں شناط سے مشتق ہوگا یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی باطل ہو جائے اور شیطان کے اسماء میں سے ایک نام باطل بھی ہے۔

سوال نمبر۱۵۴: قالوا انا معکم میں معیت سے کیا مراد ہے نیز مومنوں کو جملۂ فعلیہ امنا اور شیاطین کو جملۂ اسمیہ انا معکم کے ساتھ خطاب کیوں کیا گیا اس امتیاز کی وجہ کیا ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: یہاں معیت سے جسمانی معیت مراد نہیں بلکہ دین اور اعتقاد میں معیت (ہمراہی) مراد ہے منافقین نے مومنین سے جملہ فعلیہ اور کافرین سے جملہ اسمیہ کے ساتھ خطاب کیا اس لیے کہ مومنین کے ساتھ خطاب میں انہوں نے اپنے ایمان کے احداث (نیا پیدا ہونا) کا دعوی کیا اور فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لیے جملہ فعلیہ لائے اور شیاطین سے خطاب میں انہوں نے اپنی سابقہ حالت (کفر) پر ثابت قدمی کا دعوی کیا اس لیے جملہ اسمیہ استعمال کیا جو کہ ثبات پر دلالت کرتا ہے نیز جب مومنین سے خطاب کیا تو اس وقت عقیدہ اور صدق رغبت میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جو ان کو تاکید لانے پر ابھارتی نیز مومنین سے انہیں توقع نہ تھی کہ وہ ہمارے ایمان کے کمال کا دعوی مان لیں گے بخلاف کفار کے کہ وہاں باعث بھی تھا اور توقع بھی۔

سوال نمبر ۱۵۵: انما نحن مستهزؤن کو مفسر علیہ الرحمۃ نے تاکید یا بدل قرار دیا ہے اس کی وضاحت کیجئے اور لفظ استهزاء کی لغوی تحقیق بھی پیش کریں؟

جواب: ما قبل کی تاکید تو اس لیے قرار دیا کہ ما قبل یہ تھا کہ (اے کافرو!) ہم تمہارے ساتھ ہیں اور یہاں انہوں نے کہا ہم استہزاء کرنے والے ہیں تو جو کسی سے استہزاء کرے اور اسے ہلکا سمجھتا ہو تو وہ اس کے خلاف پر مصر ہوتا ہے لہذا یہاں بھی وہ ایمان کے خلاف یعنی کفر پر مصر ہیں۔

یا یہ ما قبل سے بدل ہے کیونکہ جس نے اسلام کی تحقیر کی اس نے کفر کی تعظیم کی اور ما قبل انا معکم ہے تو انما نحن مستهزؤن اس سے بدل ہو جائے گا۔

استهزاء تحریہ مذاق کرنا اور استخفاف (حقیر سمجھنا) کو کہا جاتا ہے هزئت و استهزأت دونوں ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں اور اس کا اصل (لغت میں) خفت ہے اور یہ هزأ سے مشتق ہے اور یہ قتل سریع کو کہا جاتا ہے جس طرح کہ هزأ فلان کہا جاتا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہے جب کہ کوئی اپنی جگہ گر جائے اور نـاقتہ متھزأ بہ کہا جاتا ہے جب وہ اسے تیز لیکر چلے اور اسے ہلکا محسوس کرے۔

سوال نمبر ۱۵۶: جب استہزاء کا معنی مذاق کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یہ لفظ کیوں ذکر کیا حالانکہ وہ اس سے پاک ہے صاحب کتاب نے اس سلسلے میں کیا فرمایا؟

جواب: اللّٰہ یستھزئ بھم' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے استہزاء کا بدلہ دے گا اب استہزاء کی جزاء کو استہزاء کا نام دیا گیا۔ جس طرح کہ سیئہ کی جزاء کو سیئہ کہہ دیا جاتا ہے یا تو لفظ کے لفظ کے ساتھ مقابلے کی وجہ سے یا یہ کہ مقدار میں استہزاء اور اس کا بدلہ مساوی ہیں یا یہ کہ استہزاء کا وبال چونکہ انہی پر لوٹے گا یا لوٹتا ہے اس لیے یستھزئ فرمایا گیا۔ یا یہ کہ حقارت اور ذلت جو کہ استہزاء کو لازم ہے ان پر نازل ہوتی ہے اور استہزاء سے غرض بھی ذلیل وحقیر سمجھنا ہوتی ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً استہزاء تو نہیں فرماتا لیکن مستھزئ والا معاملہ ان سے فرماتا ہے دنیا میں مسلمانوں کے احکام ان پر جاری فرما کے اور آخرت میں یہ کہ جنت کی طرف ان کے لیے ایک دروازہ کھول دے گا جب وہ اس کی طرف دوڑیں گے تو اچانک وہ دروازہ ان پر بند فرما دے گا۔

سوال نمبر ۱۵۷: اللّٰہ یستھزئ بھم کو جملہ معطوفہ کی بجائے جملہ مستانفہ لانے میں کیا حکمت ہے نیز فعل مضارع کیوں لایا گیا حالانکہ اسم فاعل کا صیغہ گذشتہ عبارت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟

جواب: اسے جملہ مستانفہ لانے میں یہ حکمت ہے کہ اس بات پر یہ جملہ دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو ان کے استہزاء کا بدلہ دے گا (مومنوں کو اس کی ضرورت نہیں) نیز ان کا استہزاء اس کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ ان سے معاملہ فرمائے گا۔ اور اسم فاعل کی جگہ فعل مضارع استعمال کرنے میں یہ حکمت ہے (حالانکہ مقام

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اسم فاعل کا تقاضا کرتا تھا کیونکہ منافقین نے بھی اسم فاعل کا صیغہ استعمال کیا) کہ فعل میں تجدد اور حدوث ہوتا ہے اب استہزاء کا بدلہ بھی وقتاً فوقتاً پیدا ہوتا رہے گا اور اس میں تجدد دائم رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی سزائیں اسی طرح ہوتی ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۸: یمدھم کی لغوی تحقیق ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ یہاں اس کا کون سا معنی مراد ہے؟

جواب: یمد مد الجیش وامدہ سے ماخوذ ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب وہ لشکر کو زیادہ کرے اور قوت دے۔ اور اسی سے مددت السراج والارض ہے جب ان کی اصلاح کی تیل اور سماد (گوبر) سے اور یمد' مد فی العمر سے ماخوذ نہیں کیونکہ یہ لام سے متعدی ہوتا ہے اور یہاں پہلا معنی (اضافہ وقوت) مراد ہے

سوال نمبر ۱۵۹: اس آیت کے حوالے سے معتزلہ کا نقطہ نظر بتائیں نیز طغیان کا لغوی معنی کیا ہے اور یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: چونکہ معتزلہ کے نزدیک کلام کو ظاہر پر رکھنا متعذر ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین سے اپنی مہربانیاں روک لیں جو وہ مومنین کو عطا فرماتا ہے اور ان کے کفر پہ اصرار اور اپنے آپ پر توفیق کا راستہ روکنے کے سبب ان کو رسوا فرمادیا تو اس سبب سے ان کے دلوں میں زنگ اور اندھیرا زیادہ ہو گیا اور مومنوں کے دلوں میں انشراح اور نور بڑھ گیا۔

یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان کے اغواء (گمراہ کرنے) پر قدرت دی تو شیطان نے ان کی سرکشی کو بڑھا دیا ہاں اس فعل کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازاً کر دی گئی اسناد الفعل الی المسبب کے ساتھ (فعل کی مسبب کی طرف نسبت کر دینا) اور طغیان کی ان کی طرف نسبت کی گئی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسناد حقیقتاً ہے طغیان کا معنی یہ ہے کہ سرکشی اور غلو فی الکفر میں حد سے بڑھ جانا اور اصل (لغت) میں شے کا اپنے مکان

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سے تجاوز کر جانے کو کہتے ہیں اور یہاں پہلے بیان کردہ معنی (کفر میں غلو کرنے اور سرکشی میں حد سے بڑھ جانا) مراد ہے۔

سوال نمبر ۱۶۰: گمراہی خریدنے سے کیا مراد ہے نیز اشتراء کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس مقام پر اس کے اطلاق کی وجہ لکھیں؟

جواب: گمراہی خریدنے سے مراد یہ ہے کہ منافقین نے گمراہی کو ہدایت پر اختیار کیا اور ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔

لغت میں اشتراء اس کو کہتے ہیں کہ ثمن کو خرچ کرنا تاکہ اعیان میں سے جو شے مطلوب ہے اسے حاصل کیا جائے۔ لیکن یہاں بطور استعارہ اس کا استعمال ہوا ہے اس چیز سے اعراض کرنے کے لیے جو اس کے قبضے میں ہو اور اس کے بدلے وہ دوسری چیز کو حاصل کرنے والا ہو چاہے وہ شے معانی میں سے ہو یا اعیان میں سے پھر لفظ اشتـــــراء میں وسعت پیدا کی گئی لہٰذا یہ استعمال ہوا شے سے اعراض کرنے میں اس کے غیر میں طمع کرتے ہوئے اور یہاں معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے اس ہدایت کو چھوڑ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فطرت بنایا وہ فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔ اس حال میں کہ وہ گمراہی کو حاصل کرنے والے تھے وہ گمراہی جس کی طرف وہ گئے یا انہوں نے گمراہی کو اختیار کیا اور ہدایت کی بجائے اسے پسند کیا۔

سوال نمبر ۱۶۱: فما ربحت تجارتهم کو استعارہ ترشیحیہ قرار دیا اس کی وضاحت کیجیے؟

جواب: سب سے پہلے استعارہ ترشیحیہ کی وضاحت کی جاتی ہے کہ یہ وہ استعارہ ہے جس میں ایسی صنعت یا ایسی نوع کا کلام لایا جائے۔ جو مستعار منہ (معنی حقیقی لفظ اشتراء کا) کے مناسب ہو۔

اب فما ربحت تجارتهم میں استعارہ ترشیحیہ اس طرح بنے گا کہ پہلے ان

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

لے حامذہ (استبدال الضلالة بالهدی) میں اشتراء کا استعمال کیا گیا اب یہ (فما ربحت تجارتهم) کا استعمال اور استعارہ لایا گیا جو اشتراء حقیقی کے ملائم و مناسب ہے۔

سوال نمبر ۱۶۲: ربح کسے کہتے ہیں تجارت کی طرف اس کی نسبت کیسے صحیح ہوگی اور ان کے ہدایت یافتہ نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ربح ' رأس المال پر زیادتی کو کہتے ہیں۔

ربح کی نسبت تجارت کی طرف کی گئی (حالانکہ نفع و ربح تاجروں کو ہوتا ہے) اس میں گنجائش و اتساع پیدا کر کے، اس لیے کہ تجارت صاحبِ تجارت سے ملی ہوتی ہے کہ تجارت فعل ہے تاجر کا اور فعل کا فاعل کے ساتھ اتصال ہوتا ہے لہذا مجازاً ربح کی نسبت تجارت کی طرف کردی گئی یا تجارت کی تاجر کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ تجارت نفع و نقصان کا سبب ہے۔

یہاں ان کے ہدایت یافتہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجارت کے طریقوں سے واقف نہ تھے۔ کیونکہ تجارت سے مقصود راس المال کی سلامتی اور مزید نفع ہوتا ہے جب کہ یہ لوگ دونوں کو ضائع کر بیٹھے کیونکہ ان کا راس المال فطرۃ سلیمہ اور عقل تھی جب انہوں نے ان گمراہیوں کا اعتقاد رکھا تو ان کی استعدادِ عقل ضائع ہوگئی لہذا ان کا راس المال باقی نہ رہا جس سے وہ کمال و مرتبہ یعنی نفع حاصل کرتے۔

سوال نمبر ۱۶۳: مثلهم كمثل الذي استوقد میں منافقین کے حالات کو ضرب المثل کے ذریعے بیان کرنے کی کیا وجہ ہے اور ضرب المثل کا کونسا مقام ہوتا ہے اس سلسلے میں مفسر کی تقریر اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

جواب: منافقین کے حالات کو ضرب المثل سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضرب المثل سے بات زیادہ واضح اور پختہ ہوتی ہے کیونکہ یہ دل میں زیادہ اترتی ہے اور سخت دشمن کو چپ کرا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

دیتی ہے اور متخیل (خیال) کو محقق (حقیقت) اور معقول کو محسوس کر دکھاتی ہے۔
ضرب المثل وہاں ہوتی ہے جہاں غرابت (غیر مانوسیت) ہو لیکن پھر بطور استعارہ استعمال ہونے لگی ہر اس حالت' قصہ یا صفت کے لیے جس کی شان بلند ہو اور جس میں غرابت (غیر مانوسیت) ہو۔

سوال نمبر۱۶۴: اگر نورھم میں ضمیر مجرور کا مرجع منافقین ہوں تو اسم موصول واحد مذکر کیسے صحیح ہوگا۔ نیز یہ بتایئے کہ اگر الذی کو الذین کے معنی میں لیں تو کیا القائم کو القائمین کی جگہ لا سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: یہاں اسم موصول الذی' الذین کے معنی میں ہے نیز یہ اسم تام نہیں کیونکہ اپنے صلہ سے مل کر مبتداء وغیرہ بنتا ہے۔ بلکہ اسم تام کی جز کی طرح ہے تو اس کا حق ہی یہ ہے کہ اس کی جمع نہ لائی جائے اور واحد اور جمع اس میں برابر ہوں تیسری وجہ یہ ہے کہ الذی اپنے صلہ سے مل کر طویل ہو جاتا ہے اس لیے اس میں تخفیف کی گئی اور الذی لایا گیا۔ یا اس سے مقصود (المستوقدین) کی جنس ہے یا الفوج الذی استوقد لہذا اس اعتبار سے جمع کی ضمیر اس کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔

القائم کو القائمون کی جگہ نہیں لا سکتے اس لیے کہ الذی تو وصف ہے مقصود نہیں وہ جملہ مقصود ہوتا ہے جو الذی کا صلہ ہے اس لیے الذین کی جگہ الذی لا سکتے ہیں بخلاف القائم کے کہ یہ وصف ہے مقصود ہے لہذا القائمون کی جگہ القائم نہیں لا سکتے ہیں۔

سوال نمبر۱۶۵: استیقاد اور نار کے حوالے سے مصنف نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: استیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیله (وقود اینڈھن کو طلب کرنا اور اسکے حصول میں کوشش کرنا) کو کہتے ہیں وقود آگ کے بلند ہونے اور اس کے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

شعلوں کے مرتفع ہونے کو کہتے ہیں اور نارٌ نــار ینور نوراً سے مشتق ہے نارا تب کہاجاتا ہے جب کوئی بھاگ جائے کیونکہ بھاگنے میں حرکت واضطراب ہوتا ہے۔اور آگ میں بھی حرکت واضطراب ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۶۶: اضــاءت کی اسناد النار کی طرف ہے یاما کی طرف اگر ما کی طرف ہوتو مؤنث کا صیغہ کیسے درست ہوگا؟

جواب: اگر اضــاءت کو متعدی ماناجائے تو اضــاءت کی اسناد الــنــار کی طرف ہوگی او اگر اسے متعدی نہ مانا جائے تو اس کی اسناد مــا کی طرف ہوگی اور اس کی تانیث اس وجہ سے ہے کہ مــا حــولــہٗ اشیاء کثیرہ اور اماکن متعددہ ہیں اور جمع کی طرف بتاویل جماعت واحد مؤنث کی ضمیر راجع کرنا جائز ہے۔لہذا اضــاءت کی اسناد ما کی طرف درست ہے۔

سوال نمبر ۱۶۷: ذھــب اللّٰہ بــنــورھــم کیا واقع ہورہا ہے۔مصنف کی تقریر وضاحت سے ذکر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ ذھب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کن وجوہ سے کی گئی؟

جواب: یہ لـمـا کا جواب واقع ہو رہا ہے یا یہ جملہ تمثیل سے بدل واقع ہو رہا ہے اور ھــم ضمیر کا مرجع الذی ہے اس کو معنی پر محمول کرتے ہوئے اور چونکہ اس کا معنی جمع کا ہے لہذا جمع کی ضمیر الذی کی طرف راجع کرنا درست ہے۔اور چونکہ یہاں حــمــل عــلــی المعنی ہے اس لیے بنورھم فرمایا گیا بــنــارھــم نہیں فرمایا گیا (حالانکہ مقام یہی چاہتا تھا) اس لیے کہ نــار کے روشن کرنے سے مقصود نور (روشنی) ہی ہے۔

ذھــاب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے کی گئی کہ ہر شے اس کے فعل سے ہے یا یہ کہ اطفاء (آگ کا بجھنا) امر خفی یا امر آسمانی سے ہو جیسے ہوا یا بارش وغیرہ سے اس کا بجھنا پھر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردی گئی سبب کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے یا مبالغہ کے طور پر کیونکہ کوئی جتنا زیادہ طاقتور ہوگا اس کے فعل کا اثر بھی اتنا ہی قوی ہوگا۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۱۶۸: ظلمات کو جمع لانے میں کیا حکمت ہے نیز اس آیت میں منافقین کے سلسلے میں جو مثال دی گئی اس کی توضیح مطلوب ہے یہ بھی بتائیں کہ ظلمت کو ظلمت کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ظلمات کو جمع لانے میں یہ حکمت ہے کہ منافقین کی کئی ظلمتیں ہیں مثلاً کفر کی ظلمت، نفاق کی ظلمت، یوم جزاء کی ظلمت، گمراہی کی ظلمت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ظلمت، دائمی عذاب کی ظلمت یا ظلمتِ شدیدہ مراد ہے اور وہ اتنی شدید ہے کہ گویا کئی ظلمتیں جمع ہیں۔

آیت میں بیان کردہ مثال کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے مثال بیان فرمائی جس کو ہدایت کی ایک قسم عطا فرمائی تو اس نے اس کو ضائع کر دیا اور اس کے ذریعے دائمی نعمتوں تک نہیں پہنچا لہٰذا وہ حیران اور حسرت کرنے والا باقی رہ گیا اور پہلی آیت جس بات کو شامل ہے یہ اس کی توضیح و تقریر کرتی ہے اور اس کے عموم میں یہ منافقین بھی داخل ہوں گے کیونکہ ان کی زبانوں نے جو حق بات کہی انہوں نے کفر کو دل میں چھپا کر اسے ضائع کر دیا۔ نیز اپنے شیطانوں کے پاس جا کر کفر کو ظاہر کر کے اسے ضائع کر دیا۔ اور یہ ان حضرات کی مثال ہے جنھوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی جو کہ فطرتاً ان میں رکھی گئی تھی یا ایمان لانے کے بعد اپنے دین سے پھر گئے یا ان کے ایمان کی مثال دی اس حیثیت سے کہ وہ ایمان ان کے اموال دماء اور اولاد کی حفاظت کرتا ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ غنیمتوں اور احکام میں شریک ہیں اس آگ کے ساتھ جو روشنی حاصل کرنے کے لیے جلائی گئی اور اس ایمان کے اثر چلے جانے اور اس کے نور کے بجھ جانے کی مثال دی (وہ اثر جانے کا سبب ان کی ہلاکت اور ان کے راز فاش ہوتا تھا) اللہ تعالیٰ کے اس نور کو بجھا دینے اور اس کو لے جانے کے ساتھ، ظلمت کو ظلمت اس لیے کہتے ہیں کہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ظلمت اس محاورے سے ماخوذ ہے ما ظلمك ان تفعل كذا تجھے کام کرنے سے کس نے روکا چونکہ ظلمت بھی آنکھ کو مسدود اور دیکھنے سے ممنوع کر دیتی تھی اس لیے اسے ظلمت کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۶۹: منافقین کو بہرے گونگے اور اندھے کہا گیا اس تشبیہ کی وضاحت کریں؟

جواب: منافقین کو بہرے گونگے اور اندھے کہا گیا حالانکہ حقیقتاً وہ ایسے نہ تھے اس لیے کہ انہوں نے اپنے کانوں کو حق سننے سے روک دیا تو گویا وہ بہرے ہیں اور اپنی زبانوں سے حق جاری نہ کیا تو گویا وہ گونگے ہیں اور آیات اور معجزات کو انہوں نے نہ دیکھا تو گویا وہ اندھے ہیں۔

سوال نمبر ۱۷۰: صم ' بکم ' عمی کی اعرابی حالت کیا ہے نیز ان کی لغوی تحقیق کریں؟

جواب: یہ تینوں منصوب پڑھے گئے اس بناء پر کہ یہ تركهم کے هم مفعول سے حال واقع ہیں۔ جب کہ پہلی قراءت کے مطابق یہ مرفوع ہیں ابتداء کی بناء پر۔

صم لغت میں صلابت (سختی) کو کہتے ہیں جو اجزاء کے اجتماع کی وجہ سے پیدا ہو جائے اور بکم ' خرس (گونگے پن) کو کہتے ہیں اور عمی عدم البصر عما من شانه ان يبصر (نہ دیکھنا اس شخص کا جس کی شان یہ ہے کہ وہ دیکھے) اور عدمِ بصیرت کو بھی عمی کہہ دیتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۷۱: فهم لا يرجعون میں رجوع سے کیا مراد ہے نیز فاء کس بات پر دلالت کرتی ہے؟

جواب: رجوع سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے جس کو انہوں نے بیچ دیا اور ضائع کر دیا یا وہ اس گمراہی سے نہیں لوٹیں گے جس کو انہوں نے خرید لیا یا یہ مطلب ہے کہ وہ متحیر ہیں ان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں اور جہاں سے انہوں نے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ابتداء کی اس کی طرف کیسے لوٹیں گے۔

فهــم پر فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ منافقین کا احکام سابقہ سے متصف ہونا ان کے حیران ہونے اور رک جانے تجسس ہو جانے کا سبب ہے۔

سوال نمبر ۱۷۲: او کصیب الخ کا عطف کس پر ہے اور حرف اَوْ کی پوری تحقیق کیا ہے؟

جواب: اس کا عطف الذی استوقد پر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی کمثل ذوی صیب اَوْ اصل میں شک کے اندر تساوی کے لیے ہے لیکن پھر اس میں وسعت پیدا کر دی گئی کہ اس کا اطلاق بغیر شک کے تساوی و برابری کے لیے ہونے لگا۔ (جس طرح کہ جالس الحسن او ابن سیرین تو یہاں او تساوی بغیر شک کے لیے ہے کہ حسن بصری کی مجلس کو اختیار کر یا ابن سیرین کی)

سوال نمبر ۱۷۳: صیب کا معنی کیا ہے اور یہاں کیا مراد ہے نیز صیب کو نکرہ اور السماء کو معرفہ لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: صیـــــب بادل اور بارش دونوں کو کہا جاتا ہے یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ صیب کو نکرہ لانے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے بارش کی ایک قسم یعنی تیز بارش مراد ہے اور السماء کو معرفہ لانے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے اس بات پر دلالت کرانا مقصود ہے کہ السمـاء کی بارش تمام زمین پر پہنچتی ہے (مطبق کا یہی معنی ہے) اور آسمان کے تمام آفاق سے اترنے والی ہے۔

سوال نمبر ۱۷۴: فیه ظلمات ورعد الخ: ظلمات سے کیا مراد ہے اور رعد کسے کہتے ہیں نیز برق سے کیا مراد ہے؟

جواب: اگر صیب سے مراد مطر ہو تو ظلمات سے مراد قطروں کا پے در پے نازل ہونے کی وجہ سے اس کا بوجھل و کثیف ہونا ہے نیز بادلوں کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا مزید برآں۔ اور

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اگر صیب سے مراد بادل ہو تو ظلمات سے مراد اس کی سیاہی اور تہہ بتہہ ہونا ہے رات کا
اندھیرا بھی اس کے ساتھ ہے۔

رعد ایسی آواز کو کہتے ہیں جو بادلوں سے سنی جاتی ہے۔ اور مشہور بات یہ ہے
کہ اس کا سبب بادلوں کے اجسام کا رگڑ کھانا اور مضطرب ہونا ہے جب ہوا انہیں دھکیلتی ہے
اور یہ ارتعاد سے ماخوذ ہے۔

برق سے مراد وہ روشنی ہے جو بادلوں میں سے چمکتی ہے (برق الشیء سے
ماخوذ ہے)

سوال نمبر ۱۷۵: یجعلون اصابعهم الخ ضمیر کا مرجع بتائیں اور کیا یہ ضمیر محذوف کی
طرف لوٹ سکتی ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کی وضاحت کریں اور عربی شعر سے
استشہاد پیش کریں؟

جواب: ضمیر کا مرجع اصحاب صیب ہیں یہاں ضمیر محذوف کی طرف لوٹ سکتی ہے اس لیے
کہ اصحاب کا لفظ اگرچہ محذوف ہے اور صیب کے قائم مقام ہے لیکن اسکا معنی باقی ہے۔
لہذا اس کی طرف ضمیر راجع کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے شعر میں راجع کی گئی۔

وہ شعر یہ ہے: یسقون من ورد البریص علیهم
بردی یصفق بالرحیق السلسل

اس شعر سے استشہاد اس طرح ہوتا ہے کہ یصفق کی ضمیر مذکر کی ہے حالانکہ
اس کا مرجع بردی ہے جو کہ مونث ہے تو مذکر کی ضمیر معنی کے اعتبار سے راجع کی گئی کیونکہ
بردی سے پہلے ماء مضاف مقدر ہے اور اس کا معنی باقی ہے۔ لہذا آیت میں بھی اس
اعتبار سے ضمیر راجع کی گئی۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۱۷۶: صواعق کا واحد کیا ہے نیز رعد اور صواعق میں کیا فرق ہے ایک قراءت میں صواقع ہے تو کیا یہ قلب مکانی نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: صواعق کا واحد صاعقہ ہے۔ اور رعد اس آواز کو کہا جاتا ہے جو بادلوں سے بنی جاتی ہے جب کہ صواعق' رعد کی شدید آواز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ آگ ہو جس چیز پر بھی اس کا گزر ہو اس کو ہلاک کر دے' نیز صواعق کا اطلاق کبھی مطلقاً ہولناک شی پر کر دیا جاتا ہے چاہے وہ مسموع ہو یا مشاہد۔

صواقع میں قلب مکانی نہیں ہوئی کیونکہ تصریف میں صواقع اور صواعق دونوں کی بنا الگ الگ ہے اور اگرچہ ان کے حروف آگے پیچھے ہیں لیکن معنی دونوں کا ایک ہے۔ اور اگر صواقع میں قلب مکانی ہوتی تو صواعق کی گردان پر اکتفاء کیا جاتا حالانکہ دونوں کی الگ الگ گردانیں ہوتی ہیں لہذا دونوں اپنی اپنی جگہ بذاتِ خود اصل ہیں۔

سوال نمبر ۱۷۷: حذر الموت' منصوب پڑھنے کی وجہ بتائیں نیز موت کے حوالے سے مفسر کی تقریر ذکر کریں؟

جواب: حذر الموت' یجعلون کی علت (مفعول لہ) ہے جس کی وجہ سے منصوب ہے اور موت' حیات کے زوال کو کہتے ہیں اور بعض نے یہ کہا کہ موت ایسی عرض ہے جو حیوۃ کی ضد ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا خلق الموت والحیوۃ یہاں خلق بمعنی ایجاد ہے اور ایجاد عدمی شے سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ وجودی شی سے متعلق ہوتا ہے لہذا موت وحیوۃ وجودی شے اور ایک دوسرے کی ضد ہوں گے۔

اور جو موت کو زوالِ حیات (عدم حیوۃ) کہتے ہیں' ان کے نزدیک موت اور حیات میں تقابل عدم وملکہ ہے (تقابل عدم وملکہ سے مراد یہ ہے کہ عدمی وجودی کا محل بن

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سکے) وہ اس کا ردیوں کرتے ہیں کہ خلق یہاں تقدیر کے معنی میں ہے اور ہر شے چاہے وہ وجودی ہو یا عدمی وہ ازل میں مقدر ہو چکی ہے لہذا آپ کا اس آیت سے استدلال (بعث کے وجودی ہونے پر) درست نہیں۔

سوال نمبر ۱۷۸: یکاد البرق الخ: اس جملے کی حالت بتائیں نیز کاد افعال مقاربہ میں سے ہے اس کی نحوی وضاحت کیجئے؟

جواب: یہ دوسرا جملہ مستانفہ ہے جو کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے۔ کاد کی وضع اس بات کی خبر دینے کے لیے ہے کہ اس کی خبر کا مضمون فی الحال وقوع کے اعتبار سے قریب ہے اس کے سبب کے عارض آنے کی وجہ سے (یعنی کاد کا اسم کاد کی خبر کے ساتھ موصوف ہونے میں اس طرح قریب ہے کہ وہ فی الحال واقع ہو جائے سبب کے پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ وجود سبب وجود مسبب کا فائدہ دیتا ہے) لیکن وہ خبر پائی نہ جائے یا تو کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے یا شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور کاد کی خبر کا فعل مضارع ہونا شرط ہے (تا کہ قرب کے مقصود پر دلالت کرے) بغیر اَنْ کے (تا کہ قرب کی تاکید ہو جائے حال پر دلالت کے ساتھ جب کہ ان مستقبل کی علامت ہے)

سوال نمبر ۱۷۹: یخطف کی مختلف قراءتوں کی وضاحت کریں اور اس کا لغوی معنی بتائیں؟

جواب: یخطف کا لغوی معنی (الاخذ بسرعة) تیزی سے پکڑ لینا جس کو اُچک لینا کہا جاتا ہے اس کی مختلف قراءتیں ہیں۔

(۱) یَخْطَفُ (طاء کے کسرہ کے ساتھ ماضی میں اور مضارع میں طاء کے فتحہ کے ساتھ)

(۲) یَخَطِّفُ یہ اصل میں یختطف (باب افتعال سے) تھا پھر تاء کا فتحہ نقل کر کے خاء کو دیدیا گیا پھر تا کا طاء میں ادغام کیا تو یُخَطِّفُ ہو گیا۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(۳) یخِطِّفُ (اصل میں یختطف تھا) پھر تاء کی حرکت کو ادغام کے لیے گرادیا پھر تا کا طاء میں ادغام کردیا گیا اب خاء اور حرف مدغم (تاء) دو ساکن جمع ہوگئے تو خاء کو کسرہ دیدیا گیا یا تو طاء کی متابعت میں یا اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ الساکن اذا حرك حرك بالكسر (ساکن کو جب حرکت دی جائے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے) پھر حرف مضارع کو فاء کے تابع کرکے کسرہ دے کر یِخِطِّفُ پڑھتے ہیں۔

(۴) یَتَخَطَّفُ (باب تفعل)

سوال نمبر ۱۸۰: کلما اضاء لهم الخ یہ جملہ کس حالت میں ہے اگر جملہ مستانفہ ہے تو اس کی وجہ کیا ہے اور اضاء لازم ہے یا متعدی تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: یہ تیسرا جملہ مستانفہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال ہوا کہ وہ کیا کرتے ہیں بجلی کے چمکنے اور اس کے مخفی ہونے کی حالت میں تو اس جملے کے ساتھ سوال کا جواب دیا گیا (کلما الخ میں استیناف سے مقصود ذوی الصیب کے احوال کی شدت بیان کرنا اور اس میں اندھیرے کی شدت بیان کرنا ہے)

اضاء یا تو متعدی ہے یا لازم اگر متعدی ہو تو اس کا مفعول محذوف ہوگا اور تقدیر عبارت یہ ہوگی کہ کلما نورلهم ممشى اخذوه (ممشی محذوف ہے) جب بھی ان کے لیے راستہ روشن کرتا ہے تو وہ اس پر چل پڑتے ہیں۔ اور اگر اضاء لازم ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ کلما لمع لهم مشوا فی مطرح نوره (جب بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے تو وہ اس کے نور واقع ہونے کی جگہ میں چلتے ہیں)

سوال نمبر ۱۸۱: اس آیت کے ضمن میں ابو تمام کے قول سے استشہاد اور اس پر اعتراض وجواب کی وضاحت کریں؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: ابوتمام نے کہا

هما اظلما حالى ثمة اجليا

ظلاميهما عن وجه امرد اشيب

پہلے مفسر نے یہ فرمایا تھا کہ اظلم بھی اضاء کی طرح متعدی آتا ہے اور اس کی شہادت اظلم (فعل مجہول) کی قراءت دیتی ہے کیونکہ فعل مجہول متعدی فعل سے آتا ہے اور ابوتمام کا قول بھی اس کے متعدی ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ ھما اظلما میں تثنیہ کی ضمیر کا مرجع عقل اور دھر ہے ترجمہ یہ ہے کہ عقل اور دھر نے میری دو حالتوں (اس سے مراد تعیم ہے یعنی تمام حالتوں) کو تاریک کر دیا پھر ان حالتوں کی تاریکیوں کو دور کر دیا امرد (عمر کے اعتبار سے جوان) اور اشیب (تجربے کے اعتبار سے بوڑھے) کے چہرے سے تو استشہاد اس طرح کیا کہ اس شعر میں اظلما متعدی استعمال ہوا کیونکہ اس کا مفعول مذکور ہے۔

اس پر اعتراض ہوتا ہے جس سے پہلے ایک تمہید شعراء کے چار طبقے ہیں۔

(۱) جاھلیون: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہ پایا چہ جائے کہ وہ اسلام لاتے جیسے امرؤ القیس اور زہیر اور طرفہ وغیرہ۔

(۲) مخضرمون یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور وہ اسلام لے آئے جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور لبید۔

(۳) متقدمون اھل اسلام میں سے متقدمین جیسے فرزدق، جریر وغیرہ تو ان تین قسموں کے شعراء کے کلام اور اشعار سے لغت میں استشہاد ہو سکتا ہے۔

(۴) المحدثون (من اهل الاسلام) یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے صدر اول کے بعد پروان چڑھے جس طرح ابوتمام، ابوالطیب، بحتری وغیرہ۔

تو اس تمہید کے بعد اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ ابوتمام تو محدثین میں ہیں جن کے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کلام وشعر سے لغت میں استشہاد نہیں ہوسکتا مصنف نے کیسے استشہاد کیا تو مفسر نے اس کا جواب دیا کہ یہ اگرچہ محدثین میں سے ہیں لیکن علماء عربیہ میں سے بھی تو ہیں اور جو یہ کہتے ہیں اگر اس کو اس کے قائم مقام کر دیں جس کو وہ روایت کرتے ہیں تو اس سے استشہاد ہوسکتا ہے لہذا ان کے قول کو ان کی روایت کے قائم مقام کر کے استشہاد کرنا درست ہے۔

سوال نمبر ۱۸۲: ولو شاء اللہ میں شاء کا مفعول کیا ہے۔اس کا حذف ہونا صحیح ہے یا نہیں اس پر دلیل دیں اور یہ بھی بتائیں کہ حرف لَوْ کیا عمل کرتا ہے اور کس مقصد کے لیے آتا ہے۔

جواب: شاء کا مفعول ان یذھب بسمعھم وابصارھم ہے اور یہ محذوف ہے اور اس کا حذف ہونا صحیح ہے کیونکہ لو کا جواب (لذھب بسمعھم وابصارھم) دلالت کرتا ہے (نیز شاء اور اراد میں مفعول نہیں ذکر کیا جاتا سوائے مستغرب شے کے کہ اس صورت میں مفعول ذکر کیا جاتا ہے۔جیسے لو شئت ان ابکی دما لبکیته تو یہاں مفعول دماء ہے جو عجیب ہے کہ آنکھ خون بہائیں یعنی روئیں اس لیے اسے ذکر کیا گیا)

لو حرف شرط ہے یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے اور چونکہ ماضی مبنی ہوتی ہے اس لیے یہ اس میں کوئی عمل نہیں کرتا اور لو اس مقصد کے لیے آتا ہے کہ (یہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اور اس بات پر دلالت کرتا ہے) کہ اول نہیں پایا جاتا دوسرے کے نہ پائے جانے کی وجہ سے یعنی انتفاء ثانی سبب ہے انتفائے اول کا (یہ مذہب علامہ ابن حاجب کا ہے اور مصنف کا بھی یہی مختار ہے ورنہ بعض نحویوں نے یہ کہا کہ لو انتفائے ثانی کے لیے آتا ہے بسبب انتفائے اول کے)

سوال نمبر ۱۸۳: مذکورہ بالا آیات کو جملہ شرطیہ لانے میں کیا حکمت ہے اور تاثیر اسباب کے حوالے سے یہ آیت کس طرح راہنمائی کرتی ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

* جواب: اس کے تین فائدے ہیں:

(۱) سبب مقتضی کے پائے جانے کے باوجود ان کی سماعت و بصارت نہ گئی اس لیے کہ یہاں مانع (عدمِ مشیت) موجود ہے اور سبب مقتضی سے مراد رعد اور برق ہے۔

(۲) اسباب مسببات میں اثر تب کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی پائی جائے۔

(۳) مسببات کا وجود اس حال میں کہ وہ اسباب عادیہ سے ملا ہوا ہو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہے۔

تاثیرِ اسباب کے حوالے سے یہ آیت اس طرح راہنمائی کرتی ہے کہ آیت میں یکاد البرق یخطف میں یخطف کی اسناد برق کی طرف کی گئی اور یہ اسناد الفعل الی المسبب ہے وہ الگ بات ہے کہ مانع کی موجودگی میں سبب تاثیر نہیں کرتا ورنہ تاثیرِ اسباب مع مشیۃ اللہ تعالیٰ آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

سوال نمبر ۱۸۴: لفظِ شیء کے حوالے سے مفسر کی تقریر کا خلاصہ پیش کریں اور اس سلسلے میں معتزلہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیء موجود کے ساتھ خاص ہے (صرف موجود کو شے کہا جاتا ہے) (یہ اشاعرہ کا مذہب ہے)

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ شیء اصل میں شاء کا مصدر ہے (چونکہ مصدر کبھی بمعنی للفاعل اور کبھی بمعنی للمفعول ہوتا ہے لہذا) یہ کبھی شائی کے معنی میں آتا ہے اس وقت یہ باری تعالیٰ کو شامل ہوگا جیسے قل ای شیء اکبر شھادۃ قل اللہ شھید (یہاں شے کا اطلاق باری تعالیٰ پر کیا گیا کہ کیا کوئی شے شہادت کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے؟ آپ فرمادیں اللہ شہید (گواہ) ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اور کبھی شئی ء مشئی ء کے معنی میں آتا ہے یعنی جس کا وجود چاہا گیا ہے اور جس کے وجود کو اللہ تعالیٰ چاہے وہ بھی فی الجملہ موجود ہوتا ہے جس طرح ان اللہ علی کل شئی ء قدیر' اللہ خالق کل شئی ء ان دونوں آیتوں میں شئی ء بمعنی مشئی ء ہے (چونکہ جب شئی ء بمعنی شائی ہو تو پھر باری تعالیٰ پر اطلاق ہوتا ہے لیکن جب بمعنی مشی ء ہو تو پھر اطلاق نہیں ہوتا اس لیے ان دونوں آیتوں میں استثناء کی ضرورت نہیں جو قادر علی نفسہ کے لازم آنے کی وجہ سے کیا جائے)

معتزلہ: معتزلہ کا موقف یہ ہے کہ جس چیز کا موجود ہونا صحیح ہے وہ شے ہے اور یہ واجب و ممکن دونوں کو شامل ہے یا ہر وہ جس کا جاننا یا جس کے بارے میں خبر دینا صحیح ہو وہ شی ہے اس صورت میں یہ شئی ء ممتنع کو بھی شامل ہو گی۔ (معتزلہ کے مذہب کے مطابق ان کو اس آیت میں دلالت عقلی کی وجہ سے ممکن کے ساتھ تخصیص لازم ہو گی کیونکہ محال و ممتنع تحت القدرت نہیں)

سوال نمبر ۱۸۵: مثلھم اور او کصیب ان دونوں آیات کی تمثیلات مرکبہ اور تمثیلات مفردہ کے حوالے سے وضاحت کریں؟

جواب: (تمثیل مرکب تو یہ ہوتی کہ ایسا مجموعہ جس کے اجزاء آپس میں ملے ہوئے ہیں اس طرح کہ وہ شے واحد ہو جائے اس مجموعہ سے جو کیفیت حاصل ہو رہی ہو اس کو اس کی مثل کیفیت سے تشبیہ دینا) ان آیات میں تمثیل مرکب اس طرح ہو گی کہ منافقین کی حیرت و شدت والی حالت کو اس حالت کے ساتھ تشبیہ دینا جسے وہ شخص برداشت کرتا ہے جس کی آگ بجھ گئی ہو یا اس آدمی کی حالت کے ساتھ تشبیہ دینا جس کو اندھیری رات میں بارش نے کڑک سمیت اور اچکنے والی بجلی سمیت آ لیا۔ نیز اسے صواعق کا خوف ہو (صواعق کی تشریح ہو چکی)

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تمثیل مفرد یہ ہوتی کہ مفرد اشیاء کو لے کر ان کی امثال کے ساتھ ان کو تشبیہ دینا۔

اب پہلی آیت میں تمثیل مفرد اس طرح ہوگی کہ منافقین کی ذوات کو آگ جلانے والوں کے ساتھ تشبیہ دینا اور ان کے ایمان کے ظاہر کرنے کو آگ روشن ہونے کے ساتھ تشبیہ دینا اور ایمان سے جو انہوں نے نفع اٹھایا (اپنے خون محفوظ کر کے اور مال واولاد سلامت رکھ کر وغیرہ) اس کو ماحول المستوقدین (آگ جلانے والوں کے ارد گرد) آگ جلانے کے ساتھ تشبیہ دینا۔ اور جلد ہی اسے زائل ہو جانے کو (ان کے اہلاک کے ذریعہ اور ان کی حالت کو ظاہر کر کے اور دائمی عذاب ودائمی نار میں باقی رکھنے کے ذریعے) تشبیہ دینا ان کی آگ کو بجھا دینے اور ان کے نور کو لے جانے کے ساتھ۔

اور دوسری آیت میں تمثیل مفرد اس طرح ہوگی کہ منافقین کے نفسوں کو اصحاب صیب کے ساتھ تشبیہ دینا اور ان کے اس ایمان کو جو کفر سے ملا ہوا ہے اور ان کے دھوکے کو اس بارش کے ساتھ تشبیہ دینا جس میں اندھیرے کڑک اور بجلی ہے اس حیثیت سے کہ بارش اگرچہ فی نفسہ نافع ہے لیکن جب اس مذکورہ صورت میں ہو تو اس کا نفع نقصان میں بدل جاتا ہے۔ اور منافقین کا نفاق جو مومنوں کی سزاؤں سے بچنے کے لیے اور اس چیز سے بچنے کے لیے تھا جو مومن ان کے سوا کافروں کو پہنچاتے تھے کو تشبیہ دینا انگلیوں کو کانوں میں صواعق کی وجہ سے ڈالنے کے ساتھ۔

سوال نمبر ۱۸۶: یا ایھا الناس اعبدوا الخ میں غائب کے صیغے سے حاضر کی طرف التفات کی کیا وجہ ہے یا ایھا کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمۃ کی تقریر کا خلاصہ بیان کریں اور قرآن پاک میں عام طور پر یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہاں التفات کی وجہ سامع کو متحرک کرنا اور اس کو نشاط دینا ہے نیز عبادت کے امر کی اہمیت بیان کرنا اس کی عظمت شان بتانا اور عبادت کی تکلیف کو خطاب کی لذت کے ساتھ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

دور کرنا ہے یا ایسا حرف ہے جو بعید کو ندا کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کبھی اس سے قریب کو بھی نداء کی جاتی ہے اس کو بمنزلہ بعید قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت کے پیش نظر جیسے دعا کرنے والے کا یا اللہ یا رب کہنا حالانکہ وہ اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے یا قریب کی غفلت اور سوء فہم کی وجہ سے اسے حرف یا سے ندا کی جاتی ہے یا مدعولہ کی اہمیت کے پیش نظر اور اس پر زیادہ ابھارنے کی وجہ سے نیز یا حرف ندا منادیٰ کے ساتھ جملہ مفیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ یا فعل کے قائم مقام ہے اور ای معرف باللام اور یاء کے درمیان وسیلہ و ذریعہ ہے اس لیے یا بھی حرف تعریف ہے اور الف لام بھی اور اب تعریف کے دو حرفوں کا جمع ہونا متعذر ہے اس لیے درمیان میں ای لے آتے ہیں اور ای اگرچہ حقیقت میں معرف باللام تک یا کے پہنچانے کا ذریعہ ہے اور مقصود بالنداء معرف باللام ہی ہوتا ہے لیکن جب ای کے ساتھ حرف نداء ملا تو اس کو منادیٰ کا حکم دے دیا گیا اس لیے کہ یہ بھی مبنی بر ضم ہے اب نداء سے جو مقصود ہو اس پر رفع لازم ہے یہ بتانے کے لیے کہ یہی مقصود ہے۔ ای اور مقصود بالنداء کے درمیان تاکید کے لیے اور ای جس مضاف الیہ کا مستحق ہوتا ہے اس کے عوض کے لیے ھائے تنبیہ لے آتے ہیں۔

اور قرآن کریم میں اس طریقے پر کثیر نداء وارد ہوئی اس لیے کہ یہ تاکید کی چند وجوہ کے مستقل ہے۔

سوال نمبر ۱۸۷: الناس کا مدلول کون ہے نیز یا ایھا الناس اور یا یھا الذین امنوا ان دو قسم کے خطابات میں کیا فرق ہے اور اگر الناس میں کافر بھی شامل ہیں تو ان کو عبادت کا حکم دینا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: (چونکہ الناس جمع ہے اور جمع کا اسم جس پر الف لام داخل ہو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے) تو الناس لفظ کے اعتبار سے ان تمام لوگوں کو شامل ہوگا جو نزول وحی کے وقت موجود

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تھے اور بعد میں آنے والے لوگوں کو اس وجہ سے شامل ہوگا کہ یہ بات متواتر ہے نبی کریم ﷺ کے دین سے کہ آپ کے خطاب کا مقتضی دونوں گروہوں (موجود اور آنے والوں کو شامل ہے تو یہ خطاب قیام ساعت تک برقرار رہے گا سوائے ان لوگوں کے جن کو دلیل مستثنیٰ کردے (جس طرح بچے، مجنون مغمی علیہ وغیرہ)

جس سورت میں یا ایھا الناس ہو وہ مکی ہوتی ہے اور جس میں یایھا الذین امنوا ہو وہ مدنی ہوتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ " یا ایھاالناس "جس سورۃ میں ہو وہ مکی ہوتی ہے تو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خطاب کافروں کو بھی شامل ہو کیونکہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو پھر ان کو عبادت کا حکم دینا کیسے درست ہوگا تو پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت علقمہ و حضرت اسود رضی اللہ عنہما سے جو یہ قول مرفوعا مروی ہے اولاً ہم اس کے مرفوع حدیث ہونے کو نہیں مانتے کہ ممکن ہے کہ یہ قول ان دونوں بزرگوں کا ہو اور اگر اسے مرفوع تسلیم کر بھی لیں تو پھر بھی یاایھا الناس کی تخصیص کفار سے لازم نہیں آتی کیونکہ مکہ مکرمہ میں مومن بھی تھے نیز کفار کو عبادت کا حکم بھی نہیں کہ وہ مامور بہ مشترک ہے عبادت کی ابتداء کرنے، اس میں اضافہ کرنے اور اس پر دوام اختیار کرنے میں لہذا کفار سے مطلوب عبادت میں شروع ہونا تو ہوگا لیکن اس چیز کو پہلے لا کر جس کی تقدیم ضروری ہے یعنی ایمان لانا۔

سوال نمبر ۱۸۹: والذین من قبلکم کی اعرابی حالت بتائیں نیز اس سے کون لوگ مراد ہیں اور والجملہ اخرجت مخرج المقدر عندھم کی وضاحت کریں لفظ مِنْ کی بجائے مَنْ موصولہ کی قراءت کیا مفہوم واضح کرتی ہے؟

جواب: والذین من قبلکم منصوب ہے محلاً کیونکہ اس کا عطف خلقکم کی ضمیر پر ہے جو کہ محلاً منصوب ہے لہذا معطوف بھی محلاً منصوب ہوگا۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

یہ ہر اسکو شامل ہے جوانسان سے مقدم ہو یا تو بالذات یا بالزمان (تقدم ذاتی تو یہ ہوتا کہ مؤخر مقدم کا محتاج ہو اور مقدم مؤخر کے لیے علت تامہ ہو۔ اور تقدم بالزمان میں مقدم کا زمانہ مؤخر کے زمانہ سے پہلے ہوتا ہے)

والجملہ اخرجت الخ مفسر نے پہلے تو یہ بتایا کہ الذی خلقکم یہ ماقبل کی صفت ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ وہ حکم جس کو صفت متضمن ہو وہ مخاطب کو پہلے سے معلوم ہونی چاہیے کہ موصوف کے لیے یہ حاصل ہے اور اس کے (مخاطب کے) نزدیک یہ بات مقرر ہونی چاہیے اب مخاطبین میں تو مشرک بھی شامل ہے اب ان کے نزدیک اس بات مقر ہونا کہ انکا اوران سے پہلے لوگوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ غیر ظاہر ہے تو مصنف نے فرمایا اگر چہ یہ ان کے نزدیک ثابت شدہ بات نہیں لیکن یہ ثابت شدہ بات کے قائم مقام ہے اس لیے کہ وہ یا تو اس کا اعتراف کرتے تھے کہ جب ان سے پوچھا جاتا تمہیں کس نے پیدا کیا تو وہ کہتے اللہ نے یا یہ کہ وہ ادنی غور وفکر سے اس کا علم حاصل کر سکتے تھے۔

اگر مِن کے بجائے مَن موصولہ کی قراءت ہو تو اب اشکال ہوگا کہ ایک صلہ کے دو موصول (الذین مَن) کا اجتماع لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ صلہ اگر دوسرے موصول کا ہو تو یہ پہلے کا صلہ نہیں بنے گا اور اگر پہلے کا ہو تو دوسرے کا صلہ کہاں گیا۔ تو مصنف نے جواب دیا کہ یہ صلہ موصول اول کا ہے اور دوسرے موصول کا صلہ نہیں اس لیے کہ دوسرا موصول پہلے موصول کی تاکید ہے۔

سوال نمبر۱۹۰: لعلکم تتقون نحوی ترکیب میں کیا واقع ہوتا ہے اس میں کس بات پر تنبیہ ہے اور من مفعول خلقکم کا کیا مطلب ہے؟

جواب: لعلکم تتقون یہ اعبدوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تقوی سالکین کے درجات کی انتہاء ہے (تقوی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سے رخ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) نیز یہ کہ عابد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی عبادت پر مغرور ہو اور اسے خوف وامید رکھنی چاہیے۔

من مفعول خلقکم کا یہ مطلب ہے کہ پہلے یہ بتایا گیا کہ لعلکم تتقون اعبدوا کی ضمیر سے حال ہے اب یہ بتارہے ہیں کہ یا یہ خلقکم کے مفعول (کم) سے حال واقع ہو رہا ہے۔

سوال نمبر ۱۹۱: الذی جعل لکم الارض فراشا الخ کا محل کیا ہے اور جعل کس کس معنی میں آتا ہے تفصیل مطلوب ہے؟

جواب: یا تو یہ ربکم کی صفت ثانیہ ہے (اس صورت میں یہ منصوب ہوگا) یا یہ مدح منصوب ہوگی اعنی فعل کے مقدر ہونے کے ساتھ یا یہ مدح ہوگی اور مرفوع ہوگی مبتدائے محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر ای ھو الذی الخ یا یہ خود مبتدا ہے اور اس کی خبر فلا تجعلوا ہوگی۔

جعل افعال عامہ (ہر فعل میں اس کا معنی پایا جاتا ہے) میں سے ہے یہ تین صورتوں میں آتا ہے۔

(۱) صار اور طفق کے معنی میں اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا جیسے فقد جعلت قلوص بنی سھیل مین جعلت صارت کے معنی میں ہے اور یہ متعدی نہیں۔

(۲) یہ اوجد کے معنی میں آتا ہے اس صورت میں یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جس طرح وجعل الظلمات والنور یہ معطوف علیہ اور معطوف مل کر ایک مفعول بنتے ہیں جعل کے جو اوجد کے معنی میں ہے۔

(۳) یہ صیر کے معنی میں ہوتا ہے اس صورت میں یہ (جعل) بمعنی صیر ہے اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

الارض اور فراشا اس کے دو مفعول ہیں (تصییر کبھی بالفعل ہوتی ہے اور کبھی بالقول اور بالعقد ہوتی ہے)

سوال نمبر ۱۹۲: زمین کو بچھونا بنانے کے حوالے سے بیضاوی کی تقریر ذکر کریں اور بناء سے کیا مراد ہے۔ آسمان سے پانی کا نزول اور زمین سے پھلوں کا نکلنا کس عقیدے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور انسانی تخلیق کے ساتھ اس کی مشابہت کی کیفیت کیا ہے؟

جواب: زمین کو بچھونا بنانے کے حوالے سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ زمین کے بعض حصوں کو پانی سے خالی رکھا حالانکہ پانی کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ زمین کو گھیر لے نیز اللہ تعالیٰ نے زمین کو سختی اور نرمی کے درمیان رکھا کہ اب اس پر بیٹھا اور سویا جا سکتا ہے جس طرح کہ بچھائے ہوئے بستر ہوں۔

بناء سے مراد تنا ہوا گنبد ہے اور بناء مصدر ہے اب مبنی کو بناء کہہ دیتے ہیں چاہے وہ گھر ہو یا قبہ یا خیمہ۔

آسمان سے پانی کا نزول اور زمین سے پھلوں کا نکلنا اس عقیدے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی مشیت سے ہے لیکن پانی جو مٹی سے ملا ہوا ہو یہ پھلوں کے اخراج کا سبب اور اس کا مادہ ہے۔

انسانی تخلیق کے ساتھ اسکی مشابہت کی کیفیت یہ ہے کہ پانی میں اللہ تعالیٰ نے قوت فاعلہ رکھی اور زمین میں قوت قابلہ اب ان دونوں قوتوں کے اجتماع سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح مرد میں اللہ تعالیٰ نے قوت فاعلہ ودیعت رکھی اور رحم مادر میں قوت قابلہ ان دونوں کے اجتماع سے انسان تخلیق کے مراحل طے کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۹۳: سماء سے کیا مراد ہے اور من اول وثانی کی حالت کیا ہے من تبعیض کے لیے ہو تو کیا اعتراض ہوتا ہے اور اس کا جواب کیا ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: سماء اسم جنس ہے اس سے بادل یا فلک مراد ہے من اول ابتداء کے لیے ہے اور من ثانیہ تبعیض کے لیے ہے یا تبیین کے لیے۔

من تبعیضیہ ہونے کی صورت میں اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ثمرات پانی کے ذریعے نکالے اور بعض بغیر پانی کے حالانکہ اس طرح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بارش سے تمام کے تمام پھل نہیں نکالے گئے بلکہ بعض پھل بارش سے نکالے گئے ہیں۔

سوال نمبر۱۹۴: ثمرات جمع قلت ہے حالانکہ یہاں جمع کثرت ہونی چاہیے تو آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں نیز لفظ رزق کس معنی میں ہے؟

جواب: یہاں ثمرات سے جماعة الثمرة مراد ہے یا یہ جمع قلت' جمع کثرت کی جگہ پر واقع ہے یعنی معنا یہ جمع کثرت ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ جمع قلت و کثرت میں فرق تب ہوتا ہے جب دونوں نکرہ ہوں اور جب یہ معرف باللام ہوں تو اس صورت میں مطلقاً استغراق کے لیے آتے ہیں رزق مصدر ہے مرزوق کے معنی میں ہے۔

سوال نمبر۱۹۵: فلا تجعلوا نہی ہے یا نفی' اگر نہی ہے تو اس کا تعلق کس سے ہے اگر نفی ہے تو منصوب ہونے کی وجہ کیا ہے نیز اس پر فاء کیوں داخل ہوئی ہے؟

جواب: یہ نہی اور نفی دونوں ہو سکتا ہے اگر نہی ہو تو اس کا تعلق اعبدوا سے ہوگا کہ اس کا اس پر عطف ہوگا اگر نفی ہو تو ان کے پوشیدہ ہونے کے ساتھ منصوب ہوگا یہ امر کا جواب ہوگا یا فلا تجعلوا کا تعلق لعل سے ہوگا اس صورت میں فلا تجعلوا کا نصب لعلی ابلغ الاسباب اسباب السموات فاطلع میں فاطلع کے نصب کی طرح ہوگا۔ یعنی فاطلع سے پہلے اَن پوشیدہ ہے حالانکہ یہ لعل کے بعد واقع ہوا اور لعل ان چھ اشیاء میں سے نہیں جو اپنے مابعد فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں اب لعل کو اشیاء ستہ کے ساتھ ملحق

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کر دیتے ہیں کیونکہ غیر موجب ہونے میں دونوں شریک ہیں۔

فلا تجعلوا پر فاء سببیہ ہے چونکہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اس لیے اس کی خبر کو جزا کے قائم مقام کر کے فاء لائی گئی (یہ اس صورت میں ہے جب فلا تجعلوا کا تعلق الذی جعل لکم کے ساتھ ہو اور یہ نہی ہو اور مقول فیہ لا تجعلوا کی تاویل میں ہو تو یہ یعنی فلا تجعلو خبر واقع ہوگی)

سوال نمبر ۱۹۶: نِدّ کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق ذکر کریں۔ نِدّ اور مساوی میں کیا فرق ہے۔ نیز مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو نِدّ کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ندّ' ندّ' ندودا سے مشتق ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی بھاگ جائے اور ناددت الرجل بمعنی خالفت الرجل آتا ہے۔

اور ندّ' المثل المناھی (وہ مثل جو مخالف و معادی ہو) کو کہا جاتا ہے (اور لغت میں ندّ' مثل کو کہا جاتا ہے یعنی جو اوصاف میں شریک ہو مخالفت کا تصور نہیں کیا جاتا) ندّ اس مخالف کے ساتھ خاص ہے جو ذات میں مماثل ہو اور مساوی اس کے ساتھ خاص ہے جو قدر میں مماثل ہو۔

مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو ندّ کہنے کی وجہ (حالانکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات صفات میں مساوی نہیں اعتقاد رکھتے تھے اور نہ ہی افعال میں اس کے مخالف جانتے تھے) یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ان باطل معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور وہ ان کو آلھہ کہتے تھے اب ان کی حالت اس آدمی کی حالت کے مشابہ ہو گئی جو ان کو ذوات واجبہ بالذات سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی سزا دور کر سکتے ہیں اور جو بھلائی اللہ تعالیٰ انہیں عطا نہیں فرمانا چاہتا ہے وہ اسے دے سکتے ہیں تو بطور تہکم اور انکی مذمت کرتے ہوئے انداد فرمایا گیا کہ انہوں نے ایسی ذات کے لیے انداد بنائے جس

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کی ند و مثل ممتنع ہے۔

سوال نمبر ۱۹۷: وانتم تعلمون کی ترکیبی کیفیت اور اس کے مفعول کے حوالے سے تفسیر بیضاوی کی تقریر بیان کریں اور بتائیں کہ وانتم تعلمون کی وجہ سے فلا تجعلوا للہ اندادا یہ علم سے مقید نہیں ہو گیا؟

جواب: وانتم تعلمون فلا تجعلوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے اور تعلمون کا مفعول کلیۃ متروک ہے کہ نہ وہ مقدر ہے اور نہ ہی منوی (اب یہ بات وانتم کو حال بنانے کی صورت میں یہ اشکال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو تو اگر کوئی نہیں جانتا جاہل ہے تو کیا وہ شریک بنا سکتا ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ علم کی قید سے مقصود توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) ہے اس کو حکم علم پر بند کرنا اور اس سے مقید کرنا نہیں کیونکہ عالم اور وہ جاہل جو علم حاصل کرنے پر قادر ہیں وہ مکلف ہونے میں برابر ہیں۔

سوال نمبر ۱۹۸: ان دو آیتوں (یا ایھا الناس اعبدوا سے وانتم تعلمون تک) کے مضمون کا خلاصہ وضاحت کے ساتھ ذکر کریں اور بتائیں کہ انسانی بدن کے ساتھ تمثیل کی کیا صورت ہے؟

جواب: ان دونوں آیتوں کا مضمون اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی نہی اور علت و مقتضی کی طرف اشارہ ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے حکم کو صفت ربوبیت پر مرتب فرمایا اس بات کی خبر دیتے ہوئے کہ رب ہونا علت ہے عبادت کی پھر اپنی ربوبیت کو بیان فرمایا کہ وہ ان کا اور ان کے آباؤ و اجداد کا خالق ہے نیز وہ اپنے معاش میں زمین، آسمان، طعام اور لباس کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا بھی خالق ہے۔ اب چونکہ ان چیزوں پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں اس لیے پھر اس پر

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کی نہی کو مرتب فرمایا۔

انسانی بدن کے ساتھ تمثیل کی صورت یہ ہے کہ انسانی بدن کی مثال زمین کے ساتھ، نفس کی مثال آسمان کے ساتھ، عقل کی پانی کے ساتھ اور انسان کو جو فضائل عملیہ ونظریہ عطا فرمائے جو کہ عقل کو حواس کے استعمال کرنے اور قویٰ نفسانیہ کے ملاپ کے واسطے سے اسے حاصل ہوئے اس کی مثال اُن پھلوں کے ساتھ دی جو فاعل مختار کی قدرت سے آسمانی قوت فاعلہ اور زمینی قوت منفعلہ کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۱۹۹: وان کنتم فی ریب الخ کا پچھلی آیت سے ربط کیا ہے اور نزلنا (باب تفعیل) لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: پہلے اللہ عزوجل نے اپنی وحدانیت کو مقرر و ثابت فرمایا اور وہ راستہ بیان فرمایا جو اس وحدانیت کے علم تک پہنچانے والا ہے اب وہ چیز بیان فرمائی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حجت ودلیل ہے اور وہ قرآن ہے جو عاجز کردینے والا ہے یعنی ایسی فصاحت سے جو ہر منطیق (نطق کرنے والا مبالغہ سے) کی فصاحت پر غالب آ گئی اور جن سے اس کے معارضہ کا مطالبہ کیا گیا بڑے بڑے عرب کے فصحاء میں سے ہیں تو وہ عاجز آ گئے حالانکہ وہ کثیر تھے اور انہیں شدید بغض وعناد بھی تھا۔

باب تفعیل کا صیغہ لانے میں حکمت یہ ہے کہ اس کا ایک خاصہ تدریج ہے اور چونکہ قرآن کریم بھی تدریجاً تھوڑا تھوڑا کر کے موقع محل کے مطابق نازل ہوا اس لیے باب تفعیل کا صیغہ استعمال فرمایا گیا۔

سوال نمبر۲۰۰: لفظ سورۃ کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق ذکر کریں اور بتائیں کہ سُوَر قرآنی کو سُوَر کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سورۃ کی واؤ یا تو اصلی ہوگی یا نہیں اگر اصلی ہو تو سورۃ سُوْرُ المدینہ سے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

منقول ہوگی اور سور المدینہ ان دیواروں کو کہتے ہیں جو شہر کے ارد گرد کھڑی کی گئی ہوں یا یہ اس سورۃ سے منقول ہوگی جس کا معنی رتبہ، مرتبہ ہے۔ اور اگر سورۃ کی واؤ اصلی نہ ہو بلکہ ہمزہ سے بدلی ہو تو یہ اس سورۃ سے منقول ہوگی جو کسی شے کے ٹکڑے اور قطعے کو کہتے ہیں۔

سُوَر قرآنی کو سورۃ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سور المدینہ سے منقول ہے جو ان دیواروں کو کہتے ہیں جو شہر کی حفاظت کے لیے اس کے ارد گرد بنائی گئی ہوں اور چونکہ قرآن کریم کی سورتیں بھی قرآن کریم کے ایک حصے کا احاطہ کیے ہوئے اور انکو محفوظ کیے ہوئے ہیں یا علم کی انواع پر مشتمل ہیں اس لیے انہیں سُوَر سورۃ کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۱: مِنْ مِثْلِہ میں لفظ مِنْ اور ضمیر مجرور کے حوالے سے وضاحت کریں اور بتائیں کہ ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے اور اس سلسلے میں اولیٰ کیا ہے؟

جواب: اس میں مِنْ تبعیض کے لیے ہے یا تبیین کے لیے اور امام اخفش کے نزدیک زائد ہے اور ضمیر مجرور مما نزلنا میں ما کی طرف راجع ہے۔ اور یہ مل کر سورۃ کی صفت ہے۔ یا ضمیر کا مرجع عبدنا ہے۔ اور اس صورت میں مِنْ ابتداء کے لیے ہوگا یعنی ایسی سورت لاؤ جس کی ابتداء اس شخص سے ہو جو نبی کریم ﷺ کی حالت پر ہو کہ وہ بشر بھی ہو اور امی بھی اور اس نے نہ کتابیں پڑھی ہوں اور نہ علوم سیکھے ہوں۔ یا من مثلہ فأتوا کا صلہ ہے اور ضمیر عبد (ﷺ) کی طرف راجع ہے۔

اولیٰ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع مُنَزَّل ہو کیونکہ یہ اس آیت اور تمام آیات تحدی کے موافق ہے۔

سوال نمبر ۲۰۲: شہید کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد واضح کریں کہ یہاں شهداء سے کیا مراد ہے نیز رسول اللہ ﷺ کی صفت شہید سے کونسا عقیدہ ثابت ہوتا ہے؟

جواب: شہید کے چند معانی ہیں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(۱) حاضر (۲) قائم بالشہادۃ

(۳) ناظر (۴) امام (۵) مقتول فی سبیل اللہ

یہاں شہداء سے ناصر و معین مراد ہیں۔اور رسول اللہ ﷺ کی صفت شہید لانے میں حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ پر دلالت پائی جاتی ہے کیونکہ شہید حاضر کے معنی میں بھی آتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۳: لفظِ دون کا اصلی حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ یہاں کونسا معنی مراد ہے اور اصل معنی کے ساتھ اس کی کیا مطابقت ہے؟

جواب: اس کا حقیقی معنی تو ادنی مکان من الشئی۔ (کسی شی کا ادنیٰ مکان وجگہ ہے) پھر اسے رتبوں کے لیے مستعار لیا گیا پھر اس میں وسعت پیدا کر کے اس کا استعمال کیا جانے لگا ایک حد سے دوسرے حد کی طرف تجاوز کرنے میں۔

یہاں پر تجاوز والا معنی مراد ہے چونکہ اصل میں ایک حد سے دوسری حد کی طرف تجاوز کرنے کو دون کہتے ہیں تو یہاں بھی یہ معنی ہوگا کہ انکو بلاؤ اس حال میں کہ تم تجاوز کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ کو بلانے سے اپنے شہداء کی طرف تو اصل معنی کے ساتھ مطابقت واضح ہوگئی۔

سوال نمبر ۲۰۴: لفظِ من کا متعلق کیا ہے اور دعوتِ شہداء کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمۃ کی تقریر کا خلاصہ کیا ہے؟

جواب: من کا متعلق ادعو ہے اور دعوتِ شہداء کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم معارضہ کی طرف بلاؤ ان کو جو تمہارے پاس حاضر ہیں یا جن کی تمہیں امید ہے اپنے انسانوں، جنوں اور آلہہ میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کیونکہ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی لانے پر قادر نہیں۔ یا یہ معنی ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا گواہوں کو بلاؤ جو تمہارے لیے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اس بات کی گواہی دیں کہ جو کچھ تم لائے ہو وہ اس مُنزَّل کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی پیش نہ کرو کیونکہ یہ تو عاجز مبہوت کی عادت ہوتی ہے کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے تو کہہ دیتا ہے کہ اللہ گواہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بارے میں ہمیں کیا علم کہ وہ کس کے حق میں ہے۔ یا یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان اولیاء وآلہہ کو بلاؤ جن کے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دیں گے۔

سوال نمبر ۲۰۵: صادقین میں صداقت سے کیا مراد ہے اور ان کنتم صادقین کا جواب کیا ہے؟

جواب: صادقین میں صداقت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کا کلام بشر ہونا اگر واقع کے مطابق ہے تو اس کا جواب محذوف ہے جس پر ماقبل (فاتوا بسورة الخ) دلالت کرتا ہے اور جواب یہ ہے کہ فافعلوا ذلك ای فأتوا بمثله کہ پس تم اس کی مثل لے آؤ۔

سوال نمبر ۲۰۶: صدق کی تعریف میں اختلاف نقل کریں اور دونوں طرف کی دلیل واضح کریں؟

جواب: جمہور علماء کے نزدیک الاخبار المطابق للواقع (واقع کے مطابق خبر دینے) کو صدق کہتے ہیں۔

اور نظام معتزلی کے نزدیک صدق کہتے ہیں کہ واقع کے مطابق خبر دینا اور اس کے ساتھ ساتھ مخبر کا یہ اعتقاد بھی ہو کہ یہ خبر ایسے ہی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ منافقین حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتے تھے نشهد انك لرسول الله ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قول میں جھٹلا دیا کیونکہ ان کا یہ اعتقاد نہ تھا۔

جمہور کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ ان کی تکذیب ان کے قول نشهد

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

میں کی گئی ہے نہ کہ انك لرسول اللہ میں۔ کیونکہ شہادت اس کی ہوتی ہے جسے انسان دل سے تسلیم کرے اب ان کے دل میں یہ نہ تھا اور نہ وہ اس میں خلوص والے تھے۔

سوال نمبر ۲۰۷: فان لم تفعلوا کو نتیجہ قرار دیا اس کی وضاحت کیجئے اور بتائیں کہ "اتیان" کی بجائے لفظ فعل کیوں لایا گیا؟

جواب: پہلے بیان فرمایا منافقین وغیرھم کے لیے جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کے معاملہ کو اور جو آپ لائے اس کو پہچان لیں نیز ان کے لیے حق کو باطل سے الگ کر کے اب اس نتیجہ کو مرتب فرمایا کہ جب تم نے کوشش کی قرآن کریم کے معارضہ میں اور تم سب اس کی مثل یا اس کے قریب لانے سے عاجز آ گئے تو ظاہر ہو گیا کہ قرآن کریم معجز ہے اور اسکی تصدیق ضروری ہے تو تم ایمان لے آؤ اور اس عذاب سے ڈرو جو تکذیب کرنے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اتیان کی بجائے فعل کو لایا گیا کیونکہ فعل اتیان اور اس کے غیر کو بھی شامل ہے اور اس میں اختصار بھی ہے۔

سوال نمبر ۲۰۸: یہاں اذا کا مقام تھا لیکن حرف إن شرطیہ لایا گیا کیوں؟

جواب: یہ بطور تحکم ہے یا ان کے ساتھ خطاب ان کے گمان کے مطابق کیا گیا کیونکہ غور وفکر سے پہلے ان کے لیے عاجز ہونا ثابت نہ تھا اس لیے وہ اس میں شک کرتے تھے ورنہ یہاں مقام اذا کا تھا جو یقین کے لیے ہے نہ کہ اِن کا جو کہ شک کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے عاجز آنے میں شک نہ تھا۔

سوال نمبر ۲۰۹: فان لم تفعلوا میں دو حرف جزم یعنی ان اور لم لائے گئے کس کے عمل کو ترجیح ہے اور کیوں؟ نیز حرف لن کے بارے میں مفسر نے کیا تقریر کیا ہے اور حرف مقتضب کسے کہتے ہیں؟

جواب: لم کے عمل کو ترجیح ہے اس لیے کہ اس کا عمل واجب ہے اور یہ فعل مضارع کے ساتھ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

خاص ہے اپنے معمول کے ساتھ ملا ہوتا ہے بخلاف ان کے کہ وہ کبھی ماضی پر داخل ہوتا ہے اور لفظاً عمل نہیں کر سکتا' حرف لن نفی مستقبل میں لا کی طرح ہے لیکن لـن زیادہ بلیغ ہے اور یہ امام سیبویہ کے نزدیک اور امام خلیل کی ایک روایت کے مطابق حرف مقتضب ہے۔

مقتضب سے مراد مرتجل ہے جو کہ غیر منقول ہوتا ہے دوسرے لفظ سے امام خلیل کی ایک روایت کے مطابق یہ اصل میں لا ان تھا ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا اب الف اور نون دو ساکن جمع ہو گئے الف کو گرا دیا تو لـن ہو گیا جبکہ امام فراء کے نزدیک یہ اصل میں لا تھا الف کو نون سے بدلا تو لن ہو گیا۔

سوال نمبر ۲۱۰: لفظِ وقود پر مفسر علیہ الرحمہ کی بحث نقل کریں؟

جواب: وقود (واو کے فتح کے ساتھ) اور وقود (واو کے ضمہ کے ساتھ) جس سے آگ روشن کی جاتی ہے اور مراد اس سے ایندھن ہے۔ اور وقـود (واو کے ضمہ کے ساتھ) مصدر ہے اور مصدر کبھی فتح کے ساتھ بھی آ جاتا ہے جس طرح کہ امام سیبویہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا وقدت النار وقودا عالیا۔ تو اس میں وَقود بالفتح مصدر ہے اور اسم ضمہ کے ساتھ آتا ہے۔ یا یہ اسم وقود اصل میں مصدر ہی ہے پھر اسے اس چیز کا اسم بنا دیا گیا جسے جلایا جاتا ہے مجاز استعمال المصدر بمعنی المفعول کے قبیلے سے جس طرح فخر افتخار کے معنی میں اور زین تزیین کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایک قرأت میں واؤ کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد اسم ہی ہے اور اگر مصدر مراد ہو تو مضاف محذوف ہوگا وقودھا احتراق الناس ان کا جلانا لوگوں کا جلانا ہے۔

سوال نمبر ۲۱۱: الحجارۃ حجر کی جمع کیسے بنی نیز پتھروں سے کونسے پتھر مراد ہیں اور پتھروں کو ایندھن بنانے میں کیا حکمت ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: یہ جمع غیر قیاسی قلیل الاستعمال ہے جس طرح جمل کی جمع جمالہ آتی ہے ان پتھروں سے مراد بت ہیں جن کو مشرکین خود تراشتے تھے۔

جب مشرکین نے اپنے آپ کو دنیا میں بتوں سے ملائے رکھا ان کی عبادت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی تو اب وقودھا الناس والحجارۃ میں ان کو مشرکین کے ساتھ ملا دیا گیا یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا اسی سے جو ان کے جرم کا منشا ہے جس طرح کہ کافر سونے چاندی سے عذاب دیے جائیں گے یا چونکہ وہ ان سے شفاعت کی امید رکھتے تھے تو اسکی نقیض ان کو دکھانے کے لیے اور ان کی حسرت زیادہ کرنے کے لیے بت آگ میں جلائے جائیں گے۔

سوال نمبر ۲۱۲: اگر گندھک کے پتھر مراد لیے جائیں تو کیا خرابی لازم آتی ہے نیز النار کو معرفہ لانے کی کیا وجہ ہے اور اس پر الف لام کونسا ہے؟

جواب: پہلی خرابی تو یہ لازم آتی ہے کہ تخصیص بغیر دلیل کے ہے اور دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس سے ابطال مقصود لازم آتا ہے کیونکہ غرض تو آگ کی ہولناکی اور عذاب کی شدت بیان کرنا ہے کہ وہ آگ اتنی شدید ہے کہ اس سے پتھر بھی جل جائیں گے (لکڑی کی طرح) جب کہ دوسری عام آگ سے پتھر نہیں جلتے اور گندھک تو ہر قسم کی آگ سے جل جاتی ہے۔

چونکہ یہ آیت مدنی ہے اور اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں سورۃ تحریم میں نارا وقودھا الناس والحجارۃ نازل ہوئی (اس میں نار نکرہ ہے) تو کفار نے آگ کو اس کی صفت کے ساتھ پہچان لیا تو اب مدینہ منورہ میں اس آیت میں پھر اسی نار کا ذکر ہوا اور اسے معرفہ لایا گیا کیونکہ اس کا معہود موجود ہے اور اس پر الف لام عہد کا ہے جس سے اشارہ مذکورہ نار کی طرف ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۱۳: اعدت للکافرین میں اعدت کو کون کونسی صورتوں میں پڑھا گیا ہے اور ہر صورت میں لغوی مطابقت کیا ہے نیز اس کی نحوی ترکیبی کیفیت کیا ہے؟

جواب: اعدت کو اعتدت (باب افعال) عتاد سے پڑھا گیا ہے اور یہ عدت کے معنی میں ہے۔ تو اس کا لغوی معنی گننا و شمار کرنا ہے اور چونکہ جو شے گن لی جاتی ہے وہ تیار ہو جاتی ہے اور آگ بھی ان کے تیار کر دی گئی ہے اور یہی مناسبت ہے لغوی معنی کے ساتھ اور جب اعتدت قراءت ہو تو پھر بھی یہی مناسبت و مطابقت ہے کیونکہ اعتدت عتاد سے ہے جو عدت کے معنی میں ہے۔

یہ جملہ مستانفہ ہے یا قد کے پوشیدہ ہونے کے ساتھ النار سے حال واقع ہوگا۔ لیکن اس کو وقودھا کی ضمیر مجرور سے حال بنانا درست نہیں اگرچہ وقود کو مصدر بنایا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں ذوالحال اور حال کے درمیان خبر (الناس وما عطف علیہ) کا فصل لازم آتا ہے اور مصدر اور اس کے معمول کے درمیان کلام اجنبی آ جائے تو مصدر ضعیف العمل ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کرتا۔

سوال نمبر ۲۱۴: وان کنتم فی ریب الآیۃ اور فان لم تفعلوا دونوں آیتوں میں نبوت پر دلیل ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: ان دونوں آیتوں میں نبوت پر دلیل چند وجوہ سے بنتی ہے۔

(۱) ان دونوں آیتوں میں کفار کو چیلنج کیا گیا نیز اس کے معارضہ پر انہیں ابھارا گیا اور ساتھ ساتھ ان کو زجر و توبیخ بھی کی گئی کہ چھوٹی سی سورت بھی نہ لا سکے اس کے ساتھ ان پر سخت وعید معلق کی۔ اب کفار کثیر التعداد بھی تھے فصاحت میں مشہور و معروف بھی اور ضد بازی میں انتہاء کو پہنچے ہوئے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے چیلنج قبول نہیں کیا اور جلاء وطنی کی طرف مجبور ہو گئے جس سے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

معلوم ہو گیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں اور جس پر نازل ہوا وہ بھی سچا نبی ہے۔ (ﷺ)

(۲) ان دونوں آیتوں میں غیب کی خبر ہے کہ وہ ان جیسی کوئی چھوٹی سی سورت بھی نہیں لا سکتے لیکن اس کے باوجود وہ اس کے معارض نہیں ہوئے اگر ہوئے ہوتے تو یہ بات مشہور ہو چکی ہوتی کیونکہ اس میں طعن و تشنیع کرنے والے ماننے والوں سے زیادہ ہیں۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ کلام اللہ ہے جس پر نازل ہوا وہ نبی برحق ہے۔

(۳) اگر نبی کریم ﷺ کو امر قرآن یا امکان معارضہ میں شک ہوتا یعنی اگر آپ نبوت کے دعویٰ میں سچے نہ ہوتے تو کفار کو اس مبالغے کے ساتھ چیلنج نہ کرتے اس خوف سے کہ آپ کی دلیل کہیں باطل نہ ہو جائے لیکن جب آپ نے اس مبالغے سے زوردار چیلنج فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ (ﷺ)

سوال نمبر ۲۱۵: وبشر الذین آمنوا کا پہلے جملے پر عطف کس قسم کا عطف ہے اگر محض فعل کا عطف ہوتا تو کیا خرابی لازم آتی اور اس خوشخبری کو لانے میں اللہ تعالیٰ کی کس عادت کریمہ کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: یہ قصہ کا عطف قصہ پر ہے۔ یعنی متعدد جملوں کا عطف جو ایک غرض کے لیے لائے گئے ہوں ایسے جملوں پر جو ایک ہی غرض کے لیے لائے گئے ہوں۔

اور اگر محض فعل (بشر) کا عطف ہوتا تو معطوف علیہ بھی اس کے مشاکل (امر نما) ہوتا حالانکہ ایسا نہیں۔ یا بشر کا عطف فاتقوا پر ہو گا اب یہ اعتراض ہو گا کہ فاتقوا تو جزائے شرط ہے جب کہ وبشر جزا نہیں تو عطف کیسے درست ہو گیا تو مفسر نے جواب دیا کہ چیلنج کے بعد کفار وہ چیز نہ لا سکے جس سے وہ معارضہ کرتے تو قرآن کریم کا اعجاز ظاہر

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہوئیا تو جو اس کا منکر ہو گا وہ مستوجب عقاب ہے اور جو اس پر ایمان لائے گا وہ مستحق ثواب ہے۔ اور یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ ان کو خوف دلایا جائے اور ان کو بشارت دی جائے تو اس کا فاتقوا کے ساتھ معنوی ربط ہو گیا جو جواز عطف کے لیے کافی ہے ان خوشخبری لانے سے اللہ تعالیٰ کی اس عادت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ترغیب کو ترہیب کے ساتھ لاتا ہے مخاطب کو نشاط دینے کے لیے تاکہ وہ نجات دینے والی شے کو اختیار کرے اور مہلک سے پرہیز کرے۔

سوال نمبر ۲۱۶: بشارت اور خبر میں فرق واضح کریں اور بتائیں کہ وعید میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو خود خطاب فرمایا اور بشارت نبی کریم ﷺ یا علماء مبلغین کے ذمہ لگائی۔ فرق کی وجہ کیا ہے؟

جواب: بشارت اس خبر کو کہتے ہیں جو سرور کا باعث ہو۔ جبکہ خبر میں یہ ضروری نہیں اور فقہاء کرام نے فرمایا کہ بشارت پہلی خبر کو کہتے ہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے کہا جو مجھے میرے بیٹے کے آنے کی بشارت دے تو وہ آزاد ہے اب اگر ان تمام نے اس کو الگ الگ خبر دی تو پہلا شخص آزاد ہو گا کیونکہ بشارت پہلی خبر کو کہتے ہیں اور اگر بشارت کی جگہ اس نے خبر کا لفظ استعمال کیا تو مذکورہ صورت میں تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔

بشارت نبی کریم ﷺ یا علمائے مبلغین کے ذمہ سونپی گئی اس میں یہ حکمت ہے کہ ان کی شان کی عظمت بتائی جارہی ہے اب ان کے ساتھ معاملہ ان کے اضداد و مخالفین کے معاملہ کے اسلوب سے مختلف بیان فرمایا گیا نیز اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہی لوگ اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کا غیر ان کو بشارت دے۔ اور مبارک باد دے اس کی جوان کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۲۱۷: صالحات کے حوالے سے امام بیضاوی نے کیا فرمایا نیز عمل کا ایمان پر

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

عطف کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: صالحات ' صالحۃ کی جمع ہے اور یہ ان صفات میں سے ہے جن پر اسمیت غالب آ گئی اب یہ اسماء کے قائم مقام استعمال ہوتی ہیں۔ جس طرح حسنۃ کہ اس میں اسمیت غالب ہوگئی اور یہ بغیر موصوف کے استعمال ہوتا ہے۔ اور صالحات ان اعمال کو کہتے ہیں جن کو شریعت نے جائز قرار دیا ہو نیز اس کی تحسین بھی فرمائی ہو اور صالحات کی تانیث خصلۃ یا خلۃ کی تاویل پر ہے اور اس میں لام جنس کا ہے عمل کے ایمان پر عطف سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس بشارت کے استحقاق کا سبب دونوں (ایمان و عمل صالح) کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ ایمان (تحقیق و تصدیق) بنیاد اور عمل صالح عمارت ہے اور عمارت کے بغیر بنیاد اور بنیاد کے بغیر عمارت کا کوئی فائدہ نہیں۔ نیز اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال مسمّی ایمان سے خارج ہیں کیونکہ یہ اگر اس میں داخل ہوں تو عطف الشیء علی نفسہ لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے اسی طرح شے کا عطف اس پر جس میں وہ شے داخل ہے باطل ہے۔

سوال نمبر ۲۱۸: ایمان اور عمل کا الگ الگ ذکر ایک عقیدہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اسکا جواب سوال نمبر ۲۱۲ میں مفصل بیان ہو چکا ہے (یعنی ایمان فقط تصدیق کا نام ہے عمل اس میں داخل نہیں)

سوال نمبر ۲۱۹: جنت کی اصل کیا ہے جنت کو جنت کہنے اور جمع لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جنۃ (مرۃ ایک دفعہ چھپنا) جَنٌّ سے ماخوذ ہے جو کہ جَنَّۃٌ کا مصدر ہے یہ تب کہا جاتا ہے جب کوئی چھپ جائے۔ اب سایہ دار درخت کو جنۃ کہتے ہیں کیونکہ اس کی شاخیں ملی ہوئی ہوتی ہیں گویا کہ وہ اپنے ماتحت کو چھپا دیتا ہے پھر باغ کو جنت کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں گھنے سایہ دار درخت ہوتے ہیں اور دار الثواب کو جنت کہا جاتا ہے کہ اس میں کئی باغات

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں اور بعض نے جنت کی وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ دنیا میں انسانوں کیلئے یہ چھپی ہوئی ہے (یعنی جنت کی نعمتیں)

اس کو جمع لانے میں حکمت یہ ہے کہ جنتیں سات ہیں۔

(۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن (۳) جنت نعیم

(۴) دار الخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السلام

(۷) عِلِّیُّوْن

سوال نمبر ۲۲۰: لھم جنات میں لام سے کس بات کی طرف اور کیسے اشارہ کیا گیا ہے وضاحت کیجئے؟

جواب: لھم میں لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مؤمن ان باغات کے مستحق ہیں ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے جس پر اس بشارت کا ترتب ہے اور قاعدہ ہے کہ کسی وصف پر حکم کا ترتب اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ وصف اس حکم کی علت ہے۔ لہذا ایمان اور عمل صالح یہ علت ہوں گے جنات کے استحقاق کی۔ لیکن وہ لذاتہ اس کے مستحق نہیں کیونکہ اس سے پہلے جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں وہ لذاتہ تو ان نعمتوں کے مستحق نہیں ہو سکتے چہ جائے کہ وہ مستقبل میں ان پر جزاء و ثواب کے مستحق ہوں۔ بلکہ شارع کی عطا اور اس کے وعدہ کریمہ کا مقتضیٰ ہے۔ اور یہ شارع کا وعدہ بھی مطلق نہیں کہ ایمان لے آئے تو مستحق ہو گئے بلکہ ایمان لا کر اس پر دوام اختیار کرنا اسی طرح اعمال صالحہ پر ہمیشگی اختیار کرنا بھی از بس ضروری ہے۔

سوال نمبر ۲۲۱: درختوں کے نیچے سے نہروں کے جاری ہونا کا کیا مطلب ہے نیز جریان پانی سے ہوتا ہے نہروں کا نہیں اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں نیز نہر کو نہر کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جس طرح کہ نہروں کے کنارے پر درخت اُگے ہوتے ہیں اور ان کے نیچے پانی

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جاری ہوتا ہے اسی طرح جنت میں درختوں کے نیچے سے نہروں کے جاری ہونے کا مطلب ہے۔(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

نہروں کے جاری ہونے سے مراد پانی کا جاری ہونا ہے رہی یہ بات کہ نہروں کی طرف جریان کی کیوں نسبت کی گئی تو اس کے چند جوابات ہیں۔

(۱) الانہار سے پہلے میاہ مضاف محذوف ہے جس کا معنی یہ ہوگا کہ درختوں کے نیچے نہروں کے پانی جاری ہیں۔

(۲) یہاں الانہار مجاز ہے (مجاز لغوی) کیونکہ نہر مجری ماء (پانی کے جاری ہونے کی جگہ) کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن یہاں اس میں استعمال ہوا جو اس مجری میں جاری ہوتا ہے یعنی محل بول کر حال مراد ہے اور یہ مجاز مرسل ہے۔

(۳) یہاں مراد خود مجاری ہیں اور ان کی طرف جریان کی نسبت مجازاً کی گئی۔

نہر کو نہر اس لیے کہتے ہیں کہ ن ھ ر سے جو کلمہ مرکب ہو اس میں وسعت کا معنی پایا جاتا ہے چونکہ نہر بھی وسیع مجریٰ ہوتی ہے اس لیے اسے نہر کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر۲۲۲: کلما رزقوا الخ کی نحوی حالت کیا ہے اس کی وضاحت کریں کلما رزقا اور لفظ من اُولیٰ اور ثانیہ کے بارے میں بھی ذکر کریں کہ کیا واقع ہو رہے ہیں؟

جواب: یہ جنت کی دوسری صفت ہے (پہلی تجری الخ تھی) یا یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہے پہلی صورت میں منصوب اور دوسری صورت میں مرفوع محلاً ہوگی اور اس کا مبتدائے محذوف ھی ہوگا جب کہ ضمیر جنت کی طرف راجع مانی جائے یا مبتدائے محذوف ھم ہوگا جب کہ ضمیر الذین امنوا کی طرف راجع مانی جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہو اس صورت میں یہ سوال مقدر (کہ یہ جنات کے پھل دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہیں یا نہیں) کا جواب ہوگا اور جملہ مستانفہ کا محل

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اعراب بالکل نہیں ہوتا لہذا اس صورت میں اس کا محل اعراب اصلا نہیں ہوگا۔

کلما ظرفیت کی بنا پر منصوب (محلا) ہے اور رزقا مفعول بہ ہے۔ اور پہلا اور دوسرا من ابتداء کے لیے ہے جو کہ حال کی جگہ واقع ہوا ہے۔

سوال نمبر ۲۲۳: پہلا اور دوسرا من حال کی جگہ واقع ہو رہا ہے اس کی توضیح کیجئے اور ذوالحال کے بارے میں بھی بتائیں؟

جواب: پہلا من جو منها میں ہے اور دوسرا من جو کہ من ثمرة میں ہے یہ دونوں حال کی جگہ واقع ہو رہے ہیں یعنی اپنے متعلق کے اعتبار سے' کیونکہ حرف جر بنفسہ حال واقع نہیں ہوتا تو اس کا متعلق مبتدأ یا ابتدا نکالیں گے اور وہ حال کی جگہ واقع ہوگا۔ اب پہلے حال کا ذوالحال رزقا جو کہ مرزوقا کے معنی میں ہے ہوگا اور دوسرے حال کا ذوالحال وہ ضمیر ہوگی جو رزقا کی طرف راجع ہے اور حال ادنی (متبدأ من الاولی) میں پوشیدہ ہے اور اسے حال متداخلہ کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۲۴: وهذا اشارة الى نوع مارزقوا ۔ میں کس شبہ کا اور کیسے ازالہ کیا جا رہا ہے؟

جواب: شبہ یہ پیدا ہوتا تھا کہ آیت کریمہ میں هذا اسم اشارہ ہے جو کہ محسوس مبصر کے لیے وضع کیا گیا ہے چاہے قریب ہو یا بعید اب جنتیوں کو اس سے پہلے جو پھل دیے گئے (چاہے من قبل سے دنیا میں دیے گئے پھل مراد ہوں یا جنت میں) وہ تو معدوم اور فنا ہو گئے (کیونکہ ان کو کھا لیا گیا) تو اب یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ یہ محسوس اور موجود پھل ہے جو اس سے پہلے معدوم ہو گیا۔ تو مفسر نے سوال میں دی گئی عبارت سے اس شبہ کا ازالہ اس طرح کیا کہ جنت میں جو پھل ان کو دیا گیا یہ اشارہ بعینہ اس کی طرف نہیں بلکہ یہ اس نوع کے پھل کی طرف ہے جس طرح کہ جاری نہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ پانی ختم نہیں

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہوگا۔ تو اب اس سے عین مشاہد مراد نہیں بلکہ پانی کی معلوم نوع مراد ہے جو جاری ہے اور پے در پے آ رہی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اشارہ بعینہ ان پھلوں کی طرف ہے تو پھر آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ یہ اس کی مثل ہے اور چونکہ دونوں (دنیا و آخرت) کے پھلوں میں کمال درجے کی مشابہت ہے اس لیے جنت کے پھل کی ذات کو بطور تشبیہ دنیا کے پھل کی ذات بنا دیا گیا جس طرح کہ کہتا ابو یوسف' ابو حنیفہ (رحمہما اللہ) ابو یوسف ابو حنیفہ ہیں تو یہ ان میں کمال مشابہت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ لہذا پہلے جواب کی صورت میں ازالہ شبہ اس طرح ہوگا کہ ان پھلوں کو محسوس مبصر کے قائم مقام کرتے ہوئے ھذا کے ساتھ اشارہ کیا گیا اور دوسرے جواب کی روشنی میں شبہ کا ازالہ اس طرح ہوگا کہ اشارہ تو جنت کے پھلوں کی طرف ہے لیکن اس پر یہ حکم لگا دیا گیا کہ یہ وہی ہے جو اس سے قبل فنا ہو چکا۔

سوال نمبر ۲۲۵: من قبل سے کیا مراد ہے دنیا میں یا جنت میں دونوں صورتوں کی وضاحت مطلوب ہے نیز پھلوں میں مشابہت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: من قبل سے یا تو دنیا میں پھل مراد ہیں اب جنت کے پھل دنیا کے پھل کی جنس سے بنائے گئے تاکہ پہلی مرتبہ اسے دیکھتے ہی نفس اس کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ طبیعتیں مالوف کی طرف مائل اور غیر مالوف سے متنفر ہوتی ہیں۔ یا من قبل سے جنت میں (اس سے پہلے دیئے گئے) پھل مراد ہیں اب اس کی مشابہت کا مطلب یہ ہوگا کہ جنت کا کھانا دنیا کے کھانے کے صورت میں مشابہ ہے جس طرح کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتوں میں کسی کو بڑا پیالہ دیا جائے گا تو وہ اس میں سے کھائے گا پھر اسے دوسرا دیا جائے گا وہ کہے گا ھذا الذی رزقنا من قبل (کیونکہ وہ اسے پہلے کی مثل دیکھے گا) تو فرشتہ کہے گا کھا' رنگ ایک ہی ہے اور ذائقہ مختلف ہے۔

سوال نمبر ۲۲۶: ھذا الذی رزقنا سے جو بات ثابت ہوتی ہے واتوا به متشابها میں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

بھی اسی بات کو بیان کیا گیا اس کے باوجود اسے لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: یہ جملہ ماقبل کو پختہ کرتا ہے کیونکہ ماقبل سے یہ سمجھا گیا کہ دنیا اور جنت کے پھل باہم مشابہ ہیں۔

سوال نمبر ۲۲۷: واتوبہ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے دلائل کے ساتھ حسین تحریر سپرد قلم کریں؟

جواب: یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ پیچھے دو امروں کا ذکر ہے یعنی دنیا و آخرت کا پھل تو ضمیر مفرد کی کیوں راجع کی گئی تو مفسر نے اس کا جواب دیا کہ جب من قبل سے مراد دنیا میں دیے گئے پھل ہوں تو بہ کی ضمیر اس رزق کی طرف راجع ہوگی جو انہیں دنیا و آخرت میں دیے گئے یعنی جنس مرزوق کی طرف راجع ہوگی لہذا جنس کی طرف ضمیر مفرد راجع کرنا درست ہے۔ اور مارزقوا کی طرف راجع ہونے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ھذا الذی رزقنا من قبل دلالت کرتا ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما ہے اب یہ مقام تو افرادِ ضمیر کا تقاضا کرتا تھا کیونکہ پہلے غنیا او فقیرا میں ایک مراد ہے (جیسا کہ تردید کا قاعدہ ہے) لیکن اس کی طرف تثنیہ کی ضمیر راجع کی گئی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ لفظ کا یعنی غنی اور فقیر کی جنس کا اعتبار کیا گیا اسی طرح آیت کریمہ اتوبہ میں جنس مرزوق کا اعتبار کرتے ہوئے ضمیر کو مفرد لایا گیا۔ اور اگر من قبل سے قبلیت فی الجنۃ مراد ہو تو اس صورت میں ضمیر کا مرجع رزق ہوگا۔

سوال نمبر ۲۲۸: فان قیل التشابہ ھو التماثل فی الصفۃ الخ کے ضمن میں سوال اور جواب کی توضیح و تشریح تحریر کیجئے؟

جواب: آیۂ مبارکہ میں دنیا و آخرت کے پھلوں کو متشابہ قرار دیا گیا اس پر سوال ہوا کہ تشابہ کہتے ہیں دو چیزوں کا صفت میں ایک دوسرے کی مثل ہونا تو دنیا اور آخرت کے ثمرات میں

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

تماثل فی الصفت نہیں جس طرح کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ جنت میں دنیا کے کھانے نہیں ہیں صرف ان کے نام ہیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دنیا اور آخرت کے پھلوں میں اگر چہ مقدار اور ذائقے میں تماثل حاصل نہیں لیکن صورت میں تو تماثل حاصل ہے اور اتنی بات تشابہ کے اطلاق کے لیے کافی ہے۔

سوال نمبر ۲۲۹: عورتوں کی جنت میں طہارت سے کیا مراد ہے نیز مطھرۃ کی مختلف لغات مع دلائل نقل کریں؟

جواب: عورتوں کی پاکی سے مراد ان چیزوں سے پاک ہونا ہے جن کو حسا گندگی سمجھا جاتا ہے جیسے حیض یا طبعاً گندگی سمجھا جاتا ہے جیسے میل کچیل، بری طبیعت بدخلقی وغیرہ۔

مطھرہ کی مختلف قراءتیں ہیں

(۱) مطھرات (۲) مطھرہ (باب تفعیل سے)

جس طرح کہا جاتا ہے النساء فعلت ' وفعلن وهن فاعلة وفاعلات وفواعل یعنی النساء کی صفت مفرد و جمع دونوں طرح آتی ہے اور یہ دونوں (مطھرات ومطھرۃ) لغات فصیحہ ہیں۔

اور شاعر کا قول

واذا العذارى تقنعت واستعجلت نصب القدر فملت

میں تقنعت استعجلت اور فملت واحد مونث کے صیغے ہیں جن کا مرجع العذاری ہے جو کہ جمع ہے تو معلوم ہوا کہ مطھرہ ومطھرات دونوں فصیح لغتیں ہیں۔

(جمع کی ضمیر راجع کی گئی یا جمع کی صفت لائی گئی لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے اور مفرد صفت لائی گئی جماعۃ کی تاویل میں)

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۳) ایک قراءت میں مُطَّهَرَةٌ پڑھا گیا جو کہ متطهرة کے معنی میں ہے (یعنی مُتَطَهرة کی تاء کو طاء کرکے طاء میں ادغام کردیا گیا مطهرة ہوگیا)

سوال نمبر ۲۳۰: جنت میں کھانے اور نکاح کی ضرورت نہیں پھر وہاں رزق اور بیویاں کیوں ہوں گی؟

جواب: جنت کے کھانے اور نکاح اور تمام احوالِ دنیا کے کھانے، نکاح وغیرہ کی فقط بعض صفات میں شریک ہیں (کما قال سید البشر ﷺ لاعین رأت ولا اذن سمعت الحدیث) اب ان کو دنیا کے کھانوں وغیرہ کا نام دے دیا گیا بطور استعارہ اور تمثیل ورنہ آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں کی تمام حقیقت میں شریک نہیں کہ اس سے وہ چیز لازم آئے جو دنیا کے نکاح و کھانے سے لازم آتی ہے۔ اور یہ بعینہ دنیا کی نعمتوں کا فائدہ دے۔

سوال نمبر ۲۳۱: لفظِ خالدون سے یہاں کیا مراد ہے اور خلد کے حوالے سے مصنف کی تقریر کا خلاصہ کیا ہے؟

جواب: یہاں خالدون سے مراد ماثمون (ہمیشہ رہنے والے) ورنہ خلد تو لغت کے اعتبار سے ایک لمبی مدت ثابت رہنے کو کہتے ہیں چاہے اس میں دوام ہو یا نہ۔ اور چونکہ خَلَد میں مدت مدیدکا معنی پایا جاتا ہے اس لیے چولہے پر رکھے جانے والے پتھروں اور تمام پتھروں کو خوالد کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی عرصہ دراز تک باقی رہتے ہیں اسی طرح انسان کے قلب کو خلد کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی جب تک انسان زندہ رہے باقی رہتا ہے۔ نیز اگر خلد دوام کے لیے ہوتا تو خالدين فيها میں ابداً کی قید لغو ہو جاتی کیونکہ خالدین سے ہی ابد کا معنی سمجھا جاتا ہے۔ نیز وقف مخلد (عرب طویل مدت ٹھہرنے کے لیے یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں) کو اگر بغیر دوام کے استعمال کیا جائے تو اس سے اشتراک یا مجاز لازم آئے گا اور اصل ان دونوں

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کی نفی کرتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوا کہ جب خلد میں دوام کا معنی نہیں پایا جاتا تو پھر آپ نے اور جمہور مفسرین نے خالدون کی تفسیر دائمون سے کیوں کی۔ تو مفسر نے جواب دیا کہ دوام لفظ خالدون سے نہیں سمجھا جارہا بلکہ اس پر اور کئی آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں کہ خلد سے دوام مراد ہے۔

سوال نمبر ۲۳۲: انسانی جسم میں انفکاک کے باوجود اس کا دوام کیسے ہوگا نیز خالدون کے ساتھ خوشخبری میں کیا حکمت ہے؟

جواب: انسانی بدن متضاد کیفیت والے اجزاء سے مرکب ہے اور اس میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں جس سے اس میں انفکاک پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے لیکن جنت میں ان کا دوام اس طرح ہوگا کہ اللہ عزوجل ابدان کا اعادہ اس طرح فرمائے گا کہ ان کے اجزاء متضاد کیفیت والے نہ ہوں بلکہ وہ ایک دوسرے کے متقاوم ہوں قوت میں برابر ہوں بعض، بعض پر قوی نہ ہوں کہ اس سے اس کا تغیر لازم آئے اور وہ اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوں گے کہ بعض، بعض سے جدا نہ ہوں گا۔ جس طرح کہ معادن (کانوں) میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے لہذا اُس عالم کو اِس عالم پر قیاس کرنا عقل کے نقص اور بصیرت کے ضعف کی وجہ سے ہے۔

خالدون کے ساتھ خوشخبری دینے میں حکمت یہ ہے کہ بڑی بڑی لذات گھروں، کھانوں اور نکاحوں پر موقوف ہیں اور انکا قائم رہنا، دوام اور ثبات سے ہوتا ہے کیونکہ بڑی سے بڑی نعمت کے بھی ہوا گر اس کے کا خوف ہو تو وہ نعمت ناپسندیدہ اور تکلیف والی ہو جاتی ہے اس وجہ سے دوام کے ساتھ مؤمنین کو خوشخبری دی گئی۔ نیز اس سے بہترین مثال بیان فرمائی اس کی جو آخرت میں ان کے لیے تیار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بہتر انداز میں لطف اندوز ہوا جا سکے گا۔ نیز خلود کے وعدہ سے اس نعمت کے زوال کے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

خوف کو زائل فرمایا تا کہ اس سے ان کو پتہ چل جائے کہ وہ کمال درجے کے سرور اور نعم میں ہوں گے۔

سوال نمبر ۲۳۴: ان اللہ لا یستحی الایۃ کا گذشتہ آیات سے تعلق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بلند و بالا ذات کا مچھر وغیرہ کی مثال دینا کیسے صحیح ہو گا اس سلسلے میں مفسر کی تقریر نقل کریں کلامِ عرب میں اس قسم کی کوئی مثال ہے تو اس کا ذکر کریں؟

جواب: پہلی آیات تمثیل کی مختلف انواع کو متضمن ہیں تو اب اس آیت سے تمثیل کے حسن اور تمثیل کی شرط کو بیان فرمایا نیز جو تمثیل کا حق ہے اسے بیان فرمایا تمثیل کی شرط یہ ہے کہ ممثل؛ ممثل لہ کے موافق ہو بڑا ہونے میں اور چھوٹا ہونے میں اسی طرح گھٹیا اور عمدہ؛ ذلیل و شریف ہونے میں اس میں مُمَثِّل مثال دینے والے کا اعتبار نہیں ہوتا۔ (پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا فلا تجعلوا للہ اندادا' اب مچھر کی مثال ان انداد کے لیے بیان فرمائی گئی ان کی خساست کی وجہ سے)

رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کا یہ مثال بیان فرمانا کیسے درست ہو گا حالانکہ وہ بلند و بالا ذات ہے تو اس کا جواب جس طرح کہ پہلے بھی بیان ہو چکا یہ ہے کہ تمثیل میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ممثل، ممثل لہ کے موافق ہے یا نہیں' اس میں مثال دینے والے کو نہیں دیکھا جاتا اس لیے کہ تمثیل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ممثل لہ کا معنی واضح ہو جائے نیز وہ اس طرح واضح ہو جائے جس طرح محسوس مبصر ہوتا ہے تا کہ جو چیز وہمی تھی وہ عقلی ہو جائے اور وہم عقل کے مساعد ہو جائے کیونکہ وہم محسوس صورتوں' حکایات وغیرہ کو پسند کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کتب الٰہیہ میں اکثر مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ اور کلام عرب میں حقیر چیزوں کی مثالیں دی جاتی ہیں جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ (اسمع من القراد) وہ بندر سے زیادہ سننے والا ہے۔ اعیش من الفراشۃ پروانے سے زیادہ عیش والا ہے اعزمن البعوض (مچھر کے مغز سے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بھی کم پایا جانے والا ہے وغیرہ)

سوال نمبر ۲۳۴: ان لا یستحی الخ کفار کے طعن کا جواب ہے وہ طعن کیا ہے اور جواب کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حالت کی آگ روشن کرنے والوں اور بارش والوں کے ساتھ مثال بیان فرمائی نیز بتوں کے پجاریوں کی کمزوری اور ضعف میں مکڑی کے گھر کے ساتھ مثال بیان فرمائی اور ان کو مکھی سے کم درجہ قرار دیا تو جاہل کافروں طعن کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ مثالیں بیان فرمائے اور مکھی اور مکڑی (جیسی حقیر چیزوں) کا ذکر فرمائے اس طعن کے جواب کی نوعیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مچھر کے ساتھ ضرب المثل کو اس آدمی کی طرح ترک نہیں فرماتا جو اس کی حقارت کے پیش نظر اس سے حیاء کرتے ہوئے اس کو ترک کر دے۔ اور رہی یہ بات کہ اللہ عزوجل بلند و بالا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں اور ان چیزوں کی مثال دینا اس کے منافی بھی نہیں کیونکہ مثال میں ممثل کو نہیں دیکھا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۳۵: حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کریں اور بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر اس کا کیا مطلب ہوگا اس ضمن میں کچھ دیگر الفاظ سے مثالیں دیں؟

جواب: حیاء حیوۃ سے مشتق ہے کیونکہ یہ انکسار ہے جو قوۃ کو عارض ہو کر اسے اس کے افعال سے روک دیتا ہے۔ اور اصطلاح میں انقباض النفس عن القبیح ومخافۃ الذم (نفس کا قبیح قول یا فعل سے مذمت کے خوف سے رک جانا) اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ استعمال کرنا جائز ہے لیکن اس صورت میں اس کا معنی ترک کرنا ہوگا جو کہ انقباض کو لازم ہے (جب کوئی حیاء کرے کسی کام سے تو وہ اس سے رک جاتا ہے) جس طرح کہ رحمت، رقت

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

قلبی کو کہتے ہیں لیکن جب اللہ عزوجل کے لیے یہ لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی نیکی و بدی پہنچانا ہوتا ہے کیونکہ یہ رقت قلبی کو لازم ہے۔اور غضب کا معنی ثوران النفس (نفس کا ہیجان اور جوش مارنا) ہے لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے ثوران النفس کا لازم (ناپسندیدہ بات وضرر پہچانا) مراد ہوتا ہے۔اور حیاء سے انقباض جو کہ حیا کو لازم ہے مراد لینے کی نظیر شاعر کے اس قول میں ہے

اذا ما استحین الماء یعرض نفسه کرعن بسبت فی اناء من الورد

شاعر اونٹ اور اس کے پاس کثیر پانی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب اونٹ پانی سے حیا کرتے ہیں یعنی پانی کو ترک کر دیتے ہیں تو وہ پانی اپنے آپ کو خود پیش کر دیتا ہے اور وہ اپنا منہ لگا کر ہونٹوں کے قریب پانی پی لیتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۳۶: جب یہاں حیاء ترک کے معنی میں ہے تو پھر لفظ ترک کیوں ذکر نہیں کیا گیا؟

جواب: اس لیے کہ لفظ حیاء میں مبالغہ ہے اور اس میں تمثیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرح مچھر کی ضرب المثل بیان فرمانے کو ترک نہیں کرتا جو اس سے حیاء کرتا ہے۔

دوسرا احتمال آیت کریمہ میں یہ ہے کہ اس کو استعمال اس وجہ سے کیا گیا کہ کفار نے یہ کہا تھا اما یستحی رب الخ تو اس کے مقابلہ میں لفظ لا یستحی استعمال فرمایا گیا جس طرح کہ منافقین کے استہزاء کے مقابلہ میں اللہ یستھزئ فرمایا گیا۔

سوال نمبر ۲۳۷: ضربُ المثل کے حوالے سے مفسر کی وضاحت ذکر کیجیے؟

جواب: ضرب المثل' ضرب الخاتم (مہر لگانے) سے بنا ہے۔اور لغت میں ضرب' آلہ قتل کے استعمال کو نیز آلہ قتل کو مضروب پر واقع کرنے کو کہتے ہیں پھر اس کا استعمال ان چیزوں میں ہونے لگا اس طرح کہ گویا کہ یہ اس میں حقیقت ہے پھر مثل بیان

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کرنے کے لیے اس کا استعمال ہونے لگا۔

سوال نمبر ۲۳۸: ان یضرب کے محل کے بارے میں ائمہ نحو کے درمیان اختلاف کی نوعیت کیا ہے نیز مثلا ما میں ما کونسا ہے اگر اسے زائد مانا جائے تو قرآن کریم میں زوائد کے لزوم کا کیا جواب ہوگا؟

جواب: ان یضرب میں ان اپنے صلہ یضرب کے ساتھ مل کر محلا مجرور ہوگا امام خلیل کے نزدیک اس لیے کہ اس سے پہلے من جارہ مضمر ہے۔ جب کہ امام سیبویہ کے نزدیک یہ منصوب ہے اس لیے کہ من کے حذف کے بعد فعل (یستحی) اس کی طرف بنفسہ متعدی ہورہا ہے اور ایسی صورت میں یہ منصوب محلا ہوا کرتا ہے۔ مثلا ما میں ما ابہامیہ ہے جو کہ نکرہ (مثلا) میں ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ نیز اس میں عموم کو زیادہ کرتا ہے اور تقیید (مقید بنانے) کے راستے کو روک دیتا ہے۔ ما زائدہ ہے لیکن زائد سے مراد لغو اور بے کار نہیں کیونکہ قرآن کریم تمام کا تمام ہدایت ہے بلکہ زائد سے مراد وہ ہے جو معنی مرادی کے لیے وضع نہ کیا گیا ہو بلکہ اس لیے وضع کیا گیا ہو کہ یہ اپنے غیر (دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر) کے ساتھ مذکور ہو اور اس میں قوت، مضبوطی پیدا کرے تو اس صورت میں ہدایت میں اضافہ کرتے ہیں نہ کہ یہ بے کار و لغو ہے۔ لہذا قرآن کریم میں زوائد کے استعمال پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۲۳۹: بعوضۃ نحوی اعتبار سے کیا واقع ہورہا ہے تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: بعوضۃ۔ مثلا کا عطف بیان ہے یا یہ یضرب کا مفعول ہے اور مثلا اس سے حال واقع ہورہا ہے۔ اور حال کو ذوالحال سے مقدم اس لیے کیا گیا کہ ذوالحال (بعوضۃ) نکرہ ہے۔ یا یہ دونوں (مثلا اور بعوضۃ) یضرب کے مفعول ہیں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضرب کے دو مفعول تو نہیں آتے اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

میں یہ جعل کے معنی کو متضمن ہوگا جو کہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے ایک قرأت میں بعوضۃ مرفوع پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ مبتدا کی خبر ہوگا۔ اس صورت میں مثلا ما میں ما کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے یا تو یہ ما موصولہ ہوگا اور صدر صلہ محذوف ہوگا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی ان یضرب مثلا الذی ھو بعوضۃ یا ما موصوفہ ہوگا اور اس کی صفت بعوضۃ ہوگی جس کا صلہ محذوف ہے جو کہ ھی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں ما محلا منصوب ہوگا بدل ہونے کی وجہ سے کہ یہ مثلا سے بدل ہے یا یہ ما استفہامیہ ہوگا اور خود مبتدا ہوگا۔

سوال نمبر ۲۴۰: فما فوقھا کا محل کیا ہے اور فوق سے کیا مراد ہے دلائل کے ساتھ بیان کریں؟

جواب: فما فوقھا پر فاء عاطفہ ہے اور اس کا عطف یا تو بعوضۃ پر ہے یا ما پر (جب کہ ما کو اسمیہ قرار دیا جائے) ما فوقھا سے مراد یا تو جثہ (جسم) میں ما فوق ہے جس طرح مکھی اور مکڑی یہ مچھر سے جسامت کے اعتبار سے بڑے ہیں اب آیہ کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مچھر کی مثال کو بیان فرمانے سے حیاء نہیں فرماتا چہ جائے کہ اس چیز کو جو اس سے بڑی ہے یا فما فوقھا سے مراد صغر اور حقارت میں زیادتی ہے جس طرح کہ مچھر کے پر۔ مذکورہ دونوں احتمالوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص خیمے کی رسی سے الجھ کر گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی کانٹا چبھ جائے یا اس سے اوپر تو اس کے لیے اس کے بدلے میں ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا مٹا دی جاتی ہے تو اس حدیث پاک میں فما فوقھا سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شے تکلیف دینے میں کانٹے سے بڑھی ہوئی ہے جس طرح کہ گر جانا وغیرہ اور فما فوقھا یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہو جو چھوٹا ہونے میں کانٹے سے زائد ہو یعنی زیادہ چھوٹی ہو۔ جس طرح کہ چیونٹی کا کاٹ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

لیااوراس کی تائید سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ (ترجمہ) مؤمن کو جو بھی ناپسندیدہ بات پیش آئے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے حتی کہ چیونٹی کا کاٹنا بھی۔

سوال نمبر۲۴۱: فاما الذین امنوا الخ میں اما کے بارے میں تفصیل کیا ہے نیز اما پر فاء کونسا ہے اور یہاں کیسے داخل ہوا نیز یہ بھی بتائیں کہ ان دو جملوں کو ملانے سے کیا بات بتانا مقصود ہے؟

جواب: امـا حرف تفصیل ہے اور ماقبل اجمال کی تفصیل کرتا ہے اور جس کا آغاز اس کے ساتھ ہو اس کی تاکید کرتا ہے یہ شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کے جواب پر فاء لائی جاتی ہے جس طرح کہ سیبویہ نے کہا اما زید فذاهب کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہے زید جانے والا ہے یعنی اس نے ضرور جانا ہے۔ اور اس کا یہ پکا ارادہ ہے (اور فاء میں اصل تو یہ ہے کہ جملے پر داخل ہو کیونکہ وہی جزا ہوتا ہے لیکن اس طرح حرف شرط اور فاء اکھٹے ہو جائیں گے اور اہل عرب اس کو ناپسند کرتے ہیں لہذا اس کو خبر پر داخل کر دیتے ہیں اور شرط کی جگہ مبتدا لفظاً لے آتے ہیں ان دونوں کو لانے کا مقصد ایک تو مومنوں کے معاملہ کو اچھا محمود قرار دینا اور ان کے علم کو عند اللہ معتبر قرار دینا ہے۔ اور دوسرا کفار کے قول کی انتہائی مذمت کرنا ہے۔

سوال نمبر۲۴۲: فاما الذین کفروا فیقولون۔ یہاں فلا یعلمون کی بجائے یقولون لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کا ماذا اراد اللہ الایہ کہنا ان کی مکمل جہالت پر واضح دلیل ہے اس لئے بطور کنایہ یقولون کا لفظ استعمال فرمایا تا کہ یہ ان کی جہالت پر دلیل کی طرح ہو جائے۔

سوال نمبر۲۴۳: ماذا اراد اللہ الخ میں "ما" اور ذا کے بارے میں مفسر کی تقریر ذکر

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کریں؟

جواب: یہ دو وجھوں کا احتمال رکھتا ہے ایک تو یہ کہ ما استفہامیہ ہو اور ذا الذی کے معنی میں ہو اور ذا کا مابعد (اراد اللہ) اس کا صلہ ہو اور یہ مجموعہ (موصول اور صلہ مل کر) ما کی خبر ہو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ما' ذا کے ساتھ مل کر ایک اسم بنے ای شیء کے معنی میں تو یہ مفعولیت کی بنا پر محلاً منصوب ہوگا اور احسن بات یہ ہے کہ وجہ اول کی بنا پر ما مرفوع ہو اور وجہ ثانی کی بنا پر منصوب ہوتا کہ سوال کے مطابق ہو جائے۔

سوال نمبر ۲۴۴: ارادہ کسے کہتے ہیں تعریف ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ کیا یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق کس اعتبار سے ہوا؟

جواب: ارادہ کی تعریف یہ ہے نزوع النفس دلیلها الی الفعل بحیث یحملها علیه (نفس کا کھنچنا اور فعل کی طرف مائل ہونا اس طرح کہ وہ نفس کو فعل پر برانگیختہ کرے) اور ارادہ کبھی اس قوت کو بھی کہہ دیتے ہیں جو نزوع (اکساہٹ) کا مبداء ہے پہلے معنی کے اعتبار سے ارادہ فعل کے ساتھ ہوگا جب کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ارادہ فعل سے پہلے ہوگا۔ اور جب ارادہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اہلسنت کے مذہب کے مطابق اس کا معنی یہ ہوگا کہ دو مقدور (تحت القدرت) میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینا اور اس کو ایک وجہ سے خاص کر دینا نہ کہ دوسری وجہ سے۔ یا یہ ایسا معنی ہوگا جو اس ترجیح کو واجب کر دے گا۔

سوال نمبر ۲۴۵: یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا۔ اس آیت کے ضمن میں بتائیے کہ (الف) اس کا محل نحوی کیا ہے (ب) مصدر کی جگہ فعل استعمال کرنے کی کیا وجہ ہے۔ (ج) دونوں گروہوں کو کثیر کہا گیا حالانکہ ایک کثیر ہو تو دوسرا قلیل ہوتا ہے تفصیلی جواب مطلوب ہے؟

جواب: (الف) یضل به الخ یہ ماذا اراد اللہ الخ کا جواب ہے۔ اور یہ مصدر کی

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جگہ پر واقع ہے تقدیر عبارت اضلال کثیر و اھداء کثیر ہوگی۔

(ب) تو پھر مصدر کو ہی فعل کی جگہ کیوں نہیں لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فعل میں حدوث اور تجدد پایا جاتا ہے۔ (دوسرا نحوی احتمال یہ بھی ہے کہ پہلے دو جملوں کا بیان ہو وہ جملے جزاً ما کے ساتھ شروع کیے گئے)

(ج) ان دونوں گروہوں کو جو کثیر کہا گیا تو یہ ان کی ذوات کو دیکھتے ہوئے کہا گیا ہے ان کو ان کے مقابل کے اعتبار سے کثیر نہیں کہا گیا کیونکہ جو ہدایت یافتہ ہیں وہ قلیل ہیں۔ گمراہوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے دوسرا احتمال (ان دونوں گروہوں کو کثیر کہنے کا) یہ ہے کہ ضالین کی کثرت ان کی تعداد کی اعتبار سے ہو اور ہدایت یافتہ حضرات کی کثرت فضل اور شرف کے اعتبار سے ہو۔ جس طرح کہ اس شعر میں ہے

ان الکرام کثیر فی البلاد وان قلوا کما غیرھم قل وان کثروا

کہ سخی لوگ کثیر ہیں (فضل و شرف کے اعتبار سے) اگرچہ وہ قلیل ہیں (تعداد کے اعتبار سے) اور ان کے غیر (کنجوس) قلیل ہیں (شرف و فضل کے اعتبار سے) اگرچہ وہ کثیر ہیں (تعداد کے اعتبار سے)

سوال نمبر ۲۴۶: فاسق کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں اور اس کے تین درجات کی وضاحت کریں نیز گناہ کبیرہ کا مرتکب اہلسنت کے نزدیک فاسق ہے۔ معتزلہ کا مذہب کیا ہے اور ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: فسق کا لغوی معنی الخروج عن القصد ہے یعنی اعتدال اور صراط مستقیم سے نکل جانا اور اصطلاح میں فاسق الخارج عن امر اللہ بارتکاب الکبیرۃ (اللہ تعالٰی کے امر سے نکلنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو کر) کو کہتے ہیں فاسق کے تین درجے ہیں

(۱) التغابی: وہ یہ ہے کہ فاسق کبیرہ گناہ کا مرتکب کبھی کبھی ہو اور اس کبیرہ کو برا سمجھے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۲) الانہماک: وہ یہ ہے کہ انسان کبیرہ گناہ کا عادی ہو جائے اور اس کی پرواہ بھی نہ کرے۔
(۳) الجحود: وہ یہ ہے کہ انسان (فاسق) کبیرہ گناہ کا ارتکاب اس کو درست سمجھتے ہوئے کرے۔

معتزلہ فاسق کو نہ مومن سمجھتے ہیں اور نہ کافر اس لیے کہ یہ ایمان وکفر کی بعض صفات میں شریک ہیں۔

مثلاً مسلمانوں کے احکام میں اس طرح شریک ہیں کہ مناکحت اور توریث ان میں مابین المسلمین جاری ہوتی ہے ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں انہیں دفن کیا جاتا ہے اور کافروں کے ساتھ بعض احکام میں اس طرح شریک ہیں کہ شرکتِ عمل کی وجہ سے ان کی بھی مذمت کی جاتی ہے ان کو گمراہ قرار دیا جاتا ہے اور گواہی قبول نہیں کی جاتی وغیرہ۔

سوال نمبر ۲۴۷: الذین ینقضون عھد اللہ: اس جملے کا پہلے جملے سے کیا تعلق ہے نقض کا لغوی معنی کیا ہے اور عہد توڑنے کو نقض سے کیوں تعبیر کیا گیا لفظ نقض کے ساتھ لفظ حبل کے استعمال اور اسکے ساتھ لفظ عہد کے استعمال میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ جملہ الفاسقین کی صفت ہے جو کہ مذمت اور ان کے فسق کو پختہ کرنے کے لیے ہے نقض کا لغوی معنی فسخ الترکیب (کسی شی کی ترکیب یعنی مرکب ہونے کو ختم کر دینا) اور یہ اصل میں رسی کے اجزاء کو متفرق کرنے کو کہتے ہیں اور ابطال عہد میں نقض کا استعمال بطور استعارہ ہوتا ہے کہ عہد کے لیے رسی کو مستعار لیا جاتا ہے کیونکہ عہد میں دو معاہدوں کے درمیان ربط وتعلق ہوتا ہے۔ اگر نقض کا استعمال حبل (رسی) کے ساتھ ہو تو یہ مجاز کے لیے ترشیح ہوگی یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ یہاں نقض مجازاً مستعمل ہے اور اگر نقض کا عہد کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے نقض کے توابع کی طرف اشارہ ہوگا جو یہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہے کہ عہد رسی کی طرح ہے کہ اس کے ذریعے متعاہدین کے درمیان وسیلہ قائم ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۴۸: عہد کیا ہوتا ہے اس کے مفہوم کی تائید میں صاحب تفسیر نے کچھ مثالیں ذکر کیں ان کی وضاحت کریں یہاں عہد سے کونسا عہد مراد ہے اور اللہ تعالی کے تین عہد کونسے ہیں؟

جواب: العهد الموثق عہد میثاق پیمان وعدہ کو کہتے ہیں اور عہد اس چیز کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کی رعایت کرنا مناسب ہے جس طرح کہ وصیت اور یمین اور دار کو عہد کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے اس کی طرف لوٹنے کے ساتھ اور تاریخ کو عہد کہا جاتا ہے کیونکہ اس کو یاد داور محفوظ کیا جاتا ہے۔

یہاں عہد سے مراد یا تو وہ عہد ہے جو عقل سے (یعنی عقل دے کر لیا گیا لہذا آیت تمام کفار کو شامل ہو گی) اور عقل وہ حجت ہے جو اللہ تعالی کے بندوں پر قائم ہے اور اللہ تعالی کی توحید اس کے واجب الوجود ہونے اور اس کے رسول ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہے:(وعليه نزل قوله تعالى واشهدهم على انفسهم) یا وہ عہد مراد ہے جو رسولوں سے لیا گیا یعنی رسولوں کو بھیج کر امتوں سے کہ جب ان کی طرف کوئی رسول جس کی تصدیق معجزات سے کی گئی ہو تشریف لائے تو اس کی تصدیق کرو اور اسکی اتباع کرو اور اس کے معاملے کو نہ چھپاؤ اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو۔(واليه اشار بقوله واذ اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتاب) اللہ تعالی کے تین عہد ہیں۔

(۱) وہ عہد جو اس نے تمام ذریت آدم علیہ السلام سے لیا کہ وہ اللہ تعالی کی ربوبیت کا اقرار کریں۔

(۲) وہ عہد جو اس نے انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا کہ وہ دین کو قائم کریں اور اس میں متفرق نہ ہوں۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۳) وہ عہد جو اس نے علماء سے لیا کہ وہ حق کو بیان کریں اس کو چھپائیں نہیں۔

سوال نمبر ۲۴۹: من بعد میثاقه: میں من کونسا ہے اور میثاق کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس میں من ابتدائیہ ہے (کیونکہ ابتدائے نقض میثاق کے بعد تھی) اور میثاق اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعے وثاقۃ (استحکام) پیدا ہو (اور آیت میں میثاق سے مراد یا تو وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد کو پختہ فرمایا معجزات اور کتب کے ذریعے یا وہ ہے جسے لوگوں نے پختہ کیا التزام اور قبول کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مصدر کے معنی میں ہو۔

سوال نمبر ۲۵۰: اللہ تعالیٰ نے کس وصل کا حکم دیا جسے کافر لوگ کاٹتے ہیں اس وصل کی وضاحت کریں اور لفظ امر کے سلسلے میں مفسر کی تقریر ذکر کریں؟

جواب: قطع وصل سے مراد ہر وہ قطع ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جس طرح کہ قطع رحم مومنین کی دوستی و مدد سے اعراض انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فرق کرنا (ماننے کے اعتبار سے) اور کتب میں ماننے کے اعتبار سے فرق کرنا فرض جماعتوں کو چھوڑنا (جیسے صلوۃ جمعہ) وغیرہ الامر هو القول الطالب للفعل امر وہ قول ہے جو فعل کو طلب کرنے والا ہو بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ علو بھی پایا جائے یعنی آمر حقیقتاً بلند ہو بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ استعلاء پایا جائے یعنی اگرچہ آمر بلند نہ ہو لیکن اپنے آپ کو بلند سمجھ کر فعل طلب کرے۔ اور اسی نام سے وہ امر بھی موسوم ہے جو امور کا واحد ہے جس طرح مفعول بہ مصدر کے ساتھ موسوم ہوتا ہے کیونکہ عمل یا شان بھی ان چیزوں میں سے ہے جس کا حکم دیا جائے چونکہ اس میں طلب فعل کا معنی پایا جاتا ہے اسی وجہ سے مامور بہ کو امر کہہ دیتے ہیں مفعول کا اس مصدر کے ساتھ نام رکھتے ہوئے۔

سوال نمبر ۲۵۱: فساد فی الارض سے کیا مراد ہے اور ان لوگوں کو کس قسم کے خسارے کا سامنا کرنا پڑا؟

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: اس سے مراد ایمان سے روکنا، حق کا مذاق اڑانا اور اس وصل کو قطع کرنا ہے جس سے عالم کا نظام اور اسکی صلاح قائم ہے۔ ان لوگوں نے نقصان اٹھایا کہ عقل کو غور و فکر کرنے سے معمل رکھا اور اس چیز کو حاصل نہ کیا جو ابدی حیوۃ کا انہیں فائدہ دیتی اور آیات پر ایمان لانے ان کے حقائق میں غور و فکر کرنے اور اس کے انوار سے حصہ حاصل کرنے کی بجائے انہوں نے آیات کریمہ کا انکار کیا اور اس میں طعن کیا۔ اور وفاء کے بدلے میں نقض، صلاح کے بدلے فساد اور ثواب کے بدلے میں عقاب مول لیا۔

سوال نمبر ۲۵۲: اتکفرون کی بجائے کیف تکفرون لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: کیف تکفرون میں اس حالت کی خبر طلب کی جارہی ہے جس پر کفر واقع ہوا کیونکہ کیف حالت کے بارے میں سوال کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اور کفر کے انکار میں اتکفرون سے زیادہ بلیغ اور زیادہ قوی ہے کیونکہ یہ اس دعوی کی طرح ہے جس کے ساتھ دلیل بھی ہو نیز اس کے بعد وکنتم امواتا الخ بعد میں حال آرہا ہے اس کے زیادہ موافق ہے کہ وہ بھی حالت ہے اور یہ کیف بھی حالت کی خبر کی طلب کے لیے ہے۔

سوال نمبر ۲۵۳: وکنتم امواتا سے ثم الیہ ترجعون تک حیات و موت کے مراحل مذکور ہیں۔ ان کی وضاحت کیجئے اور بتایئے کہ ان مراحل کا ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے اور ان لوگوں کو کس بات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے؟

جواب: کنتم امواتا پہلے تم ایسے اجسام تھے جن میں حیوۃ نہ تھی، عناصر، اغذیہ، اخلاط، نطفے اور گوشت کے لوتھڑے تھے بعض تام الاعضاء اور بعض غیر تام الاعضاء فاحیاکم پھر تمہیں زندہ کیا ارواح کی تخلیق کرکے اور ارواح کو تم میں پھونک کر ثم یمیتکم پھر تمہیں موت دے گا جب تمہاری مدتیں پوری ہوجائیں گی ثم یحییکم پھر تمہیں زندہ فرمائے گا اٹھانے اور پھیلانے کے ساتھ جس دن صور پھونکا جائے گا یا قبر میں سوال کے لیے اٹھائے جاؤ گے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ثم الیہ ترجعون پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے حشر کے بعد تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے گا یا تم قبروں سے اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے حساب کے لیے۔ ان مراحل کو ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جب ان کو اولاً زندہ فرمانے پر قادر ہے تو دوبارہ بھی ان کو زندہ فرمانے پر قادر ہے کیونکہ ابتدائے خلق اعادے سے زیادہ آسان نہیں۔ نیز اس کا (ان مراحل کو ذکر کرنے کا) مقصد یہ ہے کہ جب تم اپنی حالت کو جانتے ہو تو پھر تمہارا کفر قابل تعجب ہے۔

سوال نمبر ۲۵۴: موت کو نعمت شمار کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے نیز کیف تکفرون کے مخاطبین کے سلسلے میں کتنے اور کون کونسے اقوال ہیں۔

جواب: چونکہ موت حیات ثانیہ جو کہ حیات حقیقیہ ہے اس کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ہے اس لیے اسے نعمت شمار کیا گیا۔ کیف تکفرون کے مخاطبین کے سلسلے میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ خطاب کافروں سے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مومنوں اور کافروں دونوں سے خطاب ہو۔ (مومنوں سے خطاب کا مقصد ان سے صدور کفر کو بعید قرار دینا ہے)

سوال نمبر ۲۵۵: مفسر نے موت وحیات کی وضاحت کس انداز میں کی نیز اللہ تعالیٰ کے حیات سے موصوف ہونے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: حیات اصل میں قوت حساسہ کو کہتے ہیں یا اس چیز کو کہتے ہیں جو اس قوت کا تقاضا کرے لیکن اس کا استعمال مجازاً ان صورتوں میں ہوتا ہے کہ حیوان کو حیوان کہتے ہیں تو اس سے مراد قوت نامیہ (بڑھنے والی قوت) ہوتی ہے کیونکہ یہ قوت' قوت حساسہ کے اوائل مقدمات میں سے ہے۔ نیز انسان کے فضائل میں بھی حیات کا استعمال مجازاً ہوتا ہے جس طرح کہ علم، عقل، ایمان وغیرہ تو یہ اس حیثیت سے استعمال ہوتا ہے کہ یہ فضائل ان قوت حساسہ یعنی حیاۃ کا کمال اور غایت ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

موت حیات کے مقابل ہے اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو موت کے مقابل ہو ہر مرتبہ میں (یعنی چاہے وہ حقیقت میں مستعمل ہو یا مجاز میں بہر صورت وہ حیات کی مقابل ہوگی) حقیقت میں موت کے استعمال کی مثال اللہ عزوجل کا ارشاد قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ہے اور مجاز میں استعمال کی مثال قولہ تعالیٰ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا اور اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات حیات سے متصف ہو تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کا علم وقدرت سے متصف ہونا صحیح ہے کیونکہ یہ اتصاف اس قوت (قوت حساسہ) کو لازم ہے۔ یا اس صورت میں ایسا معنی مراد ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس علم وقدرت کا تقاضا کرتا ہے تو یہ دونوں صورتیں بطور استعارہ (مجاز) ہوں گی۔

سوال نمبر ۲۵۶: ھو الذی خلق لکم ما فی الاض جمیعا: میں بیان کی گئی نعمت کا پہلی آیت میں مذکورہ نعمت سے کس قسم کا تعلق ہے اور لکم کی لام سے کیا مسئلہ ثابت ہو رہا ہے؟

جواب: اس کا تعلق اس طرح ہے کہ پہلی نعمت یہ تھی کہ ان کی تخلیق اس حال میں ہو کہ وہ زندہ ہوں اور قدرت رکھنے والے ہوں (اور یہ احیاء بھی بار بار ہے) اور اس نعمت میں اس چیز کی تخلیق کا ذکر ہے جس پر انکی بقاء کا دارومدار ہے اور اس سے ان کی معاشی ضروریات مکمل ہوتی ہیں۔ لکم کی لام سے یہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہے کہ تمام اشیاء جو نفع مند ہیں وہ مباح ہیں۔

سوال نمبر ۲۵۷: کیا مضر اشیاء بھی مباح ہیں جب کہ آیت کے اطلاق سے یہی معلوم ہوتا ہے اسکا کیا جواب ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: مضر اشیاء مباح نہیں کیونکہ لکم میں لام تعلیل اور انتفاع کا ہے یعنی تمہارے نفع کے لیے پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے۔ لہذا اشیاء نافعہ تو مباح ہوں گی جب کہ اشیاء نقصان دہ اس سے خارج ہوں گی۔

سوال نمبر ۲۵۸: استواء کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کریں اور بتائیں کہ یہاں کونسا معنی مناسب ہے اور کیوں؟

جواب: استواء کا لغوی معنی طلب السواء (سواء' برابری' سیدھا پن کو طلب کرنا) ہے اور العدل فی الوصول الی المطلوب (مطلب و مقصود تک پہنچنے میں میانہ روی اختیار کرنا) کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں استـــــواء اعتدال کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی اجزاء کو برابر رکھا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہاں یہ معنی ہوگا کہ وہ والی اور مالک ہوا۔ لیکن یہاں قصد الیھا بارادتہ ((اس نے سماء کا قصد فرمایا اپنے ارادے سے) والا معنی زیادہ مناسب ہے اس کی چند وجہیں ہیں۔

(۱) یہ لغوی معنی کے زیادہ موافق ہے اس لیے کہ لغوی معنی طلب السواء ہے جس میں ارادے کے ساتھ موافقت ہے جب کہ استواء اور مِلک کی ارادہ کے ساتھ مناسبت نہیں۔

(۲) یہاں استویٰ کا صلہ اِلـــی ہے جس کی وجہ سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کا معنی ارادے والا لیا جائے کیونکہ ارادہ کا صلہ بھی اِلیٰ آتا ہے۔

(۳) اس کے بعد فسوھن ہے جس پر فاء داخل ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ تسویہ کا ترتب استواء پر ہے اور یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ تسویہ استواء سے متاخر ہو اور تسویہ کا ارادے سے متاخر ہونا تو ظاہر ہے بخلاف استیلاء کے' لہذا اول معنی زیادہ موافق ہے۔ (یہ بطور استعارہ ہے) رہی بات اصطلاحی معنیٰ کی تو جب

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

استواءؐ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اصطلاحی معنی اعتدال مراد نہیں لے سکتے کیونکہ یہ جسم کی صفت ہے اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔

سوال نمبر ۲۵۹: سماء سے کیا مراد ہے اور کیا ثم استوی میں ثم تراخی کے لیے ہے اگر یہ صورت ہے تو پھر والارض بعدذلك دحها کا مفہوم کیا ہوگا؟

جواب: السماء سے اجرام علویہ (وہ اجسام جو بلندی والی جہت میں ہیں) مراد ہیں یا اس سے بلندی کی جہات مراد ہیں۔ ثم تراخی فی الوقت کے لیے نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ والارض بعد ذلك دحها کے ظاہر کے مخالف ہوگا کیونکہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمین کا بچھانا (جو کہ اس چیز کی تخلیق سے مقدم ہے جو زمین کے اندر ہے) خلق سماء سے متاخر ہے جب کہ ثم تراخی للوقت کے لیے ماننے کی صورت میں دحو ارض کا خلق سماء سے مقدم ہونا لازم آتا ہے لہذا یہاں ثم زمین و آسمان کی خلقت کے تفاوت کے لیے ہے اور اس بات پر دلالت کرنے کے لیے کہ آسمان کے پیدا کرنے کو زمین کے پیدا کرنے پر فضیلت حاصل ہے۔ لہذا ثم تراخی فی الرتبہ کے لیے ہوگا لیکن الارض سے پہلے دوسرا فعل مقدر مانا جائے جیسے تعرّف الارض وتدبر امرها اور دحاها کو متأنفہ (نیا جملہ) قرار دیا جائے تو ثم تراخی وقت کے لیے ہوسکتا ہے۔ (لیکن بہر حال خلاف ظاہر لازم آتا ہے)

سوال نمبر ۲۶۰: فسوهن میں هن ضمیر کا مرجع کیا ہے اور اگر السماء ہے تو یہ ضمیر جمع کیوں لائی گئی؟

جواب: اگر السماء کی تفسیر اجرام کے ساتھ کی جائے تو ضمیر کا مرجع السماء ہوگا کیونکہ یہ جمع ہے یا جمع کے معنی میں ہے۔ اور اگر السماء کی تفسیر اجرام سے نہ کی جائے بلکہ اس سے جہت علویہ مراد ہو تو هن ضمیر مبہم ہوگی (جس کا مرجع نہیں ہوگا) اور اس کی تفسیر اسکا مابعد

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(سبع سموت) کرے گا جس طرح ربہ رجلا میں ہ ضمیر مبہم ہے جس کا کوئی مرجع نہیں اور اسکی تفسیر مابعد (رجلا) کررہا ہے۔

سوال نمبر ۲۶۱: علم ہیئت کے مطابق نو آسمان ہیں جب کہ قرآن مجید میں سات کا ذکر ہے آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ علم ہیئت والوں کے نو آسمان والے قول میں شکوک وشبہات ہیں اور اگر اسے (نو آسمان) صحیح مان بھی لیا جائے تو آیت میں سات سے زائد کی نفی نہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ جب سات آسمان کے ساتھ عرش وکرسی کو ملا دیا جائے تو پھر کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

سوال نمبر ۲۶۲: وھو بکل شیء علیم کو مفسر علیہ الرحمۃ نے تعلیل قرار دے کر تفصیلی بحث کی ہے آپ اسے اس انداز میں ذکر کریں کہ مفسر کا مطلب بالکل واضح طور پر سامنے آجائے؟

جواب: یہ آیت ماقبل کی تعلیل اس طرح ہے کہ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیونکہ وہ تمام اشیاء کی حقیقت کا عالم ہے تو اس نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا اسے اکمل طریقے اور انفع وجہ پر پیدا فرمایا کیونکہ جس کا فعل اس عجیب طریقے اور عمدہ ترتیب پر ہو تو وہ علیم ہوتا ہے اس لیے کہ افعال کو مضبوط کرنا اور ان کو بہترین صورت میں پیدا فرمانا یہ عالم، حکیم اور رحیم سے ہی متصور ہوسکتا ہے (نیز یہاں سے اس بات کو بھی زائل فرمادیا گیا جو کفار کے سینوں میں کھٹکتی تھی کہ بدن جب ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اور منتشر ہوجائیں گے تو دوبارہ ہر بدن کے اجزاء کو کس طرح جمع کیا جاسکتا ہے اس طرح کہ کوئی جزء رہ نہ جائے اور دوسرا کوئی جز اس سے مل نہ جائے جو اس کے ساتھ پہلے نہ تھا) تو جب وہ علیم ہے تو اس کے لیے یہ ناممکن نہیں۔

سوال نمبر ۲۶۳: واذ قال ربك الخ تیسری نعمت کا بیان ہے پہلی دو نعمتیں کون سی ہیں نیز

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اس نعمت (نعمت ثالثہ) کی وضاحت کریں؟

جواب: پہلی نعمت ایجاد کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور زندہ رکھا دوسری نعمت ان چیزوں کو پیدا فرمانا ہے جو زمین میں ہیں اور تیسری نعمت اول الانبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمانا اور ان کو عزت دینا ہے کہ آپ کو اور آپ کی ذریت کو ملائکہ سے افضل قرار دیا نیز تمام مخلوقات پر شرف بخشا۔

سوال نمبر ۲۶۴: لفظ اذ کے حوالے سے مفسر کی بحث اور اس میں اعتراض و جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: اِذْ ظرف زمان ہے نسبت ماضیہ کے زمان کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن کبھی یہ مستقبل کے لیے بھی آجاتا ہے جس طرح کہ اذا نسبت مستقبلہ کے زمان کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کبھی یہ غیر نسبت مستقبلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کی اضافت جملوں کی طرف ہوتی ہے۔ جس طرح کہ حیث جو کہ مکان کے لیے ہے اس کی اضافت بھی جملوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور اذ اور اذا یہ دونوں موصولات کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں اور یہ دونوں تعلیل (علت بیان کرنے کے لیے) اور مجازات (ایک دوسرے کو بدلہ دینے) کے لیے مستعمل ہیں اور یہ دونوں ہمیشہ محلاً منصوب ہوتے ہیں ظرفیت کی بنا پر کیونکہ یہ ظروف غیر منصرفہ ہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ اذ اور اذا ہمیشہ ظرفیت کی بنا پر منصوب محلاً ہوتے ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد واذکر اخا عاد اذ انذر قومه الایہ وغیرہ میں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ اذکر کا مفعول ہو کیونکہ ذکر کا زمانہ انذار کا زمانہ نہیں بلکہ اذ مفعول بہ سے بدل ہے لہٰذا یہ مفعول بہ ہوا نہ کہ ظرفیت کی بنا پر منصوب۔

جواب: اصل میں اذکر الحادث اذکان کذا تھا پھر حادث کو حذف کر دیا گیا اور

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ظرف اذ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اور اس کا عامل آیت کریمہ میں قالوا یا اذکر ہوگا کیونکہ اذ قرآن کریم میں اذکر کا معمول ہو کر کثیر مقامات پر آیا ہے یا اس کا عامل مضمر ہوگا جس پر پہلی آیت کا مضمون دلالت کرتا ہے جیسے بدأ خلقکم اذ قال

سوال نمبر ۲۶۵: لفظِ ملائکۃ کی اصل اور اس کا بنیادی معنی بیان کریں نیز ملائکہ کو ملائکہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: مَلَائِكَةٌ مَلْأَكٌ کی جمع ہے جس طرح کہ شَمَائِلُ شَمْئَلٌ کی جمع ہے اور اس میں تاء جمع کی تانیث کے لیے ہے اور مَأْلَكٌ سے مقلوب ہے جس کا معنی الرسالۃ ہے اور ملائکہ کو بھی ملائکہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطے ہیں لہذا یہ رسل اللہ ہوئے یا لوگوں کی طرف پیغام رسان کی طرح ہوئے۔

سوال نمبر ۲۶۶: ملائکہ کی حقیقت میں اختلاف اور مختلف اقوال کی وضاحت مطلوب ہے نیز یہ بتائیں کہ ملائکہ کو کن دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے؟

جواب: عقلاء کا ملائکہ کی حقیقت میں اختلاف ہے لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ ایسی ذوات ہیں جو موجود ہیں اور اپنی ذاتوں کے ساتھ قائم ہیں۔ تو اکثر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایسے اجسام ہیں جو لطیف (غیر کثیف) ہیں اور مختلف شکلیں بدلنے پر قادر ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام انہیں مختلف شکلوں میں دیکھتے تھے۔

نصاریٰ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسے نفوس ہیں جو فضیلت رکھتے ہیں بشر ہیں اور بدنوں سے جدا ہونے والے ہیں جب کہ حکماء کا یہ گمان ہے کہ یہ ایسے جواہر ہیں جو مادہ سے خالی ہیں اور فی الحقیقت نفس ناطقہ کے مخالف ہیں۔ ملائکہ کی ایک قسم یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی ایسی حالت ہے کہ ہر وقت حق تعالیٰ کی ذات مقدسہ میں منہمک و مستغرق رہتے ہیں اور غیر سے اعراض کیے ہوئے ہیں اور علیون ہیں (ملائکہ کی قسم کا نام ہے) اور ان کو ملائکہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

مقربین بھی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قوم وہ ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک تقدیر کے مطابق امور کی تدبیر کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں اور انہیں مدبرات امر کہا جاتا ہے پھر ان میں سے بھی بعض سماویہ ہیں اور بعض ارضیہ۔

سوال نمبر ۲۶۷: واذ قال ربك الخ میں مقول لہ فرشتوں کے بارے میں مفسر کی تقریر نقل کریں؟

جواب: مقول لہ فرشتے تمام کے تمام تھے بعض نے کہا کہ یہ ملائکۃ الارض تھے اور بعض نے کہا کہ ابلیس اور اس کے ساتھی تھے جو جنوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے زمین میں ٹھہرایا تو انہوں نے فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ابلیس کو ملائکہ کے ایک لشکر میں بھیجا تو انہوں نے جنوں کو تباہ و برباد کردیا اور جزائر اور پہاڑوں میں منتشر کردیا۔

سوال نمبر ۲۶۸: لفظ جاعل کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمۃ نے کیا توضیح کی ہے؟

جواب: جاعل' جعل سے بنا ہے جس کے دو مفعول ہوتے ہیں اور یہاں اس کے دو مفعول فی الارض اور خلیفۃ ہیں اور ان دونوں میں اس نے عمل کیا کیونکہ جاعل مستقبل کے معنی میں ہے اور مسند الیہ (انی) پر اس کا اعتماد ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جاعل' خالق کے معنی میں ہو۔

سوال نمبر ۲۶۹: خلیفہ کسے کہتے ہیں یہاں خلیفہ سے کون مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کیوں بنایا جب کہ وہ محتاج نہیں ہے؟

جواب: خلیفہ اسے کہتے ہیں جو غیر کے پیچھے آکر اس کا قائم مقام ہو اور خلیفہ میں ہاء گول تاء) مبالغہ کے لیے ہے اور اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

زمین میں اس کے خلیفہ تھے اور اسی طرح ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی تعمیر اور لوگوں کی سیاست میں خلیفہ بنایا نیز لوگوں کے نفوس کی تکمیل اور ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے نفاذ کے لیے انہیں خلیفہ بنایا گیا اللہ تعالیٰ کو اپنا قائم مقام و نائب بنانے کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب صرف اسی لیے بنایا کہ جن پر انہیں خلیفہ مقرر کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کے فیض اور اس کے امر کو (بغیر واسطہ کے) لینے سے قاصر تھے۔

سوال نمبر ۲۷۰: خلافت کے حوالے سے انسانوں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے مقام کی عظمت ذکر کریں؟

جواب: کسی فرشتے کو نبی نہیں بنایا گیا بلکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: (ترجمہ) اگر ہم کسی فرشتے کو نبی بناتے تو اسے بھی مرد بناتے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی قوت جب فائق ہو جاتی ہے اور ان کی روشنی اتنی مشتعل ہو جاتی ہے کہ قریب ہے کہ تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف فرشتے بھیجے اور ان میں سے جو اعلیٰ رتبہ تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطہ کے کلام فرمایا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میقات میں اور حضور اکرم ﷺ سے لیلۃ المعراج میں کلام فرمایا۔

سوال نمبر ۲۷۱: اگر خلیفہ ایک سے زیادہ ہیں تو خلیفہ مفرد لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: خلیفہ ایک سے زائد ہیں لیکن یہ لفظ مفرد اس لیے لایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر کی وجہ سے آپ کی اولاد کے ذکر سے استغناء حاصل ہو گیا جس طرح کہ قبیلہ کے باپ کا نام لینے سے قبیلہ کے نام کی ضرورت نہیں رہتی جس طرح مضر ہاشم وغیرہ یا یہاں یہ تاویل ہو گی من یخلفکم (جو تمہارا خلیفہ بنے گا) یا خلقا یخلفکم (ایسی مخلوق بنانے والا ہوں جو تمہاری خلیفہ ہو گی) تو ان صورتوں میں مَنْ معناً جمع ہے اور خلق بھی اسم جمع ہے۔ لہٰذا تمام خلفاء (انبیاء کرام) اس میں داخل ہو گئے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۷۲: اللہ تعالیٰ نے تخلیق خلیفہ کے سلسلے میں فرشتوں کو کیوں مخاطب فرمایا ان کے سامنے اس بات کو ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: فرشتوں سے خطاب میں مقصود فرشتوں کو مشورہ لینے کی تعلیم دینا اور اس مجعول (حضرت آدم علیہ السلام) کی شان کی عظمت بیان کرنا تھا اس طرح کہ اس کے وجود کی خوشخبری عالم ملکوت کے ساکنین کو دی اور ان کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی خلیفہ کا لقب دینا اور ان کی فضیلت کو ظاہر کرنا جو فضیلت راجح تھی اس پر جو اس میں مفاسد تھے۔ فرشتوں کے سوال اور اللہ عزوجل کے جواب کی صورت میں نیز یہ بات بتانا تھی کہ جس چیز میں خیر غالب ہو حکمت اس کو ایجاد کرنے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ خیر کثیر کو شر قلیل کی وجہ سے ترک کرنا یہ بھی شر کثیر ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔

سوال نمبر ۲۷۳: تخلیق سے پہلے خلیفہ قرار دینا کیسے درست ہوگا؟

جواب: جس طرح کہ سوال نمبر ۲۷۲ میں تفصیلاً مذکورہ ہے کہ ان کی فضیلت کو ظاہر کرنا جو راجح ہے۔

سوال نمبر ۲۷۴: کیا فرشتوں کا اتجعل فیھا کہنا اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور حضرت آدم علیہ السلام کی غیبت نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور حضرت آدم علیہ السلام کی غیبت نہیں بلکہ یہ تعجب کے طور پر تھا کہ زمین کی اصلاح اور اس کی تعمیر کے لیے ان کو خلیفہ بنایا جائے گا جو فساد کریں گے یا یہ کہ اہل طاعت کی جگہ اہل معصیت کو خلیفہ بنایا جا رہا ہے نیز جو حکمت ان پر مخفی تھی وہ اس کا کشف چاہتے تھے نیز اس بات کی خبر طلب کرنا چاہتے تھے جو ان کی راہنمائی کرے اور ان کے شبہ کو زائل کر دے جس طرح کہ متعلم اپنے معلم سے اس چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے جو اس کے دل میں کھٹکے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۷۵: فرشتے معصوم ہیں اور انہوں نے محض ظن کی بنیاد پر آدم علیہ السلام پر طعن کیا جب کہ یہ عصمت کے خلاف ہے حشویہ فرقہ کے اس اعتراض کا کیا جواب ہے۔ فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ خون بہائیں گے اور فساد کریں گے؟

جواب: حشویہ فرقے نے یہ کہا تھا کہ فرشتوں نے محض گمان و تخمینے سے یہ کہا کہ یفسد فیھا ویسفك الدماء اس لیے کہ ان کو غیب کی خبر نہیں تھی۔ لہذا یہ غیبت ہوئی تو اس سے فرشتوں کا غیر معصوم ہونا ثابت ہو گیا۔ تو مفسر علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب دیا کہ انہوں نے محض ظن، تخمینے سے یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی خبر عطا فرمائی تھی یا انہوں نے لوحِ محفوظ سے اسے دیکھ لیا تھا یا ان کے دلوں میں یہ بات پختہ تھی کہ معصوم ہم ہی ہیں اس سے انہوں نے استنباط کیا تھا یا ثقلین (جن و انس) میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کر لیا تھا کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جنوں نے زمین میں فساد کیا تھا۔

سوال نمبر ۲۷۶: لفظ سفك، سبك، سفح اور شن میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ تمام الفاظ صب (انڈیلنا) کی انواع و اقسام ہیں البتہ سفك خون اور آنسوؤں کے بہانے میں استعمال ہوتا ہے اور سبك پگھلائے ہوئے جواہر میں اور سفح اوپر سے نیچے کی طرف بہانے میں اور شن مشکیزے وغیرہ کے منہ سے بہانے میں مستعمل ہے۔ سن بھی اسی طرح ہے۔

سوال نمبر ۲۷۷: نحن نسبح بحمدك الخ کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمہ کی تفصیلی گفتگو ذکر کریں؟

جواب: یہ جملہ حال ہے جو ماقبل اشکال کی وجہ کو پختہ کرنے والا ہے جس طرح کہا جاتا ہے ترجمہ: کیا تو اپنے دشمنوں پر احسان کرتا ہے حالانکہ میں تیرا دوست ہوں اور محتاج بھی ہوں اور آیت کا معنی یہ بنے گا کہ کیا تو گنہگاروں کو خلیفہ بنائے گا حالانکہ ہم معصوم ہیں اور خلافت

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کے زیادہ حقدار ہیں اور اس سے مقصود اس چیز کے بارے میں استفسار تھا جس نے انسانوں کو خلیفہ بنانے میں فرشتوں پر ترجیح دی حالانکہ یہ خلافت فرشتوں کو دی جانی متوقع تھی اور تکبر اور تفاخر نہ تھا گویا کہ انہوں نے یہ جان لیا کہ مجعول (انسان) تین قوتوں والا ہے جس پر اس کے امر کا دارو مدار ہے۔ وہ قوتِ شہویہ اور غضبیہ ہے جو فساد اور خونریزی تک پہنچا دیتی ہیں اور تیسری قوتِ عقلیہ ہے جو انسان کو معرفتِ باری تعالیٰ اور فرمانبرداری تک پہنچاتی ہے اب فرشتوں نے صرف قوت شہویہ وغضبیہ کو دیکھا یعنی ان قوتوں کو الگ الگ دیکھا اس کے مجموعے پر نظر نہ کی اور عرض کیا اس کو خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے تو وہ ان دو (غضبیہ، شہویہ) قوتوں کے اعتبار سے کہا، کہ حکمت تو اس کو وجود میں لانے کا بھی تقاضا نہیں کرتی چہ جائے کہ اس کو خلیفہ بنایا جائے رہی بات قوتِ عقلیہ کی تو ہم وہ چیز قائم کرتے ہیں جو اس قوت سے متوقع ہے اور یہ فعل فساد وغیرہ سے بھی سالم ہے لیکن انہوں نے ان دونوں قوتوں کی فضیلت کی طرف توجہ نہ کی کہ جب ان کو عقل کے مطابق مہذب بنا دیا جائے، اور خیر پر عادی بنا دیا جائے۔ جس طرح کہ عفت اور شجاعت، مجاھدۃ الھوی اور انصاف تو یہ ان دونوں قوتوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور انہوں نے یہ نہ جانا کہ مرکب اس چیز کا فائدہ دیتا ہے جس سے اس کے اجزا بحیثیت انفرادی قاصر ہوتے ہیں لہذا ان تینوں قوتوں کا مجموعہ مفید ہے۔

سوال نمبر ۲۷۸: تسبیح وتقدیس کا معنی لکھیں اور دونوں میں فرق واضح کریں نیز بحمدك کا لفظ کس مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یہاں تسبیح وتقدیس سے کیا مراد ہے؟

جواب: تسبیح کا معنی تبعید الله تعالى عن السوء والنقصان (اللہ تعالیٰ سے برائی اور نقصان کو دور ماننا) اس سے ان چیزوں کی دوری کی نسبت کرنا۔ اور تقدیس بھی اسی طرح ہے اور تسبیح، سبح فی الارض والماء سے بنا ہے یعنی زمین اور پانی میں

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

چلا جائے اور دور ہو جائے اور تقدیس قدس فی الارض والماء سے بنا ہے اس کا بھی وہی معنی ہے اور قدّس کہا جاتا ہے جب کوئی پاک کرے کیونکہ شے کو پاک کرنے والا اس سے گندگی وغیرہ کو دور کرنے والا ہوتا ہے یہی ان کے (تسبیح و تقدیس کے) مابین فرق ہے چونکہ انہوں نے تسبیح کہا جس میں تسبیح و تقدیس کی نسبت ان کی طرف تھی تو اس سے خود پسندی اور فخر کا وہم ہوتا تھا اس لیے انہوں نے بجمدک کہا کہ یہ تیری توفیق ہے جو تو نے اپنی معرفت کا ہم پر انعام فرمایا اس سے اس وہم کا تدارک ہو گیا یہاں تقدیس سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں تیرے لیے اور تسبیح سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیرا شریک ٹھہرانے سے پاک کرتے ہیں تیری رضا کی خاطر۔

سوال نمبر ۲۷۹: تعلیم کی تعریف کیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو اسمائے اشیاء کس انداز میں سکھائے گئے؟

جواب: تعلیم ایسا فعل ہے جس پر غالباً علم مرتب ہوتا ہے چونکہ یہ ہمیشہ نہیں ہوتا اسی لیے کہا جاتا ہے علمت فلم یتعلم میں نے اس کو سکھایا لیکن اس نے نہ سیکھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اسمائے اشیاء یا تو اس طرح سکھائے گئے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام میں ان اشیاء کا علم ضروری (جو نظر و فکر کے بغیر حاصل ہو) پیدا فرمایا یا آپ کے دل میں انکا القاء فرمایا اور وہ پہلے کی اصطلاح کے محتاج نہ تھے کہ تسلسل لازم آئے۔

سوال نمبر ۲۸۰: لفظِ آدم مشتق ہے یا غیر مشتق اگر مشتق ہے تو مادۂ اشتقاق اور مناسبت ذکر کریں اور مشتق نہیں تو کیوں؟

جواب: اسکے اشتقاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ مفسر کے نزدیک غیر مشتق ہے کیونکہ یہ لفظ عجمی ہے تو اسے لفظ عربی سے مشتق ماننا خلافِ ظاہر ہے اور جو اس کے اشتقاق کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے بعض اسے اُدمۃ سے مشتق مانتے ہیں جس کا معنی گندم گوں ہونا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا رنگ گندمی تھا (واللہ اعلم) اس لیے آپ کو آدم کہا گیا یا یہ أدمة سے مشتق ہے جس کا معنی اسوہ نمونہ ہے چونکہ آپ باقیوں کے لیے نمونہ اور مقتداء تھے اس لیے آپ کو آدم کہا گیا یا ادیم الارض سے مشتق ہے اور ادیم الارض زمین کے اوپر والے حصے کو کہتے ہیں جو کہ مختلف رنگوں والا ہوتا ہے اور آدمی بھی مختلف رنگوں والے ہیں جو کہ آپ کی اولاد ہے اس لیے آپ کا نام آدم رکھا گیا۔ یا یہ الادم ' الادمۃ بمعنی الفت سے بنا کیونکہ آدمی بھی دوسروں سے الفت ومحبت کرتے ہیں اس لیے انھیں آدم کہا گیا۔

سوال نمبر ۲۸۱: لفظ اسم پر مفسر علیہ الرحمۃ کی بحث ذکر کریں اور بتائیں کہ یہاں اسم کا کونسا معنی مراد ہے؟

جواب: اسم اشتقاق کے اعتبار سے وہ ہے جو شے کی علامت ہو (علی مذہب الکوفیین) اور شی کی دلیل ہو اور اس شے کو الفاظ صفت اور افعال کے اعتبار سے ذہن کی طرف اٹھائے جب کہ عرف میں اسم ایسے لفظ کے لیے مستعمل ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی معنی کے لیے چاہے وہ مرکب ہو یا مفرد مخبر عنہ ہو یا خبر ہو رابطہ اور اصطلاح میں اسم کا استعمال اس مفرد میں ہوتا ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو جو اس کی ذات میں پایا جاتا ہو (یعنی دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھا جاتا ہو) اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ مقترن نہ ہو اور آیت کریمہ میں یا تو پہلا معنی (جو اشتقاق کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہے) مراد ہے یا دوسرا معنی جو کہ عرفی معنی ہے اور دوسرا معنی بھی پہلے کو مستلزم ہے کیونکہ الفاظ کا علم دلالت کے اعتبار سے معانی کے علم پر موقوف ہے۔

سوال نمبر ۲۸۲: فرشتوں پر اسماء کو کیسے پیش کیا گیا اس سلسلے میں وضاحت کیجئے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ جمع کی ضمیر (عرضھم میں ھم) لانے میں کیا حکمت ہے؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: فرشتوں پر اسماء کو پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان اسماء کے مسمیات (جن چیز ولد کے وہ نام تھے ان کو) کو پیش کیا گیا۔ جمع کی ضمیر مذکر لانے میں حکمت یہ ہے کہ ان عقلاء کو غلبہ دیا گیا جن پر یہ نام مشتمل تھے۔

سوال نمبر ۲۸۳: فرشتوں سے اسماء کی خبر کا مطالبہ کس لیے تھا کیا یہ تکلیف مالا یطاق نہیں؟

جواب: یہ بطور تبکیت (الزام اور اسکات) کے لیے تھا اور اس بات پر تنبیہ کے لیے کہ وہ خلافت کے معاملے سے عاجز ہیں لہذا جب یہ تبکیت ہوئی تو تکلیف مالا یطاق بھی نہیں (جس طرح کسی کا غلام اس کا کہنا نہیں مانتا وہ اسے مارتا ہے لوگ اسے منع کرتے ہیں تو وہ لوگوں کو یہ دکھانے کیلیے کہ کیوں مارتا ہے اسے کسی چیز کا حکم دے تو مالک کا مقصود یہ نہیں کہ وہ یہ کام کرے بلکہ اس کا برعکس ہے تاکہ لوگ اسکی نافرمانی پر مطلع ہو جائیں)

سوال نمبر ۲۸۴: ان کنتم صدقین میں کس صدق کی طرف اشارہ ہے نیز فرشتوں کا وہ کونسا کلام ہے جس کی صداقت کا ذکر ہے؟

جواب: اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اپنے اس گمان میں سچے ہو کہ خلافت کے تم حقدار ہو اپنی عصمت کی وجہ سے یا اس گمان میں کہ ان کو پیدا کرنا اور خلیفہ بنانا حکمت کے خلاف ہے کیونکہ ان کے یہ اوصاف ہیں کہ یفسد فیها ویسفك الدماء اگرچہ فرشتوں نے اس کلام کی تصریح نہیں کی تھی لیکن ان کی گفتگو (اتجعل الخ) سے یہی لازم آتا ہے کیونکہ کسی سے صداقت کا طلب کرنا جس طرح اس کے کلام منطوق پر ہوتا ہے اسی طرح اس پر بھی ہوتا ہے جو اس کے مدلول سے لازم آئے۔

سوال نمبر ۲۸۵: سبحانك لا علم لنا الخ کے ذریعے فرشتوں نے کس بات کا اظہار کیا نیز لفظ سبحان کا معنی اور استعمال کی صورتیں بیان کریں؟

جواب: فرشتوں نے اپنے اس کلام سے عجز اور قصور (قاصر ہونے) کا اظہار کیا اور اس

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بات کی خبر دی کہ ہمارا سوال بطور استفسار (وضاحت طلب کرنے اور اخفاء کو دور کرنے) کے لیے تھا نہ کہ اعتراض کے لیے نیز انسان کی فضیلت اور اس کو خلیفہ بنانے کی جو حکمت ان پر مخفی تھی وہ ظاہر ہوگئی تو اس پر انہوں شکر ادا کیا نیز تمام کا تمام علم اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنے میں ادب کی رعایت ہے اس لیے انہوں نے یہ کلام عرض کیا۔

سبحان غفران کی طرح مصدر ہے۔ یہ مضاف ہوکر ہی استعمال ہوتا ہے اور اپنے فعل (سبحت) کے اضمار کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جس طرح کہ معاذ اللہ اعوذ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور سبحان بطور علم غیر مضاف شاذ ہی استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ سبحان من علقمة الفاخر یہاں یہ غیر منصرف ہے علمیت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے اور یہ شاذ ہے۔ یہاں (آیہ مبارکہ میں) سبحان بمعنی تسبیح (تنزیہ) کے مستعمل ہے۔

سوال نمبر ۲۸۶: انك انت العليم الحكيم میں انت ضمیر کے بارے میں مفسر علیہ الرحمۃ کی تقریر کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: انت ضمیر منفصل ہے جو کہ ان کے اسم اور خبر کے درمیان لائی گئی اور یہ ضمیر خبر اور صفت کے درمیان فرق کرنے کے لیے لائی جاتی ہے جب یہ ضمیر ہو تو اس کا مابعد صفت نہ ہوگا کیونکہ اگر صفت ہو تو یہ ضمیر موصوف بنے گی حالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ ضمائر موصوف نہیں ہو سکتے۔

بعض نے یہ کہا کہ ضمیر انک کے کاف کی تاکید کے لیے ہے۔ جس طرح کہ کہنا مررت بك انت تو اس میں بھی انت کاف ضمیر کی تاکید ہے اور یہ معنی میں کان ضمیر کی تقریر کرتی ہے کیونکہ دونوں ضمیر خطاب کی ہیں اگر چہ انت ضمیر مرفوع اور بك میں کاف ضمیر مجرور محلاً ہے اور تابع میں وہ چیز بھی جائز ہوتی ہے جو متبوع میں جائز نہ ہو اس وجہ سے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

صورت بانت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ ضمیر مرفوع ہے اور ضمیر منصوب کی جگہ نہیں آسکتی اس وجہ سے یاالرجل کہنا جائز نہیں جب کہ یاھذاالرجل کہنا جائز ہے۔ کیونکہ تابع میں وہ چیز بھی جائز ہوتی ہے جو متبوع میں جائز نہ ہو۔

سوال نمبر ۲۸۷: قال الم اقل لکم الغ اس آیت کا تعلق بتائیں اور اس آیت کے ذریعے کن کن امور کی طرف اشارہ کیا گیا نیز فرشتوں نے کیا چھپایا اور کیا ظاہر کیا؟

جواب: پہلے اللہ عزجل نے فرمایا تھا اعلم مالا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اسی کو یہاں حاضر کیا جارہا ہے اور اسے زیادہ شرح وبسط سے ذکر فرمایا تا کہ اس پر حجت کی طرح ہو جائے کیونکہ اللہ عزوجل نے جب اس چیز کو جانا جو اُن پر مخفی تھی یعنی آسمان وزمین کے امور اسی طرح جو اُن کے احوال ظاہرہ وباطنہ تھے انہیں جانا تو اس کو بھی جانا جو وہ نہیں جانتے تھے نیز اس آیت میں فرشتوں کو ترک اولیٰ پر عتاب کی تعریض ہے کہ وہ توقف کرتے اور اس بات کا انتظار کرتے کہ ان کے لیے بیان کر دیا جاتا ما تبدون سے مراد فرشتوں کا قول اتجعل فیھا من یفسد فیھا ہے اور ما تکتمون سے مراد فرشتوں کا اس بات کو چھپانا تھا کہ وہ خلافت کے حق دار ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے افضل کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا بعض نے کہا کہ فرشتوں نے طاعت وفرمانبرداری کو ظاہر کیا اور ان میں سے ابلیس نے نافرمانی کو چھپایا۔

سوال نمبر ۲۸۸: اس آیت کے مضامین کا خلاصہ اور جن امور کو اس آیت سے ثابت کیا گیا ہے ان کا ذکر کیجیے؟

جواب: یہ آیات انسان کی فضیلت علم کی فضیلت اور علم کی عبادت پر فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات پر کہ خلافت میں علم شرط ہے بلکہ عمدہ اور اصل ہے نیز تعلیم کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف درست ہے اگرچہ معلم کا اطلاق اس پر درست نہیں کیونکہ معلم اس خاص شخص

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کے ساتھ خاص ہے جو اس کا پیشہ اختیار کرے۔ نیز یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لغات تمام کی تمام توصیفیہ ہیں (یعنی انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں) کیونکہ اسماء الفاظ پر دلالت کرتے ہیں نصوص یا عموم کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ یہ بات اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس سے پہلے وضع ہو اور اصل اس بات کی نفی کرتا ہے کہ یہ وضع حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے مخلوق سے ہو لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ لغات اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہیں نیز اس آیت میں دلالت ہے اس بات پر کہ حکمت کا مفہوم علم کے مفہوم سے زائد ہے ورنہ انك انت العليم الحكيم میں تکرار ہو جائے گا (کیونکہ جب علم سے حکمت سمجھی جائے تو حکمت کا ذکر تکرار ہوگا)

سوال نمبر ۲۸۹: حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں کروایا گیا؟ نیز فاذا استويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم تسویہ آدم سے پہلے دیا گیا جب کہ اس جگہ تعلیم اسماء کے بعد کا ذکر ہے فرق بتائیں؟

جواب: تا کہ فرشتوں کو ان کی فضیلت کا اعتراف اور آپ کے حق کی ادائیگی ہو جائے نیز یہ اعتذار (عذر پیش کرنا) ہے اس سے جو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا اور تسویہ آدم سے پہلے سجدے کا حکم فرشتوں کے امتحان کے لیے اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے اظہار کے لیے تھا لہذا سجدہ تعلیم اسماء کے بعد ہی کیا گیا پہلے امتحاناً فرمایا گیا کہ کون سجدہ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

سوال نمبر ۲۹۰: و اذ قلنا کا عطف کس پر ہے اور اسے چوتھی نعمت قرار دیا گیا پہلی تین نعمتوں کی وضاحت کیجئے؟

جواب: اس کا عطف اذ قال ربك پر ہے یہ اس صورت میں ہے جب اذ کو فعل مضمر کی وجہ سے منصوب مانا جائے اگر فعل مضمر نہ مانا جائے تو پھر اس کا عطف اس اذ کر پر ہوگا جو پہلے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جملے میں بطور عامل مقدر مانا گیا۔ بلکہ اس قصے کا عطف ماقبل قصے پر ہوگا۔ پہلی تین نعمتیں یہ تھیں۔

(۱) كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون میں مذکور ہے کیونکہ ان کو پیدا فرمانا، زندہ رکھنا قدرت دینا یہ بڑی نعمت ہے۔

(۲) دوسری نعمت هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا الآيه میں مذکور ہے کہ جس پر ان کی بقاء اور معاش کا دارومدار ہے اسے پیدا فرمایا۔

(۳) تیسری نعمت واذ قال ربك للملئكة الاية میں مذکور ہے۔ اور چوتھی نعمت واذ قلنا للملئكة الاية میں مذکور ہے کیونکہ خلق آدم اور ان کو خلیفہ بنانے کے ساتھ عزت بخشا اور ملائکہ کو سجدے کا حکم دے کر حضرت آدم علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا یہ ایسا انعام ہے جو آپ کی تمام ذرّیت کو عام وشامل ہے۔

سوال نمبر ۲۹۱: سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی ذکر کریں اور مامور به کونسا سجدہ تھا؟

جواب: سجدے کا لغوی معنی تذلل مع النطامن جھکنے کے ساتھ عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ اور شرع میں وضع الجبهة على قصد العباده (پیشانی کو عبادت کے ارادے سے رکھنا) سجدہ کہلاتا ہے۔

مامور به سجدہ یا شرعی معنی والا تھا اس صورت میں مسجود له حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے کا قبلہ بنایا گیا ان کی عظمتِ شان بتانے کے لیے یا یہ کہ وہ وجوب سجدہ کا سبب تھے۔ یا مامور به سجدہ لغوی معنی والا تھا اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کی عاجزی کرنا بطور تعظیم اور بطور تحیۃ تھا۔ (جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ان کو سجدہ کرنا)

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر۲۹۲: یہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو تھا یا اللہ تعالیٰ کو اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تھا تو غیر خدا کے لیے سجدہ کیسے جائز ہوگا؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے تھا تو لادم کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: جس طرح کہ ماقبل سوال کے جواب میں تفصیلا بیان ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں احتمال ہوسکتے ہیں اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ ہو تو یہ سجدہ تعظیمی تھا جو کہ جائز ہے نہ کہ سجدہ عبودیت جو کہ ناجائز ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ مانا جائے تو آدم علیہ السلام قبلہ ہوں گے۔ اور لادم میں بصورت ثانی لام' الی کے معنی میں اور بصورت اول سبب؟

سوال نمبر۲۹۳: جب سجدہ کا حکم فرشتوں کو تھا تو ابلیس کی استثناء کیسے صحیح ہوگی حالانکہ ابلیس ملائکہ میں سے نہیں اس سلسلے میں تفصیلی جواب مطلوب ہے؟

جواب: ابلیس فرشتوں میں سے ہی تھا لہذا استثناء درست ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول الا ابلیس کان من الجن (سوائے ابلیس کے کہ وہ جنوں میں سے تھا) سے اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ابلیس فعل کے اعتبار سے تو جنوں میں سے تھا اور نوع کے اعتبار سے فرشتوں میں سے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیکہ (ترجمہ) فرشتوں کی ایک قسم وہ ہے جن میں توالد وتناسل جاری ہوتا ہے ان کو جن کہا جاتا ہے اور ابلیس بھی انہیں میں سے ہے۔ جن حضرات کے نزدیک ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا وہ استثناء کے صحیح ہونے کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ تھا تو جن لیکن فرشتوں کے درمیان پروان چڑھا اور فرشتے چونکہ اس کے مقابلے بہت زیادہ تھے اس لیے فرشوں کو غلبہ دیتے ہوئے یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا لہذا وہ بھی حکم میں داخل تھا۔ (جس طرح اقیموا میں بطور تغلیب مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا گیا حالانکہ اقامۃ صلوۃ کا حکم عورتوں کو بھی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے)

یا یہ کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی حکم دیا گیا تھا لیکن فرشتوں کے ذکر کرنے کی وجہ سے ابلیس کے ذکر سے استغناء حاصل ہو گیا جس طرح اکابر کو کسی کے لیے تذلل و عاجزی کا حکم ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ اصاغر کو بھی حکم ہے۔

یا یہ کہ ملائکہ میں سے بعض وہ ہیں جو معصوم نہیں اگرچہ غالب ان میں معصومیت ہے جس طرح کہ انسانوں میں بعض معصوم ہیں اگرچہ غالب عدم معصومیت ہے۔

یا یہ کہ فرشتوں کی ایک قسم' شیاطین کے بالذات تو مخالف نہیں لیکن عوارض اور صفات کی وجہ سے مخالف ہے اور ابلیس بھی اسی قسم سے تھا۔

سوال نمبر ۲۹۴: اباء اور استکبار کا مفہوم واضح کریں؟

جواب: اباء امتناع باختیار (اپنے اختیار سے رک جانا کسی فعل سے) کو کہتے ہیں اور تکبر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھے اور استکبار میں چونکہ سین اور تا برائے طلب ہے اس لیے استکبار کا معنی طلب ذلك بالتشبع (کہ تکلف کے ساتھ اس کو طلب کرنا کہ میں دوسرے سے بڑا ہوں)

سوال نمبر ۲۹۵: اگر ابلیس کو ملائکہ میں شمار کیا جائے تو ملائکہ کی معصومیت کے حوالے سے اعتراض اور جواب کیا ہوگا۔

جواب: سوال نمبر ۲۹۳ میں تفصیلی جواب گزر چکا البتہ سوال یہ ہوگا کہ اگر ابلیس فرشتوں میں سے ہے تو فرشتے تو معصوم ہوں جبکہ ابلیس کا سجدہ نہ کرنا معصومیت کے خلاف ہے۔

سوال نمبر ۲۹۶: فرشتوں کو نور سے اور ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا اس کے باوجود ابلیس کو فرشتوں میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے اور ابلیس مادے کے اعتبار سے متحد بالذات ہیں ہاں

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

صفات اور عوارض کی وجہ سے مختلف بالغیر ہیں لہذا نور سے مراد وہ جوہر ہے جو روشن ہو اور آگ میں بھی اسی طرح ہوتی ہے ہاں آگ میلی اور دھوئیں سے بھری ہوتی ہے اور اس کی شدت حرارت کی وجہ سے اس سے احتراز کیا جاتا ہے لیکن جب آگ بھی صاف ستھری کر دی جائے تو وہ بھی نور بن جاتی ہے لہذا نصوص میں کوئی تعارض نہیں۔

سوال نمبر۲۹۷: اس آیت سے ثابت فوائد کا جائزہ پیش کریں؟

جواب: اس آیت سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ استکبار بڑی بری شے ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مارنے پر ابھارا گیا اس کے راز میں غور وخوض کرنے سے رکنے کا اشارہ ملتا ہے نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ امر وجوب کے لیے اور یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق کفر پر مرتا ہو (معاذ اللہ) وہ حقیقت میں بھی کافر ہے۔ کیونکہ اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے اگرچہ حال کے اعتبار سے وہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔ (یہ تنبیہ مواخاۃ ہے جو شیخ اشعری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے)

سوال نمبر۲۹۸: وقلنا یا ادم اسکن الایة (اقرؤا الایة الی آخره) میں انت ضمیر فصل کیوں لائی گئی صرف آدم علیہ السلام کو خطاب کیوں ہوا اور جنت سے کیا مراد ہے؟

جواب: قاعدہ ہے کہ ضمیر مستتر پر اسم ظاہر کا عطف درست نہیں اس لیے انت ضمیر لائی گئی (جس سے ضمیر مستتر کی تاکید ہوگئی) تاکہ زوجك کا عطف اس پر درست ہوجائے۔ اسکن میں صرف آدم علیہ السلام کو خطاب اس لیے کیا گیا تاکہ اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ حکم سے مقصود آپ ہی ہیں جنت سے مراد دار الثواب ہے کیونکہ الجنة پر لام عہد کا ہے اور معہود دار الثواب ہی ہے۔

سوال نمبر۲۹۹: جنت اس وقت مخلوق ہوگئی تھی یا نہیں جو لوگ مخلوق نہیں مانتے ان کے نزدیک اس سے کیا مراد ہے اور وہ ہبوط کی کیا تاویل کرتے ہیں اور اس پر ان کی دلیل کیا

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے؟

جواب: جنت اس وقت مخلوق ہوگئی تھی اور جو لوگ اسے مخلوق نہیں مانتے وہ اس سے بستان (باغ) مراد لیتے ہیں جو کہ فلسطین کی زمین پر یا فارس اور کرمان کے درمیان تھا ان پر اعتراض ہوا کہ اللہ عزجل نے تو اھبطوا فرمایا جس کا معنی اوپر سے نیچے اترتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہاں اھباط انتقال کے معنی میں ہے یعنی اس باغ سے ھند کی زمین کی طرف منتقل ہو جاؤ اور اس پر انہوں نے دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اھبطوا مصرا میں آپ بھی ھبوط بمعنی انتقال لیتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۰۰: جنت میں کشادگی کے ساتھ کھانے کی اجازت کی حکمت کیا تھی؟

جواب: اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر چند درختوں میں سے کھانے کی اجازت ہوتی تو منہی عنہ درخت سے کھانے کا عذر پیش کیا جا سکتا تھا لیکن کشادگی کے ساتھ کھانے کی اجازت دیدی تو اب منہی عنہا درخت سے کھانے کا عذر ختم ہو گیا۔

سوال نمبر ۳۰۱: جب پھل کھانے سے روکنا مقصود تھا تو درخت کے قریب جانے سے ممانعت کی کیا وجہ ہے مصنف نے فرمایا اس میں کچھ مبالغات ہیں توضیح کیجئے نیز اس درخت سے کونسا درخت مراد ہے؟

جواب: چونکہ درخت کے قریب جانا اس میں سے کھانے کے مقدمات میں سے ہے لہذا اس درخت کی تحریم میں مبالغہ کرتے ہوئے اور اس سے بچنے کے وجوب میں مبالغہ کرتے ہوئے اس کے قریب بھی جانے سے منع کر دیا نیز اس میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ شے کے قریب ہونا اپنا میلان پیدا کر دیتا ہے جو دل کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے اور عقل وشرع کے مقتضی کے خلاف کام میں اسے مشغول کر دیتا ہے۔ (جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حبك الشیٔ یعمی ویصم تیری کسی شے سے محبت تجھے محبوب کے عیب دیکھنے سے اندھا اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

محبوب کے عیب سننے سے بہرا) بنا دیتی ہے۔ درخت سے مراد یا تو گندم کا درخت تھا یا انگور کا یا زیتون کا یا ایسا درخت جس میں سے اگر کوئی کھائے تو بے وضو ہو جائے لیکن اولیٰ بات یہ ہے کہ درخت کی تعیین نہ کی جائے جس طرح کہ آیت میں تعیین نہیں کی گئی کیونکہ درخت کے نام جاننے پر مقصود موقوف نہیں۔

سوال نمبر ۳۰۲: فازلهما الشيطان میں ازل سے کیا مراد ہے نیز زلت اور ازلال میں فرق واضح کریں اور بتائیں کہ شیطان نے ان کو پھسلانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ شیطان نے ان دونوں کو اس درخت سے پھسلا دیا اور اس درخت کے سبب ان کو پھسلنے پر ابھارا یا یہ مراد ہے کہ اس جنت سے پھسلا دیا یعنی ان دونوں کو وہاں سے نکلوا دیا ازلال اور زلت معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ البتہ زلت عثرت مع الزوال (لغزش مع زوال) کا تقاضا کرتی ہے۔

شیطان نے ان دونوں کو پھسلانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس نے کہا کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے درخت کے بارے میں نہ کروں جس کے کھانے سے آپ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ہمیشہ کے لیے یہ ملک آپ کے ہاتھ آ جائے گا۔ نیز اس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

سوال نمبر ۳۰۳: جب شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا تھا تو پھر اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس طرح لغزش میں ڈالا مختلف احتمالات کی وضاحت کریں؟

جواب: ابلیس نے کوئی شکل اختیار کر لی اور ان دونوں سے کلام کیا یا بطور وسوسہ ان کے دل میں یہ بات ڈال دی رہی یہ بات کہ اسے تو جنت سے نکال دیا گیا تھا پھر کس طرح داخل ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح وہ پہلے ملائکہ کے ساتھ عزت کے ساتھ جنت میں داخل ہوتا تھا اس پہ اسے روک دیا گیا لیکن حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی آزمائش کے لیے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اسے دخول سے نہیں روکا گیا یا یہ کہ دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے ان دونوں کو آواز دی بعض نے کہا کہ وہ چوپائے کی صورت میں جنت میں داخل ہو گیا اور فرشتے اسے پہچان نہ سکے بعض نے کہا کہ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو گیا پھر جنت میں داخل ہو گیا بعض نے کہا کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو بھیجا تھا اور انہوں نے ان کو پھسلا دیا واالعلم عنداللہ تعالیٰ (یہ تمام احتمالات ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے)

سوال نمبر ۳۰۴: اهبطوا جمع کا صیغہ استعمال کیا حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حواء علیہا السلام دو تھے نیز بعضکم لبعض عدو کونسا جملہ ہے اور اس دشمنی کی کیا صورت تھی؟

جواب: جمع کی ضمیر اس لیے لائی گئی حالانکہ وہ دو تھے کہ وہ دونوں انسانوں کی اصل ہیں تو گویا تمام انسانوں کو خطاب ہوا یا جمع کے صیغے سے آپ دونوں اور ابلیس کو خطاب ہے۔ اس کو دوسری مرتبہ نکلنے کا حکم دیا کیونکہ پہلے وہ وسوسہ کے لیے داخل ہوتا تھا یا وہ چوری داخل ہوتا تھا یا اسے آسمان سے نکلنے کا حکم ہے۔

بعضکم لبعض عدو یہ جملہ حال واقع ہو رہا ہے اور اهبطوا کی ضمیر واؤ کی وجہ سے واؤ حالیہ کی ضرورت نہ رہی اس لیے ذکر نہ کی گئی۔ اور دشمنی اور عداوت کی صورت یہ تھی کہ بعض، بعض کی طرف گمراہی کی نسبت کر کے ان پر سرکشی کریں گے چاہے وہ گمراہ ہو یا نہ ہو۔

سوال نمبر ۳۰۵: حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کے رب کی طرف سے جو کلمات حاصل ہوئے ان کی وضاحت کیجئے اور کلمات کی اصل بھی بتائیے؟

جواب: وہ کلمات ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخسرين تھے بعض نے کہا وہ کلمات سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اسمك وتعالی جدك لا اله انت ظلمت نفسی فاغفرلی انه لا يغفر الذنوب الا انت تھے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا رب الم تخلقنی بیدك (اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھے اپنے ید سے پیدا نہیں فرمایا) قال بلی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں قال یا رب الم تنفخ فیّ الروح من الروحك (عرض کی اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھ میں اپنی روح سے روح نہیں پھونکی) قال بلی (فرمایا کیوں نہیں) قال الم تسکنی جنتك (عرض کی کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہ ٹھہرایا) قال بلی (فرمایا کیوں نہیں) قال یا رب ان تبت واصلحت ارجعی انت الی الجنة (عرض کی اے میرے پروردگار اگر میں توبہ کرلوں اور اصلاح کرلوں تو کیا تو مجھے جنت کی طرف واپس لے جائے گا) قال نعم (فرمایا ہاں) کلمہ کا لغوی معنی الکلم ہے اور اس کا معنی ایسی تاثیر ہے جس کا ادراک دو حالتوں (سمع و بصر) سے ہو سکتا ہے جس طرح کلام جراحت حرکت وغیرہ یہ ایسی تاثیر پیدا کرتے ہیں جس کا ادراک بھی حواس سے ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۶: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اس کی کیا صورت تھی فتاب علیہ پر فاء کیوں لائی گئی نیز بتائیے کہ توبہ کی نسبت بندے اور اللہ تعالیٰ دونوں کی طرف ہوتی ہے فرق کیا ہے؟

جواب: اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا اور آپ کی توبہ قبول فرمائی فتاب پر فاء اس لیے لائی گئی کہ فتاب کا ترتب تلقی کلمات پر ہے اور تلقی کلمات اس توبہ کی قبولیت کو متضمن ہے اس لیے فاء ترتیبیہ لائی گئی۔

جب لفظ توبہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت لائی جائے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سزا دینے سے بخشنے کی طرف رجوع فرمایا اور جب اس کے ساتھ بندہ موصوف ہو تو

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ بندے نے گناہ سے رجوع کرلیا۔

سوال نمبر ۳۰۷: دوبارہ اھبطوا فرمانے میں کیا حکمت تھی مفسر علیہ الرحمۃ کی تقریر کی روشنی میں بتایئے؟

جواب: اس کی تکرار یا تو تاکید کے لیے ہے کہ پہلے اھبطوا کو اس نے مؤکد کردیا یا اس وجہ سے ہے کہ دونوں اھبطوا مقصد میں مختلف ہیں کیونکہ پہلا اھبطوا اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں مصیبتوں کے گھر کی طرف اتارا گیا جس میں وہ ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے اور اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور دوسرا اھبطوا اس بات کی طرف مشعر ہے کہ ان کو مکلف بنانے کیلیے اتارا گیا کہ جس نے ہدایت اختیار کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ہدایت کو کھو دیا وہ ہلاک ہوگیا۔ نیز اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ وہ اترنا جس کے ساتھ دو چیزیں (دار فانی کی طرف اترنا اور باہم عداوت کرنا) متعلق ہیں وہ (اھباط) اکیلا ہی اس کے لیے کافی ہے کہ عقلمند آدمی اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے خوف کرے چہ جائے کہ جب اس کے ساتھ دوسرا اھباط (مکلف بنانا) بھی مقترن ہو لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے نسیان سرزد ہوا اور ان کا یہ ارادہ نہ تھا نیز اس بات پر تنبیہ تھی کہ ان دونوں اھبطوا میں سے ہر ایک مستقل طور پر اس آدمی کے لیے بطورِ عبرت کافی ہے جو نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے۔ بعض نے کہا کہ پہلا اھبطوا جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارنے کے لیے تھا اور دوسرا اھطبوا آسمانِ دنیا سے زمین کی طرف اتارنے کیلیے۔ (لیکن یہ بات کمزور ہے)

سوال نمبر ۳۰۸: فاما یاتینکم منی ھدی اس جملے کی ترکیبی صورت کیا ہے اور ما زائدہ کس مقصد کے لیے ہے اور ان حرف شک کیوں لایا گیا جب کہ ہدایت کا آنا یقینی تھا نیز دوسری بار ضمیر کی بجائے لفظِ ھدیٰ لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: شرطِ ثانی (فمن تبع ھدی) اپنے جواب (فلا خوف الایہ) سے مل کر پہلی شرط

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(فاما یاتینکم الایہ) کا جواب ہے ما زائدہ کے ساتھ حرف اِن کی تاکید کی گئی (اسی وجہ سے فعل کو نون کے ساتھ مؤکد کرنا یہاں حسن ہے اگرچہ اس میں طلب کا معنی نہیں پایا جاتا) حرف شک کو اس لیے لایا گیا کہ فی نفسہ ہدایت کے آنے کا صرف احتمال تھا اور عقلاً اس کا آنا واجب نہیں۔ دوسری بار ضمیر کی جگہ لفظ ھدی لایا گیا (حالانکہ جب پہلے اسم ظاہر کا ذکر ہو جائے تو دوبارہ اس کی طرف ضمیر راجع کی جاتی ہے) اس لیے کہ دوسرے ھدی سے عام ہدایت کا ارادہ کیا گیا بنسبت پہلے ھدی کے۔ اور عام سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ رسل کرام علیہم السلام لائے اور جس کا عقل تقاضا کرتی ہے۔ آیت سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی اس کی پیروی کرے جو نبی لائے اس حال میں کہ وہ اس میں عقل کی رعایت کرنے والا ہو۔

سوال نمبر ۳۰۹: حزن اور خوف میں فرق واضح کریں اور ثواب کو بطور تاکید ثابت کرنے کی وضاحت کریں؟

جواب: حزن واقع چیز پر ہوتا ہے اور خوف متوقع پر (یعنی حزن گذشتہ زمانے یا حال میں فوت شدہ شے پر ہوتا ہے اور خوف زمانہ مستقبل میں کسی مصیبت وغیرہ پر) ثواب کو بطور تاکید ثابت کرنے کی وضاحت یہ ہے کہ عذاب تب ہوتا ہے جب گناہ کر لیا جائے اور گناہ کرنے والا گناہ کرتے وقت اس عذاب سے خوف کرتا ہے جس کی طرف یہ گناہ اسے لے جائے گا تو جب اللہ عزوجل نے ان سے اس خوف کی نفی فرمادی جو عذاب کے آنے کو لازم ہے تو لازم کی بھی نفی فرمادی اور لازم کی نفی ملزوم (عقاب) کی نفی سے ابلغ و اکد ہے لہٰذا جب عذاب کی نفی ہوگئی تو ثواب ابلغ و اکد طریقے سے ثابت ہو گیا۔

سوال نمبر ۳۱۰: والذین کفروا الایۃ اس جملے کا کس پر عطف ہے نیز کفر اور تکذیب دونوں کا ذکر کر کے کس بات کی طرف اشارہ کیا گیا؟

جواب: اس کا عطف فمن تبع الایۃ پر ہے کفر اور تکذیب کا ذکر فرما کر اس بات کی طرف

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اشارہ کیا گیا ہے کہ کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کا انکار ہے اور تکذیب سے مراد آیات کی تکذیب ہے یا یہ کہ آیات کا کفر دل سے ہے اور آیات کی تکذیب زبان سے کیونکہ تکذیب زبان سے ہوتی ہے اور انکار دل سے لہذا جس نے پیروی نہ کی بلکہ کفر و تکذیب کی تو فاولئك اصحب الجنة الاية اور یہ دونوں فعل متعلق اس بایاتنا کے ساتھ ہیں۔

سوال نمبر ۳۱۱: آیت کا لغوی معنی کیا ہے اس کا مادۂ اشتقاق بیان کریں اور آیاتِ قرآنیہ کو آیات کیوں کہتے ہیں وجہ بیان کیجئے نیز یہاں آیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: آیت کا لغوی معنی علامتِ ظاہرہ ہے اور اسکا اشتقاق یا تو اَیّ سے ہے کیونکہ یہ بھی بعض کو بعض سے ممتاز و بیان کرتی ہیں اس لیے آیت کہتے ہیں یا یہ اوی سے مشتق ہے پھر اصل میں یہ اَیَیَةٌ یا اَوَیَةٌ سے ہوگی پھر اس کے عین کلمہ کو خلاف قیاس الف سے بدلا گیا تو آیۃ ہو گیا یا یہ اَوَیَۃٌ سے ہے پھر واؤ کو الف سے بدلا گیا آیۃ ہو گیا یا یہ آئِیَۃٌ (قائلة کی طرح) تھا پھر ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا آیۃ ہو گیا۔

آیاتِ قرآنیہ کو آیات اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آیات بھی الفاظ کا ایسا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی فصل کی وجہ سے دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہاں آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو نازل کی گئیں یا عام معنی مراد ہے یعنی وہ علامات جو وجودِ صانع پر دلالت کرتی ہیں اور اس میں آیاتِ قرآنی بھی شامل ہوں گی۔

سوال نمبر ۳۱۲: اس آیت سے حشویہ فرقے نے کس بات کو ثابت کیا ان کی دلیل اور جواب تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: اس قصے سے حشویہ فرقہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عدمِ عصمت پر کئی وجوہ سے استدلال کیا۔

(۱) آدم علیہ السلام نبی تھے اور انہوں نے منہی عنہ کا ارتکاب کیا اور منہی عنہ کا مرتکب

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

عاصی ہوتا ہے۔

(۲) منہی عنہ کے ارتکاب کی وجہ سے انہیں ظالمین سے بتایا گیا (معاذ اللہ) اور ظالم ملعون ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ الا لعنۃ اللہ علی الظلمین۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیان اور غی کی نسبت کی اور فرمایا وعصی آدم ربہ فغوی

(۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو توبہ کی تلقین کی اور توبہ گناہ سے رجوع کرنے کو اور گناہ پر ندامت کو کہتے ہیں۔

(۵) آپ نے خود اعتراف کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے تو وہ خاسرین میں سے ہو جائیں گے اور خاسر کبیرہ گناہ والا ہوتا ہے اور مرتکب کبیرہ معصوم نہیں ہوتا۔

(۶) اگر وہ مذنب (گناہگار) نہ ہوتے تو ان پر یہ بات جاری نہ ہوتی جو جاری ہوئی۔

الجواب:

(۱) اس وقت وہ نبی نہ تھے لہذا یہ نبی کی عصمت کے یہ خلاف نہیں اور اگر آپ اس وقت بھی ان کو نبی مانتے ہیں تو اس کی دلیل دیں۔

(۲) یہ نہی تنزیہی تھی اور انہیں ظالم اور خاسر اس لیے کہا کہ انہوں نے ترک اولیٰ کے ساتھ اپنے حصے میں نقصان اٹھایا اور اپنے نفس پر زیادتی کی سوا ما اسناد الغی و العصیان الیہ سیاتی بالجواب عنہ فی موضعہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کا حکم مافات کی تلافی کے لیے تھا۔

اور ان پر جو کلام و احکام جاری فرمائے یہ ترک اولیٰ پر بطور عتاب تھا اور آپ کی تخلیق سے پہلے جو فرشتوں سے کہا تھا اس کو پورا کرنا تھا۔

(۳) آپ نے یہ فعل بھول کر کیا تھا لقولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

لیکن آپ کو عتاب اس لیے کیا گیا کہ آپ نے اسباب نسیان کا تحفظ نہ کیا یا نسیان امت سے تو معاف ہے لیکن انبیاء کرام سے نہیں کیونکہ ان کی قدر عظیم ہے کما قال علیہ الصلوۃ والسلام اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل

سوال نمبر ۳۱۳: ہماری طرف سے جواب کی ایک شق کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے آنا بطور مؤاخذہ نہ تھا اس پر اعتراض اور جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: ہماری طرف سے جواب کی ایک شق یہ ہے کہ آپ کا جنت سے آنا بطور مؤاخذہ نہ تھا بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ سبب پر مسبب مرتب ہوتا ہے تو آپ نے بھی بھول کر ہی سبب کا ارتکاب کیا لیکن مسبب (جنت سے اترنا وغیرہ) اس پر مرتب ہو گیا۔ جس طرح کہ جاہل (جو یہ نہیں جانتا کہ یہ زہر ہے) زہر کھا لے تو موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ زہر کھانا موت کا سبب ہے اگرچہ اسے پتہ نہ تھا۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ انہوں نے بھول کر سبب کا ارتکاب کیا حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ شیطان نے ان کو کہا تھا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا اور اس نے قسم بھی اٹھائی لہذا وہ بھولے کیسے؟

جواب: اس میں یہ دلالت تو نہیں کہ جب شیطان نے ان سے کہا اسی وقت انہوں نے کھایا بلکہ ممکن ہے کہ عرصہ دراز کے بعد انہوں نے بھول کر کھایا ہو یا شیطان کی گفتگو نے ان کے دل میں میلان طبعی پیدا کر دیا لیکن انہوں نے اللہ تعالٰی کے حکم کی رعایت کرتے ہوئے اپنے آپ کو روکے رکھا یہاں تک کہ وہ بھول گئے اور مانع زائل ہو گیا اور طبیعت نے کھانے پر ابھارا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اجتہادی خطا کی وجہ سے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

اقدام کیا کیونکہ آپ نے یہ گمان کیا کہ نہی تنزیہی ہے یا یہ کہ اس معین درخت سے کھانے سے منع کیا گیا لہذا آپ نے دوسرے درخت سے کھالیا جو اسی کی نوع سے تھا۔

سوال نمبر ۳۱۴: ممانعت کسی خاص درخت کی نہیں تھی بلکہ نوع کی تھی اس پر حدیث سے استشہاد پیش کیجئے؟

جواب: روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اخذ حریرا وذھبا بیدہ وقال ھذان حرام علی ذکور امتی حل لاناثھا۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ریشم اور سونا اپنے دست مبارک میں پکڑا اور فرمایا یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں پر حلال ہیں تو اس حدیث مبارک میں وہ خاص سونا اور ریشم جو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک میں پکڑے ہوئے تھے کی حرمت مراد نہیں بلکہ اس کی نوع مراد ہے کہ کوئی بھی سونا اور کوئی بھی ریشم ہو اس کا وہی حکم ہے جو مذکور ہوا۔

سوال نمبر ۳۱۵: اس آیت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں ان کی وضاحت کریں اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کی حکمت ذکر کریں؟

جواب: اس کی حکمت یہ ہے کہ تا کہ معلوم ہو جائے کہ گناہ کرنا بڑا برا ہے اور اس سے آپ کی اولاد اپنے آپ کو بچائے نیز اس میں اور بھی حکمتیں ہیں اس آیت سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں کہ جنت پیدا ہو چکی ہے اور وہ جہت عالیہ میں ہے نیز توبہ قبول ہوتی ہے ہدایت کی پیروی کرنے والا آگ کے دائمی عذاب سے محفوظ رہے گا اور کافر اس میں ہمیشہ رہے گا اور غیر کافر اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

سوال نمبر ۳۱۶: یبنی اسرائیل الآیة کے لیے بنیادی امور جو مفسر علیہ الرحمۃ نے ذکر کیے ان کی وضاحت کیجئے یعنی یہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیوں کیا گیا؟

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: پہلے اللہ عزوجل نے توحید نبوت اور معاد کے دلائل ذکر فرمائے اور ان کی تاکید کے لیے مختلف نعمتوں کا ذکر اس کے بعد فرمایا کیونکہ وہ نعمتیں اس حیثیت سے کہ حادث ہیں محکم ہیں محدث (وجود میں لانے والے) حکیم پر دلالت کرتی ہیں جس کے لیے خلق وامر ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اور اس حیثیت سے کہ ان کی خبر دینا جیسا کہ پہلی کتابوں میں بھی یہ ثابت شدہ ہے اس آدمی کی طرف سے جس نے ان کو نہ تو سیکھا اور نہ ان کی ممارست پیدا کی تو یہ غیب کی خبریں ہیں اور معجز ہیں اور مخبر عنھا کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اور یہ نعمتیں اس حیثیت سے کہ انسان اور اس کے آباؤاجداد کی تخلیق کو شامل ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ پر قادر ہے جس طرح کہ ان کو وجود میں لانے پر قادر ہے۔ اب بنی اسرائیل میں سے اہل علم واہل کتب کو خطاب فرمایا اور حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ان پر ہیں انہیں یاد کریں حق کی اتباع اور دلائل کی پیروی میں اپنے وعدے کو پورا کریں تاکہ وہ پہلے حضرات ہو جائیں جو نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے۔

سوال نمبر ۱۳۷: لفظ ابن کا ماخذ اور معنوی مطابقت بیان کیجیے نیز اسرائیل کون ہیں اس لفظ کا معنی کیا ہے نیز اس کی لغت کے بارے میں مختلف اقوال پر روشنی ڈالیں؟

جواب: ابن' بناء سے بنا ہے اور چونکہ یہ اپنے باپ کا مبنی (یعنی باپ اس کی بنیاد ہے) ہوتا ہے اس لیے اسے ابن کہتے ہیں۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے عبرانی زبان میں اس کا معنی صفوۃ اللہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی عبداللہ ہے ایک قراءت میں اسے اسرائل (یاء کو حذف کرکے) پڑھا گیا ہے اور ایک قراءت میں اسرال (یاء اور ہمزہ دونوں کو حذف کرکے) پڑھا گیا ہے اور ایک قراءت میں اسرائیل (ہمزہ کو یاء سے بدل کر) پڑھا گیا ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۳۱۸: بنی اسرائیل کو نعمتیں کیوں یاد دلائیں نیز یاد کرنے سے کیا مراد ہے اور اس سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے کے یہودی ہیں یا ان کے آباؤ اجداد؟

جواب: نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب ان میں غور و فکر کرنا' اور ان کا شکر ادا کرنا ہے اور ان کو نعمتیں اس لیے یاد دلائی گئیں کہ انسان طبعاً غیرت و حسد والا ہے تو جب وہ غیر کو دیکھتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دیں ہیں تو غیرت اور حسد اسے ناشکری پر برانگیختہ کرتی ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمتیں دی ہیں تو نعمت کی محبت اسے رضاء اور شکر پر ابھارے گی لہذا نعمتوں کا ان کے ساتھ تقید اسی وجہ سے ہے کہ وہ شکر ادا کریں ناشکری نہ کریں اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایمان لے آئیں اور عمل صالح کریں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ان کے آباؤ اجداد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون اور غرق ہونے سے بچا کر اور بچھڑے کی پوجا کو معاف فرما کر انعام فرمایا اور اس سے آپ ﷺ کے زمانے کے یہودی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ پالیا اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳۱۹: اذکروا اور نعمتی کو اور کس طریقے سے پڑھا جاتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سلسلے میں کیا لکھا ہے؟

جواب: اذکروا کو ایک قراءت میں اِذِکرُوْا پڑھا گیا ہے اصل میں اذتکروا بروزن افتعلوا تھا چونکہ فاء کلمہ میں ذال واقع ہوئی تو تائے افتعال کو دال کیا اور اسی مناسبت سے ذال کو بھی دال کیا پھر دونوں دالوں کا ادغام کیا تو اِدّکرُوْا ہو گیا۔ اور نعمتی ایک قراءت یاء کے سکون کے ساتھ پڑھی گئی ہے حالت وقف میں اور ملا کر یاء کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا کر پڑھا گیا ہے۔ اور یہ ان نحویوں کا مذہب ہے جو یاء ماقبل مکسور کو حرکت نہیں دیتے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۳۲۰: واوفوا بعهدی الایة دونوں جگہ لفظِ عہد کے بارے میں بتائیں کہ معاہد (اسم فاعل) کی طرف مضاف ہے یا معاہد (اسم مفعول) کی طرف نیز اللہ تعالیٰ کا عہد کیا ہے اور بنی اسرائیل کا عہد کیا ہے؟

جواب: بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ سے ایمان اور اطاعت کا عہد تھا اور اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے اچھا ثواب عطا فرمانے کا۔ عہد دونوں (معاہِد و معاہَد) کی طرف مضاف ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا ایمان اور عمل صالح کا، دلائل کو قائم فرما کر اور کتابیں اتار کر اور ان سے وعدہ فرمایا ان کی نیکیوں پر ثواب کا (اور دونوں طرف سے ایفاء عہد کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے کہ ہماری طرف سے ایفائے عہد کا پہلا مرتبہ شہادتین کے کلمے کو لانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے خون اور مال کو محفوظ کرنا ہے اور اس کا آخری درجہ ہماری طرف سے بحرِ توحید میں اس طرح غرق ہوجانا ہے کہ اپنے نفس سے بھی غافل ہوجائے کسی دوسرے کی بات تو الگ رہی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایفائے عہد کا آخری درجہ دائمی وصل کے ساتھ ہمیں کامیاب کرنا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ تم میرا وعدہ پورا کرو نبی کریم ﷺ کی اتباع کر کے میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا تم سے بوجھ اور مشقتوں وغیرہ کو اٹھا کر اور تم ایفاء کرو فرائض کی ادائیگی اور کبائر کے ترک کے ساتھ میں ایفاء فرماؤں گا مغفرت اور ثواب کے ساتھ تم ایفاء کرو صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ میں ایفاء کروں گا تمہیں عزت اور دائمی نعمت دے کر وغیرہ) بعض نے یہ کہا کہ بعهدی اور بعهدکم میں دونوں عہد مفعول کی طرف مضاف ہیں معنی یہ ہوگا کہ تم پورا کرو اس کو جو تم نے مجھ سے معاہدہ کیا ایمان اور التزام طاعت کا میں اس کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے معاہدہ فرمایا حسن اثابت (اچھا ثواب عطا کرنے) کا۔

سوال نمبر ۳۲۱: وایای فارهبون میں ایاك نعبد کی نسبت زیادہ تاکید ہے اس کی وجہ

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بیان کریں اور فاء جزائیہ کیوں لائی گئی جب کہ شرط مذکور نہیں؟

جواب: اس میں ایاك نعبد کی نسبت زیادہ تاکید اس لیے ہے کہ اس میں ایک تو مفعول (ایـــاى) مقدم ہے جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں مفعول کا تکرار (فارھبون میں نون یعنی فـارھبونی ہے) جب کہ ایاك نعبد میں فقط تقدیم مفعول ہے۔ یہ کلام چونکہ شرط کے معنی کو متضمن ہے گویا کہ کہا گیا ان کـنتـم راھبین شیئا لہذا فارھبون پر فاء لے آئے کیونکہ یہ جزاء کی طرح ہے۔

سوال نمبر ۳۲۲: وآمنوا بماانزلت مصدقا لما معکم الخ ایمان کا الگ ذکر کیوں کیا اور قرآن مجید کس اعتبار سے پہلی کتابوں کا مصدّق ہے تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: اس لیے کہ ایمان مقصود ہے کہ اور تمام وعدوں کو پورے کرنے میں سے ایمان کے وعدے کو پورا کرنا اہم ترین ہے اس لیے حکم دے کر اور اس پر ابھار کر اسے الگ لایا گیا۔ قرآن مجید پہلی کتابوں کا مصدّق اس طرح ہے اس میں ویسے ہی بیان کیا گیا جس طرح کہ پہلی کتابوں میں اس کی صفت بیان کی گئی یا قرآن مجید پہلی کتابوں کے موافق ہے قصص، مواعید (وعدے) توحید کی طرف بلانے، عبادت کا حکم دینے لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے گناہوں اور فواحش سے روکنے میں۔ البتہ یہ پہلی کتابوں کے احکام کے بعض جزئیات کے مخالف ہے اور یہ زمانے کی مصلحت کے پیش نظر ہے اور جن سے جس زمانے میں خطاب ہوا اس وقت کی رعایت کی جاتی ہے لہذا اس میں بھی کی گئی۔

سوال نمبر ۳۲۳: قرآن مجید اور پہلی کتابوں میں احکام کے اعتبار سے جزوی تفاوت کیوں ہے اور اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: یہ تفاوت زمانے کی مصلحتوں اور وقت کے تقاضوں کی بنا پر ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر پہلی کتابیں اس زمانے میں نازل ہوتیں تو یقیناً وہ قرآن مجید کے موافق نازل

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہوتیں (ان بعض جزوی احکام میں ورنہ تو ان کتابوں میں اصل کے اعتبار سے موافقت ہے) اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ترجمہ: "اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری ہی اتباع کرنی پڑتی"

اس سے معلوم ہوا کہ کتب متقدمہ کی اتباع قرآن مجید پر ایمان لانے کے منافی نہیں بلکہ اس پر ایمان لانے کو واجب کرتی ہے۔

سوال نمبر ۲۲۴: بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ وہ پہلے کافر نہ بنیں اس ضمن میں مصنف کی تقریر نیز مشرکین کے حوالے سے اعتراض و جواب کی وضاحت کیجئے؟

جواب: پہلے کافر نہ بننے سے مراد یہ ہے کہ تم پر ضروری ہے کہ تم اس پر پہلے ایمان لاؤ کیونکہ تم نے آپ ﷺ کے معجزات کو دیکھا اور آپ کی شان کا تمہیں (بنی اسرائیل کو) علم ہے اور تم آپ کے نام سے فتح طلب کرتے تھے اور آپ کے زمانے کی خوشخبری دیتے تھے اول کافر ضمیر جمع (لاتکونوا) کی خبر واقع ہو رہا ہے اور یہ اول فریق یا اول فوج کی تقدیر کے ساتھ ہوگا یا یہ تاویل ہوگی کہ تم میں سے کوئی بھی اس کا پہلا کافر نہ ہو جس طرح کہا جائے کسانا حلۃ اس نے ہمیں پوشاک پہنائی تو اس میں بھی کل واحد مراد ہیں۔

اعتراض: کسی شے سے شرعاً تب روکا جاتا ہے جب اس سے رکنا ممکن ہو جب کہ یہاں ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں پہلے کافر مشرکین عرب تھے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو نضیر و قریظہ کے یہودیوں نے پھر آپ کا کفر کیا اور باقی یہودیوں نے بھی ان کی اتباع کی تو یہ پہلے کافر تو نہ ہوئے چہ جائے کہ ان کو تقدم فی الکفر سے روکا جائے۔

جواب: یہاں نہی کی صورت میں جو کلام لایا گیا ہے اس سے مراد معنی حقیقی نہیں اور معنی حقیقی مراد ہونے کی صورت میں آپ کا اعتراض وارد ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد تعریض ہے (یعنی

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

کلام (ایک طرف مائل کرنا) اور تعریض اس طرح ہے کہ ولاتکونوا اول کافر سے مراد یہ ہے کہ ضروری ہے کہ تم ان پر پہلے ایمان لانے والے ہو جاؤ کیونکہ تم ان کو پہچانتے ہو اور ان کی صفت کو بھی پہچانتے ہو کیونکہ دونوں چیزیں تورات میں مذکور ہیں اور اگر یہ مان لیں کہ یہاں آیت کا ظاہری معنی مراد ہے تو اب آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب میں سے تم اس کے پہلے کافر نہ ہو جاؤ یا ان میں سے پہلے کافر نہ ہو جاؤ جو قرآن کے منکر ہوئے کیونکہ جس نے قرآن کا انکار کیا اس نے اس کا انکار کیا جس کی قرآن کریم تصدیق کر رہا ہے یا یہ مراد ہے کہ ان آدمیوں کی طرح اول کافر نہ ہو جاؤ جو مشرکین مکہ میں سے اول کافر ہوئے۔

سوال نمبر ۳۲۵: لفظ اول کے بارے میں مصنف کی تحقیق سپرد قلم کریں؟

جواب: لفظ اول افعل کے وزن پر ہے اس کا کوئی فعل نہیں بعض نے کہا کہ اس کی اصل اَوْءَلُ ہے جو کہ وَأَلَ سے ماخوذ ہے پھر اس کے ہمزے کو خلاف قیاس تخفیف کے لیے واؤ سے بدل دیا پھر واؤ کا واؤ میں ادغام کیا تو اول ہو گیا بعض نے کہا اس کی اصل أءول تھی جو کہ آل سے ہے پھر دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا اور پھر واؤ میں ادغام کر دیا گیا تو اول ہو گیا۔

سوال نمبر ۳۲۶: ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا: مفسر علیہ الرحمۃ نے خریدنے کو بدلنے سے تعبیر کیا اس کی وجہ کیا ہے نیز ثمن کے ساتھ قلیل کی صفت سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ زیادہ قیمت پر آیات بدلنا جائز ہے آپ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: پہلے یہ بات بیان ہو چکی کہ اشتراء اصل میں بذل الثمن لتحصیل ما یطلب من العیان (ثمن کو خرچ کرنا اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے جو اعیان میں سے طلب کی جاتی ہے) ہے اس لیے ضروری ہے کہ عوضین مال متقوم ہوں یہاں عوضین مال ہی نہیں چہ جائے کہ مال متقوم ہوں لہذا یہاں کلام حقیقت پر نہیں بلکہ بطور استعارہ ہے کہ جو

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

چیز ان کے ہاتھ میں تھی یعنی آیات پر ایمان اس کو انہوں نے خرچ کر دیا اور اس سے اعراض کر کے دنیا کے مال و دولت کو حاصل کیا اس کو تشبیہ دی گئی مبیع کو ثمن خرچ کر کے حاصل کرنے کے ساتھ پھر لفظ اشتراء استبدال کے لیے مستعار لیا گیا۔ قلیل کی صفت سے یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ثمن اگر زیادہ بھی ہوں تو پھر بھی آخرت کے حصوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے قلیل اور گھٹیا ہیں۔

سوال نمبر ۳۲۷: رسول اکرم رحمت دو عالم ﷺ کی اتباع سے ان لوگوں کو رکاوٹ کیوں ہوئی اس سلسلے میں مصنف کے بیان کردہ اقوال کی وضاحت کریں؟

جواب: بعض نے کہا کہ ان کی اپنی قوم میں سرداری تھی اور ان سے تحفے تحائف ملتے تھے اب انہیں خوف ہوا کہ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی تو یہ چیزیں ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ لہذا انہوں اس سرداری و تحائف کو اتباع پر ترجیح دی۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ رشوت لیتے تھے پھر حق کو بدل دیتے اور اس کو چھپاتے اب انہیں خوف ہوا کہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی صورت میں وہ ان چیزوں سے محروم ہو جائیں گے۔ یہی چیز ایمان لانے میں ان کے لیے بڑی رکاوٹ تھی۔

سوال نمبر ۳۲۸: تقویٰ کے لیے کن امور کو اختیار کرنے کے ساتھ تفسیر کی گئی نیز رھبة اور تقویٰ میں کیا فرق ہے؟ نیز رھبة کو پہلے اور تقویٰ کو بعد میں لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ایمان، اتباع حق اور دنیا سے اعراض کرنے کے ساتھ تقویٰ کی تفسیر کی گئی۔ پہلی آیت (یا بنی اسرائیل الی فارھبون) ان چیزوں پر مشتمل ہے جو مبادی کی طرح ہیں ان چیزوں کے لیے جو دوسری آیت (وامنوا بما انزلت الی فاتقون) میں ہیں اس لیے پہلے رھبة کو اور پھر بعد میں تقوی کو لایا گیا نیز پہلی آیت میں خطاب ہر عالم و مقلد کو شامل ہے اس لیے اس میں رھبة کا حکم دیا گیا کیونکہ رھبة سلوک کی ابتداء ہے اور دوسری

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

آیت میں خطاب اہل علم کے ساتھ خاص ہے اس لیے ان کو تقوی کا حکم دیا گیا جو کہ سلوک کی انتہاء ہے اس سے تقوی اور رھبۃ میں فرق معلوم ہو گیا۔

سوال نمبر ۳۲۹: حق کو باطل کے ساتھ ملانے کا کیا مطلب ہے اور تکتموا مجزوم ہے یا منصوب دونوں صورتوں میں لفظی اور معنوی وضاحت کریں؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حق نازل ہوا اس کو اس باطل کے ساتھ نہ ملاؤ جس کو تم اپنی طرف سے گھڑتے ہو اور چھپاتے ہو تا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تمیز نہ رہے یا یہ مطلب ہے کہ تم حق کو باطل میں خلط ملط کرنے سے ملتبس نہ کرو وہ باطل جس کو تم حق کے درمیان لکھتے ہو یا وہ باطل جس کا ذکر تم حق کی تاویل میں کرتے ہو۔ تکتموا جب مجزوم مانا جائے تو اس صورت میں نہی کے حکم میں داخل ہوگا (وہ نہی جو لا تلبسوا میں ہے) تو گویا کہ انہیں ایمان لانے اور گمراہی چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور گمراہ کرنے سے منع کیا گیا وہ اس طرح گمراہ کرتے تھے کہ جس نے حق کو سنا ہو اس کو دھوکا دے کر حق اور باطل کو ملتبس کر دیتے اور جس نے حق کو نہیں سنا اس سے حق چھپائے رکھتے۔

یا تکتموا منصوب ہے اس صورت میں یہ اَن کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اس بنا پر کہ و تکتموا میں واؤ جمع کے لیے ہوگی معنی یہ ہوگا کہ تم نہ جمع کرو حق کو باطل کے ساتھ ملانے اور اس کو چھپانے کو اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں و تکتمون ہے اور مبتدا محذوف ہوگا اور تقدیر عبارت وانتم تکتمون ہوگی اور یہ حال ہوگا کاتمین کے معنی میں اور چونکہ حال اور ذوالحال کے عامل میں مقارنت ہوتی ہے لہذا یہاں بھی جمعیت والا معنی پایا جائے گا کہ لبس حق بالباطل اور کتمان الحق کو جمع نہ کرو۔

سوال نمبر ۳۳۰: واقیموا الصلوۃ الخ کی روشنی میں بتائیں کہ کیا کفار کو شرائع اسلام کا

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

خطاب ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو یہاں کیوں ہوا؟ تفصیلی جواب مطلوب ہے؟

جواب: علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ کے کلام کے مطابق کفار کو شرائع اسلام کا خطاب ہوتا ہے لیکن تقدیم ایمان کے ساتھ کہ پہلے ایمان لاؤ پھر نماز ادا کرو۔ اور اسی کی طرف امام شافعی رحمہ اللہ اور عراقی گئے ہیں جب کہ ماوراء النہر کے مشائخ کرام رحہم اللہ کے نزدیک کفار اس کے مخاطب نہیں ہیں۔ اور یہی مذھب قاضی ابو زید شمس الائمہ فخر الاسلام رحہم اللہ کا ہے اور متاخرین کا بھی مختار ہے اور ان کے نزدیک آیت کی تاویل یہ ہوگی کہ ان (اقیموا الصلوۃ) کا معنی ہے کہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھو، ان کی تکلیف کو قبول کرو امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ جو اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ کفار کو فروع اسلام کا خطاب درست ہے۔ ان کے نزدیک اس آیت سے مراد ہوگی کہ نماز جو معروف ہے اسی طرح زکوۃ جو معروف ہے وہ ادا کرو اس طرح کہ ان کی شرائط کو پہلے لاؤ جس طرح کہ نماز میں ستر کا ڈھانپا وغیرہ اور ان کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ایمان پہلے لایا جائے تو پہلے ایمان لا کر یہ افعال ادا کرو اور جو کفار کی تکلیف بفروع اسلام کو جائز نہیں سمجھتے وہ اس آیت کی وہی تاویل کرتے ہیں جو ابھی مذکور ہوئی اعنی اعتقدوا فرضیۃ الصلوۃ

سوال نمبر ۳۲۱: زکوۃ کا لغوی معنی کیا ہے اور اصطلاحی زکوۃ میں لغوی معنی کی کیا مناسبت ہے نیز نماز کو رکوع سے کیوں تعبیر کیا اور مع الرکعین سے کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: زکوۃ زکا الزرع کے محاورے سے ماخوذ ہے یہ محاورہ تب بولا جاتا ہے جب کھیتی بڑھ جائے اور چونکہ اصطلاحی زکوۃ میں بھی زکوۃ دینے سے مال میں برکت آتی ہے اور نفس کے لیے کرم کی فضیلت حاصل ہوتی ہے اس لیے اسے زکوۃ کہتے ہیں یا یہ زکاء سے بنا ہے جس کا معنی طہارت ہے اب اصطلاحی زکوۃ کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ زکوۃ مال کو خبث سے اور نفس کو بخل سے پاک کرتی ہے اس لیے اسے زکوۃ کہتے ہیں نماز کو رکوع سے تعبیر کر کے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

یہودیوں کی نماز سے احتراز کیا گیا کیونکہ وہ رکوع ادا نہیں کرتے اور بعض نے کہا رکوع سے مراد خضوع اور اطاعت ہے اس چیز کی جس کو شارع نے لازم فرمایا اور مع الراکعین کی قید سے یہ اشارہ ملتا ہے نماز باجماعت ادا کرو کیونکہ نماز باجماعت' نمازِ منفرد پر ۲۷ درجے فضیلت رکھتی ہے کیونکہ اس میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے اور عیادت وغیرہ کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۳۲: اتامرون الناس بالبر الخ: ہمزہ کونسا ہے اور بِر کسے کہتے ہیں اس کی کون سی تین اقسام ذکر کی گئیں؟

جواب: یہ ہمزہ تقریر مع التوبیخ والتعجیب کے لیے ہے یعنی ان کا لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور اپنے آپ کو بھول جانے کو پکا کیا اس کے ساتھ ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی گئی اور تعجب کا ظاہر کیا گیا بِر خیر میں وسعت پیدا کرنے کو کہتے ہیں اور بَرّ سے ماخوذ ہے جو کہ کشادہ فضاء کو کہتے ہیں اور یہ ہر خیر کو شامل ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ بِرّ کی تین اقسام ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بِرّ

(۲) اقارب کی رعایت کرنے میں بِرّ

(۳) غیروں کے معاملات میں بِرّ

سوال نمبر ۳۳۳: وتنسون انفسکم سے افلا تعقلون تک مضمون کی وضاحت کیجئے اور اس میں یہودیوں کی مذمت کی صورت کیا ہے؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ کے یہودی علماء کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ جن کی خیر خواہی چاہتے اسے تنہائی میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے لیکن خود نبی اکرم ﷺ کی اتباع نہ کرتے اور بعض نے اس کی تفسیر میں یہ کہا کہ وہ صدقہ کا حکم دیتے تھے اور خود صدقہ نہ کرتے اور وانتم تتلون

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

الکتاب میں ان کو الزام و اسکات کیا گیا کہ حال یہ ہے کہ تم تورات پڑھتے ہو اور اس میں عناد نیکی کو چھوڑنے اور قول سے عمل کی مخالفت کرنے پر وعید ہے۔

سوال نمبر ۳۴۴: عقل کا لغوی معنی بتائیں اور انسانی عقل کی وجہ تسمیہ ذکر کریں اور بتائیں کہ اس آیت میں فاسق کو وعظ سے منع کیا گیا ہے؟

جواب: عقل کا لغوی معنی الحبس (روکنا) ہے اور ادراک انسانی کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو قبیح افعال و اقوال سے روکتی ہے اور اچھے کام کرنے پر کاربند رکھتی ہے پھر عقل اس قوت کو کہا جانے لگا جس سے نفس اس ادراک کو پاتا ہے اس آیت میں واعظ کو اپنے تزکیۂ نفس اور اس کی تکمیل کرنے پر ابھارا گیا ہے تاکہ وہ خود قائم ہو اور دوسرے کو بھی قائم کرے فاسق کو وعظ سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ وہ مامور بہ دو امروں (وعظ اور تزکیہ نفس) میں سے ایک میں خلل دوسرے میں خلل کو ثابت نہیں کرتا۔

سوال نمبر ۳۴۵: صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنے کی کیا صورت ہے نیز نماز تمام عبادات کی جامع ہے اس کی وضاحت کیجئے کیا صلوۃ سے یہاں کوئی اور بھی معنی مراد لیا گیا ہے اگر لیا گیا ہے تو وہ کیا ہے؟

جواب: صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر کامیابی اور کشادگی کے انتظار کے ذریعے مدد طلب کرو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے یا اس روزے کے ذریعے مدد طلب کرو (اپنی ضروریات پر) جو کہ مفطرات (کھانے کی حلال چیزوں سے صبر کرنا ہے کیونکہ اس میں شہوت ٹوٹ جاتی ہے اور نفس صاف ہو جاتا ہے اور نماز کے ذریعے مدد مانگنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کا وسیلہ پیش کرو اور نماز کی طرف مائل رہو۔

نماز تمام عبادات کی جامع ہے چاہے وہ نفسانیہ (نفس سے متعلق) ہوں یا بدن سے متعلق جس طرح کہ طہارت ستر عورت اور ان دونوں پر مال خرچ کرنا' کعبہ کی طرف

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

متوجہ ہونا اور عبادت کے لیے ٹھہر جانا عکوف کرنا اعضاء سے خشوع کا اظہار کرنا اور دل سے نیت کو خالص کرنا' شیطان سے جہاد کرنا حق تعالی سے مناجات کرنا' قرآنِ کریم کی قراءت کرنا اور شہادتین کو ادا کرنا نفس کو الطیبین (دو عمدہ و پاکیزہ چیزوں یعنی کھانے اور جماع) سے روکنا تو یہ تمام عبادات فقط ایک عبادت' نماز میں پائی جاتی ہیں۔ نماز سے دعا کا معنی بھی مراد لیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۳۳۶: وانها لکبیرۃ الخ میں ہاء ضمیر کا مرجع کیا ہے کبیرہ سے کیا مراد ہے اور خاشعین کی استثناء کی وجہ کیا ہے؟

جواب: انها میں ہائے ضمیر کا مرجع یا صبر اور الصلوۃ دونوں ہیں من حیث المفرد یا اس کا مرجع الصلوۃ ہے اور ضمیر صرف اس کی طرف اس لیے لوٹائی گئی کہ ایک تو اس کی شان عظیم ہے اور دوسرا یہ کہ نماز' صبر کی تمام اقسام کو شامل ہے یا اسکا مرجع وہ تمام اشیاء ہیں جن کا پہلے حکم دیا گیا اور جن سے روکا گیا۔ کبیرۃ سے مراد ثقیلۃ (بھاری) اور شاقۃ (مشقت والی) ہے خاشعین کی استثناء کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نفوس ان کاموں کے بدلے میں ملنے والے اجر کی وجہ سے ان پر راضی ہیں اس لیے اس میں وہ مشقت محسوس نہیں کرتے اور اس وجہ سے وہ تھکا دینے والی عبادتوں میں بھی لذت محسوس کرتے ہیں اسی وجہ سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے)

سوال نمبر ۳۳۷: خاشعین کا وہ وصف جو قرآن مجید نے بیان کیا اس کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ قرآنِ مجید نے لفظِ ظن ذکر کیا حالانکہ یہ مقام یقینی ہے؟

جواب: خاشعین خشوع سے بنا ہے جس کا معنی الاخبات (سر جھکانا) ہے اور پست زمین کو بھی خشعۃ کہتے ہیں خشوع کا تعلق جوارح (اعضاء) سے ہے کیونکہ جھکنا اعضاء کی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

صفت ہے اور خضوع کا دل سے تعلق ہے کیونکہ خضوع بات ماننے اور نرمی کو کہتے ہیں یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے اس کی تائید مصحف ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوتی ہے کہ اس میں یظنون کی جگہ یعلمون ہے اور علم یقین کے لیے آتا ہے۔ اسی طرح اوس بن حجر شاعر نے کہا فارسلته مستيقن الظن انه تو یہاں بھی ظن پر یقین کا اطلاق کیا۔

سوال نمبر ۲۳۸: دوبارہ بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانے میں کیا حکمت ہے نیز بنی اسرائیل کی العالمین پر فضیلت سے کیا مراد ہے اور کیا اس سے انسان کا فرشتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا؟

جواب: اس میں ایک تو تاکید ہے اور دوسرا یہ کہ ان کو تفضیل (فضیلت دینے) کی نعمت یاد دلائی گئی جو کہ نعمتوں سے اجل ہے بنی اسرائیل کی العالمین پر فضیلت سے مراد ان کے زمانہ کے عالمین ہیں اور اس سے مراد ان کے آباؤ اجداد کی تفضیل ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے انہوں اللہ تعالیٰ کی عطاء (ایمان اور عمل صالح) کو بدل دیا حتی کہ اور اللہ عزوجل نے ان میں سے انبیاء اور بادشاہ بنائے بعض نے یہ کہا کہ عالمین میں چونکہ فرشتے بھی ہیں اس لیے بشر کی تفضیل فرشتوں پر ثابت ہوتی ہے لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ یہ استدلال ضعیف ہے (ہمارے مذہب میں انبیاء علیہم السلام کو جملہ ملائکہ پر فضیلت ہے اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے اور عام مؤمنین عام فرشتوں سے افضل ہیں)

سوال نمبر ۲۳۹: لا تجزی الخ کا نحوی مقام بیان کریں اور اس لفظ کا مادۂ اشتقاق ذکر کریں؟

جواب: لا تجزی الخ یوما کی صفت ہے اس آیت میں شیئا مصدر (مفعول مطلق) ہونے کی بناء پر منصوب ہے لا تجزی کا مادۂ اشتقاق جزاء ہے اس جملے میں عائد محذوف ہے تقدیر عبارت لا تجزی فیه ہے اور جو عائد مجرور کو محذوف کرنا جائز نہیں سمجھتے ان کے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نزدیک اس میں وسعت پیدا کی گئی پھر فــــی جار کو حذف کر دیا گیا اور ضمیر کو مفعول بہ کے قائم مقام کر دیا گیا۔

سوال نمبر ۳۴۰: دفع عذاب کے لیے کتنی اور کون کونسی صورتوں کا احتمال ہوتا ہے حصر کے انداز میں ذکر کر کے اس آیت کے ساتھ ان کی موافقت بتائیں؟

جواب: دفع عذاب کی چار صورتیں ہیں کہ: دفع عذاب یا تو قہر (غلبے) کے ساتھ ہوگا یا قہر کے علاوہ کے ساتھ پہلی صورت میں مدد کہلائے گی دوسری صورت میں پھر دو حال سے خالی نہیں کہ وہ مفت ہوگی یا نہیں پہلی صورت میں وہ شفاعت وسفارش ہوگی اور دوسری صورت پھر دو حال سے خالی نہیں کہ جو اس پر لازم تھا وہ اس کو ادا کر دے گا یا نہیں پہلی صورت میں جزا اور دوسری صورت میں عدل (فدیہ) ہے اور ان میں کوئی صورت نہ ہوگی کہ وہ کسی کی طرف سے بدلہ بنے نہ اس سے شفاعت قبول کی جائے گی نہ اس سے معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

سوال نمبر ۳۴۱: شفاعت کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور کیا اس آیت سے شفاعت کی نفی نہیں ہو رہی نیز نفس کی طرف جمع مذکر کی ضمیر کیسے راجع ہوئی؟

جواب: شفاعت شفع سے بنا ہے جس کا معنی ملانا ہے اب شفاعت کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ مشفوع لہ پہلے اکیلا تھا شفیع نے اسے اپنے ساتھ ملا کر جوڑا بنا دیا یہ آیت کفار کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ خطاب کفار سے ہے رہی بات مسلمانوں کی شفاعت کی تو اس کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ کثیر آیات واحادیث شفاعت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ نفس نکرہ ہے اور چونکہ یہ سیاق نفی کے تحت داخل ہے اس لیے عموم کا مقتضی ہے اور نفوس کثیرہ کو شامل ہوگا اور اس لیے جمع کی ضمیر ھــم راجع کی گئی اور مذکر اس لیے لائی گئی کہ نفس عباد یا اناس کے معنی میں ہے اور یہ مذکر ہیں لہذا ضمیر بھی مذکر کی راجع کی گئی۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۴۲: واذ نجینٰکم الخ : میں مختلف قراءتوں کی وضاحت کریں ماقبل سے تعلق بتائیں نیز آل اور اھل کا فرق واضح کرتے ہوئے یہ بھی بتائیں کہ فرعون کا لغوی معنی کیا ہے اور یہ کس ملک کے بادشاہوں کا لقب تھا اور اس فرعون کا کیا نام تھا؟

جواب: یہ ماقبل کے اجمال کی تفصیل ہے اور نعمتی پر اسکا عطف 'عطف الخاص علی العام' کے قبیلے سے ہے ایک قراءت میں اسے اَنْجَیْتُکُمْ اور دوسری میں نَجَّیْتُکُمْ پڑھا گیا ہے۔ آل کا استعمال ان حضرات کے ساتھ خاص ہے جن کا مرتبہ بلند ہو چاہے دنیوی اعتبار سے جیسے آل فرعون یا اخروی اعتبار سے جیسے آل ابراہیم علیہ السلام۔ فرعون تفرعن الرجل سے بنا ہے اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی سرکش اور ظلم کرنے والا بن جائے اس فرعون کا نام مصعب بن ریان تھا بعض نے کہا کہ وہ فرعون اس کا بیٹا ولید تھا (یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل فرعون تھا) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلے میں ریان فرعون تھا۔

سوال نمبر ۲۴۳: سوء العذاب لفظ سوء کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق ذکر کریں منصوب ہونے کی وجہ بیان کریں اور بتائیں کہ یہ جملہ حال ہے تو ذوالحال کیا ہے؟

جواب: سوء' ساء یسوء کا مصدر ہے اور یہ یسومونکم کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور سوء کا اصطلاحی معنی (شدید برا ہے جو شدت و برائی کی حدوں کو تجاوز کر جائے) اور یہ جملہ نجیناکم کی کم ضمیر سے حال ہے یا آل فرعون سے حال ہے یا دونوں سے کیونکہ اس میں ضمیر دونوں کی طرف علی الافراد راجع ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۴۴: یذبحون ابناءکم الخ پچھلے جملے کے ساتھ تعلق بیان کریں اور بنی اسرائیل کے بیٹوں کو فرعون کیوں ذبح کرتے تھے وجہ بیان کریں؟

جواب: یہ یسومونکم کا بیان ہے اس وجہ سے اس کا عطف اس پر نہیں کیا گیا فرعون ابناء

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بنی اسرائیل کو اس لیے ذبح کرتے تھے کہ فرعون نے خواب میں دیکھا یا کاہنوں نے اسے کہا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ فرعون کی حکومت ختم کردے گا۔(فلم یرد اجتهادهم من قدر الله تعالى شيئا) لیکن انکی کوشش اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل نہ سکی۔

سوال نمبر ۲۴۵: بلاء من ربكم الخ بلاء کے دو معنی کون کونسے ہیں یہاں کونسا معنی مراد ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں کی گئی اور اس کی عظمت کس وجہ سے ہے؟

جواب: اگر ذلکم سے اشارہ ان کے فعل کی طرف ہو تو بلاء سے مراد محنت ہوگی اور اگر اس سے اشارہ انجاء کی طرف ہو تو اس سے مراد نعمت ہوگی۔ اور یہاں یہ دونوں معانی مراد ہو سکتے ہیں اور بلاء کا لغوی معنی اختبار (آزمائش) ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی محنت کے ساتھ اور کبھی عطاء کے ساتھ آزماتا ہے اس لیے ان دونوں پر بلاء کے لفظ کا اطلاق کردیا گیا۔ نیز آیت میں ممکن ہے کہ ذلکم میں اشارہ دونوں (انجاء و فعل) کی طرف ہو اس صورت میں بلاء سے امتحان مراد ہوگا جو کہ عطاء و محنت کو شامل ہے۔ بلاء کی صفت عظیم کے ساتھ لائی گئی کہ یہ عطیہ بہت عظمت والا تھا کہ اس سے ان کو نجات مل گئی۔

سوال نمبر ۲۴۶: دریا کے پھٹ جانے اور بنی اسرائیل کی نجات پر آل فرعون کے غرق ہونے کا واقع ذکر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ دریا کے پھٹنے کی صورت کیا تھی اور انتم تنظرون میں کس بات کی اشارہ ہے؟

جواب: چونکہ آل فرعون بنی اسرائیل پر ظلم کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا اور ان کو دریا کے کنارے پر پایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا مبارک پانی پر ماریں چنانچہ اس سے دریا میں بارہ خشک راستے پید ہوگئے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اور وہ اس پر چلنے لگے انہوں نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ ہم میں سے بعض ہلاک ہو جائیں اور ہمیں پتہ بھی نہ چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کے درمیان پانی کی کھڑی دیواروں میں کھڑکیاں بنادیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں اس طرح وہ دوسرے کنارے پر پہنچ آ گئے۔

جب فرعون اور اس کے ساتھی وہاں پہنچے اور انہوں نے دریا میں راستہ دیکھا تو اس میں داخل ہو گئے لیکن پانی نے ان کو آلیا اور وہ ڈوب گئے۔

یہ واقعہ ایک طرف بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھا تو دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق بھی تھی۔

وانتم تنظرون میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم فرعونیوں کو غرق ہوتا یا ان پر راستوں کو بند ہوتا دیکھ رہے تھے یا تمام واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا یہ کہ جب سمندر نے ان کے جسموں کو کنارے پر پھینکا تو تم اسے دیکھ رہے تھے۔

سوال نمبر ۲۴۷: امام بیضاوی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بنی اسرائیل پر سب سے بڑی نعمت قرار دیا اس کی وجہ بتائیں۔ اور اس واقع کے بعد بچھڑے کی پوجا کرنے کے پیش نظر امام بیضاوی رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی امت کو ان سے بہتر قرار دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ واقعہ اس اعتبار سے بنی اسرائیل پر بڑی نعمت قرار دیا گیا کہ اس میں ایسی نشانیاں تھیں جن سے حکمت والے صانع کے وجود کا علم حاصل ہوتا ہے نیز اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بھی تھی حضرت امام بیضاوی فرماتے ہیں ان لوگوں نے جو دیکھا وہ محسوسات میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ کے معجزات نظریہ ہیں جن کو ذہین اور عقلمند لوگ ہی سمجھ سکتے تھے لیکن اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی امت نے آپ کی اتباع کی لیکن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہری طور پر

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نہ دیکھیں ایمان نہیں لائیں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ امت محمد یہ ﷺ ان سے بہتر امت ہے۔

سوال نمبر ۳۴۸: واذ واعدنا الخ ایک قراءت وعدنا ہے دونوں میں کیا فرق ہے نیز یہ واقعہ کونسے مہینوں میں ہوا اور ان کو راتوں سے کیوں تعبیر کیا؟

جواب: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب وہ لوگ مصر کی طرف لوٹے اور فرعون ہلاک ہو چکا تھا ابن کثیر، نافع، عاصم، ابن عامر، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے واعدنا پڑھا لیکن دونوں طرف سے وعدہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وحی کا وعدہ فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر حاضر ہونے کا وعدہ کیا، یہ وعدہ ذی قعدہ کا مکمل مہینہ اور ذوالحج کے دس دن تھے اور اسے چالیس راتوں سے تعبیر کیا کیونکہ مہینوں کا آغاز راتوں سے ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۳۴۹: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب، اور فرقان عطا کی گئی دونوں میں فرق کے بارے میں اقوال بیان کیجئے؟

جواب: یہاں پانچ قول ہیں

(۱) ایک قول یہ ہے کہ تورات کو بھی کتاب کہا گیا اور اسے ہی فرقان فرمایا کیونکہ وہ حجت تھی جو حق و باطل میں فرق کرتی تھی۔

(۲) دوسرے قول کے مطابق کتاب سے تورات اور فرقان سے معجزات مراد ہیں کیونکہ ان سے اہل حق اور جھوٹے لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے کفر و ایمان میں امتیاز ہوتا ہے جو مانتا ہے وہ مومن اور جو نہیں مانتا وہ کافر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ فرقان سے شریعت مراد ہے جو حلال و حرام میں فرق کرتی ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

(۵) پانچویں قول کے مطابق فرقان سے مدد مراد ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے دشمنوں میں تفریق کردی جس طرح یوم بدر کو یوم الفرقان کہا گیا۔

سوال نمبر ۳۵۰: ''بارئ'' پیدا کرنے والے کو کیا کہتے ہیں اس کی لغوی اصطلاحی تحقیق پیش کریں؟

جواب: برئ کا معنی کسی چیز کا دوسری چیز سے الگ ہونا ہے جس طرح ''برئ المریض من مرضه'' یا'' برئ المدیون من دینه '' یا یہ علیحدگی اشیاء کے طور پر بھی ہوتی ہے۔ جیسے '' برأ الله ادم من الطین'' اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو یوں پیدا کیا کہ اس میں تفاوت نہیں البتہ صورتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز رکھا اس لیے اسے باریٔ کہا جاتا ہے اور یہ لفظ'لفظ خالق سے اخص ہے۔

سوال نمبر ۳۵۱: بنی اسرائیل کو توبہ کے طور پر قتل کا حکم دیا اس سے کیا مراد ہے تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: (۱) خواہشات کو مارنا مراد ہے جیسا کہ کہا گیا '' من لم یعذب نفسه لم ینعمها ومن لم یقتلها لم یحیها'' جو شخص اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالتا اسے عیش حاصل نہیں ہوتا اور جو آدمی اپنے نفس کو قتل نہیں کرتا وہ اسے زندہ نہیں رکھتا تو یہاں قتل سے خواہشات کا قلع قمع کرنا مراد ہے۔

(۲) ایک قول یہ ہیکہ ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ایک دوسرے کو قتل کریں (اس شریعت میں بطور توبہ یہ عمل جائز رکھا گیا)

(۳) جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی ان کو حکم ہوا کہ وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۳۵۲: اس قتل کا ان کے لیے بہتر ہونا کس بنیاد پر ہے نیز توبہ کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "فتاب علیکم" حالانکہ توبہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ بھی بتائیے کہ اس ترکیب کلام میں کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: اس عمل کی بہتری اس اعتبار سے ہے کہ یہ شرک سے پاکیزگی اور ابدی زندگی کا ذریعہ ہے "فتاب علیکم" یا تو محذوف سے متعلق ہے اگر اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قرار دیا جائے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی "ان فعلتم ما امرتم فتاب علیکم" اگر تم وہ کام کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔

اور اگر اللہ کی طرف سے خطاب ہو تو محذوف پر عطف ہوگا گویا فرمایا "ففعلتم ما امرتم به فتاب علیکم بارئکم" پس تم نے مامور بہ پر عمل کیا تو تمہارے پیدا کرنے والے نے تمہاری توبہ قبول کی۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ انتہائی جہالت کو پہنچ گئے تھے حتی کہ اپنے خالق کی عبادت چھوڑ دی جو حکمت والی ذات ہے اور اس کے غیر کی پوجا شروع کر دی اور جو شخص اپنے منعم کے حق کو نہ پہچانے وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس سے زندگی واپس لی جائے اس لیے ان کو قتل کا حکم دیا۔

سوال نمبر ۳۵۳: لفظ جہر کے حوالے سے مفسر علیہ الرحمہ کی تحقیق ذکر کریں اور کن لوگوں نے کہا تھا کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو جہرتاً نہ دیکھ لیں اور جس بات پر ایمان لانا تھا وہ کیا ہے؟

جواب: جہرۃ کا معنی واضح طور پر دیکھنا ہے لفظ جہرۃ مصدر ہے کہا جاتا ہے "جہرت بالقرأۃ" میں نے بلند آواز سے قراءت کی یعنی واضح اور ظاہر۔ بطور مجاز دیکھنے کے معنی میں مستعمل ہے اس کا نصب مصدر (مفعول مطلق) یا حال ہونے کی وجہ سے ہے حال فاعل

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سے ہوگا یا مفعول سے جَھرۃ ہاء پر فتح کے ساتھ جاھر کی جمع کے طور پر پڑھا گیا اس صورت میں یہ حال ہوگا۔ اس بات کے قائل وہ ستر افراد تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کے لیے منتخب کیا یہ بھی کہا گیا کہ آپ کی قوم کے دس ہزار افراد تھے۔

جس چیز پر ایمان سے انہوں نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے مشروط کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے آپ کو تورات دی اور آپ سے کلام کیا یا آپ کی نبوت پر ایمان لانا مراد ہے۔

سوال نمبر ۳۵۴: بنی اسرائیل کو کڑک نے آلیا اس کی وجہ ان کا ایک مطالبہ تھا جو محال ہے وہ کیا مطالبہ تھا اور کیا دیدار خداوندی ممکن ہے نیز صاعقۃ کے حوالے سے دوسرے احتمال ہوں تو وہ بھی بتائیں؟

جواب: ان لوگوں کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھیں جس طرح جسموں کو کسی جہت میں دیکھا جاتا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو جسموں کے مشابہ قرار دیا لیکن یہ بات محال ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ کو کسی کیفیت کے بغیر دیکھنا ممکن ہے جو مومنوں کو آخرت میں حاصل ہوگا اور انبیاء کرام میں سے بعض کو دنیا میں بعض حالتوں میں یہ شرف حاصل ہوا۔

صاعقۃ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آسمان سے آگ آئی اور اس نے ان کو جلا دیا یہ بھی کہا گیا کہ ایک چیخ تھی کسی نے کہا وہ ایک لشکر تھا جن کی آہٹ سن کر وہ بیہوش ہو گئے اور ایک دن رات بیہوش رہے۔

سوال نمبر ۳۵۵: ثم بعثنکم من بعد موتکم الخ: موت کی قید کیوں ہے اور لعلکم تشکرون میں کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ جب بعثت موت کے بعد ہوتی ہے تو موت کی قید کیوں ہے تو اس

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

میں یہ بتایا گیا کہ جس طرح موت کے بعد اٹھنا ہے اسی طرح نینداور بیہوش ہونے کے بعد بھی بعثت ہوتی ہے اگر موت کی قید نہ ہوتی تو پتہ نہ چلتا کہ وہ مر گئے تھے یا بیہوش ہوئے تھے یا سو گئے تھے۔

لعلکم تشکرون میں موت کے بعد اٹھنے کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ایک نعمت ہے یا جس نعمت کا تم نے انکار کیا اس نعمت پر تشکر کرو۔

سوال نمبر۲۵۶: وظللنا الخ کا پس منظر بتائیں نیز من اور سلویٰ کیا ہے اور ما ظلمونا میں کس ظلم کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: جب بنی اسرائیل نے قوم عمالقہ سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا تو وہ چالیس سال میدان تیہ میں بھٹکتے رہے وہاں کوئی رہائش گاہ نہ تھی تو ان پر بادلوں کا سایہ کیا گیا رات کو روشنی کے لیے ایک نورانی ستون اترتا کھانے کے لیے مَنّ اور سلویٰ اتارا گیا مَنّ ترنجبین کو کہتے ہیں یہ جمے ہوئے شہد کی طرح تھا جو ان کے درختوں پر اترتا تھا اترنے کا یہ عمل طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہوتا یہ برف کی طرح اترتا اور ہر آدمی اس قدر لیتا جو ایک دن رات کے لیے کافی ہوتا اگر زیادہ لیتا تو اس میں کیڑے پڑ جاتے چونکہ ہفتے کے دن نہیں اترتا تھا اس لیے جمعہ کے دن دو دنوں اور دو راتوں کے لیتے تھے اور سلویٰ بھنا ہوا پرندہ تھا اسی طرح ان کے کپڑے نہ میلے ہوتے اور نہ پرانے پھر ان لوگوں نے ناشکری کی تو یہ ان کا اپنے اوپر ظلم کرنا تھا۔

سوال نمبر۲۵۷: حطة کے حوالے سے مصنف کی تقریر ذکر کریں اور خطایاکم میں لفظ خطایا کی تحقیق پیش کریں؟

جواب: لفظ حطة ' حط سے فِعْلَةٌ کے وزن پر ہے حطة گناہوں کو مٹانا حطة مبتدا محذوف کی خبر ہے اس لیے مرفوع ہے یعنی "مسالتنا حطة" ہمارے سوال گناہوں کی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

معافی ہیں یا قولوا کا مفعول ہے یعنی" قولوا حطة (تم لفظ حطة کہو) ایک قول کے مطابق اس کا معنی " امرنا حطة" ہے یعنی ہم اس بستی میں اتریں اور قیام کریں۔

خطایا اصل میں خطایئی ہے جس طرح خصائع سیبویہ کے نزدیک یا زائدہ کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ وہ الف کے بعد واقع ہوتی اب دو ہمزے جمع ہوئے دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا پھر اسے الف سے بدلا اب ہمزہ دو الفوں کے درمیان تھا لہٰذا اسے یاء سے بدلا تو خطایا ہو گیا خلیل نحوی کے نزدیک ہمزہ کو یاء پر مقدم کیا گیا پھر مذکورہ بالا عمل ہوا۔

سوال نمبر ۳۵۸: سنزید المحسنین کو جواب کی صورت میں نہ لانے کی کیا وجہ ہے اور محسنین سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: وسنزید المحسنین کا عطف نغفرلکم پر ہے اور معنی یہ ہے کہ تم میرا حکم مانوا ہم تم میں سے گناہ گاروں کے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکوکاروں کو مزید ثواب عطا کریں گے لیکن سنزید کو جواب امر سے نکال دیا اس لیے یہ مجزوم نہیں ہے حالانکہ نغفرلکم جواب امر ہے اور اس پر عطف کی وجہ سے مجزوم ہونا چاہیے تو اسے جواب امر سے نکال کر وعدہ کی شکل دی اور اس پر سین داخل کر دی جو جزم سے مانع ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین سے اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور یہ بتایا کہ محسنین زیادہ ثواب کے درپے ہیں اگرچہ عمل نہ کریں اور اگر عمل کریں تو کیا حال ہوگا۔

اور محسنین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں اور اسکے حکم کے سامنے خوب جھکتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۵۹: بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم قولوا حطة میں کیا تبدیلی کی اور ان کو کیا سزا ملی؟

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: انہوں نے استغفار کی بجائے دنیا کا مال طلب کیا جس طرح ایک قول کے مطابق حطۃ کی بجائے حنطۃ (گندم) کہا اس کی سزا کے طور پر ان پر عذاب نازل ہوا کہا گیا ہے کہ یہ طاعون تھا ایک قول یہ ہے کہ ایک ساعت میں اس سے چوبیس ہزار لوگ گر گئے تھے یہاں تک کہ ستر ہزار ہلاک ہو گئے۔

سوال نمبر ۳۹۰: رجز سے کیا مراد ہے نیز رجز اور رجس میں کیا فرق ہے؟

جواب: رجز اسے کہتے ہیں جس سے نفرت اور کراہت ہو اور رجس بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۳۶۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک کہاں سے آیا اور جس پتھر پر اسے مارا گیا کہاں سے لایا گیا نیز یہ پتھر اور عصا کتنے کتنے گز کے تھے؟

جواب: یہ ایک چوکور پتھر تھا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے لائے تھے اس کی ہر طرف سے تین چشمے جاری ہوئے یوں کل بارہ چشمے ہو گئے اور وہاں سے ہر قبیلے کی طرف نہریں جاری ہوئیں ان لوگوں کی تعداد سات لاکھ سے زیادہ تھی جو بارہ میلوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

یا یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا یا یہ پتھر وہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کے بھاگا تھا جب آپ نے غسل کے لیے اپنے کپڑے اتار کر اس پر رکھے تھے حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے پر آپ نے اس کو ساتھ لے لیا یا محض کوئی پتھر تھا یہ زیادہ ظاہر ہے ایک قول کے مطابق سنگ مرمر کا پتھر تھا جو چاروں طرف ایک ایک ہاتھ تھا عصا حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو دیا تھا یہ جنت سے آیا تھا اور اس کی دو شاخیں تھیں جو اندھیرے میں روشن ہوتی تھیں یہ دس ہاتھ یعنی چھ گز سے زائد تھا۔

سوال نمبر ۳۶۲: واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ الخ اس سے کونسی بستی مراد ہے سجدا

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

میں کسی قسم کے سجدے کا حکم ہے اور اس سجدے کا سبب کیا تھا؟

جواب: اس بستی سے بیت المقدس مراد ہے بعض نے کہا اریحا نامی بستی مراد ہے سجدے سے یا تو جھکنا مراد ہے یا واقعی سجدہ مراد ہوگا اور اس کا سبب میدان تیہ سے نکلنے پر اللہ تعالیٰ کے لیے شکر ادا کرنا تھا۔

سوال نمبر ۳۶۳: فانفجرت الخ فاء جزائیہ ہے جب کہ اس سے پہلے شرط نہیں اس کا کیا جواب ہے نیز عشرۃ کی لغات ذکر کریں؟

جواب: فانفجرت محذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے "فان ضربت فقد انفجرت"۔ یا "فضرب فانفجرت" اس طرح فاء جزائیہ اور اس سے پہلے شرط محذوف ہے "عشرۃ" میں شین مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھی جاتی ہے (یہ دو لغت ہیں)

سوال نمبر ۳۶۴: کلوا واشربوا الخ میں رزق سے کیا مراد ہے نیز جب ولا تعثوا میں فساد سمجھا جاتا ہے تو مفسدین کی قید کیوں لائی گئی تعثوا اور بعثت میں باب اور معنی کے اعتبار سے فرق واضح کریں؟

جواب: اس رزق سے مراد من اور سلویٰ اور چشموں کا پانی ہے بعض نے کہا اس سے صرف پانی مراد ہے جو پیا جاتا ہے اور اس سے پیدا ہونے والی سبزی وغیرہ کھائی جاتی ہے۔ لا تعثوا کا معنی ہے فساد کرتے ہوئے حد سے نہ بڑھو لیکن بعض اوقات یہ عثی فساد نہیں ہوتا جس طرح حد سے بڑھنے والے ظالم کا مقابلہ کرنا اس لیے مفسدین فرما کر فساد کی قید لگائی گئی۔ العیث باب "علم یعلم" سے ہے اور عثو یعثو باب "نصر ینصر" سے ہے اور دونوں کا معنی تقریباً ایک ہے لیکن عام طور پر العیث کا استعمال اس چیز میں ہوتا ہے جس کا ادراک بطور حس ہو۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۳۶۵: ان معجزات کے منکر کو مفسر نے انتہائی جاہل قرار دیا اس کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے ان منکرین کو اس لیے بہت بڑا جاہل قرار دیا کہ جب پتھروں سے بال مونڈے جاسکتے ہیں، پتھر کو سر کے میں ڈالا جائے تو وہ باہر آ جاتا ہے مقناطیسی پتھر لوہے کو کھینچ سکتا ہے تو پتھر زمین کے نیچے سے پانی کیوں باہر نہیں لاسکتا۔ یا ہوا کو کھینچ کر اس کو پانی میں بدل دے جب کہ مندرجہ بالا امور ممکن ہیں تو پھر پتھر سے پانی کا نکلنا کیوں ناممکن ہے لہذا ان لوگوں کا اس بات پر غور نہ کرنا ان کی بہت بڑی جہالت ہے۔

سوال نمبر ۳۶۶: بنی اسرائیل نے کہا ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے جب کھانا ایک نہیں تھا (بلکہ من اور سلوی دو کھانے تھے) تو ایک کھانا کیسے کہا گیا دلائل کے ساتھ ذکر کریں؟

جواب: چونکہ اس کھانے میں تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس لیے اسکو ایک قرار دیا جیسے کہا جاتا ہے طعام مائدہ الامیر واحد مطلب یہ ہے کہ اس کا رنگ نہیں بدلتا اسی عدم تبدیلی کی وجہ سے وہ تنگ پڑ گئے یا ایک نوع مراد ہے اور وہ کاشتکار تھے اس کے کھانے سے اکتا گئے یعنی روزانہ ایک ہی قسم کا کھانا مراد ہے اگر چہ وہ دو قسم کا کھانا تھا۔

سوال نمبر ۳۶۷: یخرج لنا' میں جزم کیوں ہے؟ اور انبات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بجائے زمین کی طرف کی گئی ہے یہ کونسی نسبت ہے؟

جواب: فادع (امر) کا جواب ہونے کی وجہ سے یخرج مجزوم ہے اور انبات کی نسبت زمین کی طرف نسبت مجازی ہے اور قابل (زمین) کو فاعل (اللہ تعالیٰ) کے قائم مقام کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اگانے کے اثر کو زمین قبول کرتی ہے۔

سوال نمبر ۳۶۸: من بقلها: ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے نیز ادنی کھانے سے کیا مراد ہے نیز دنو اور رفعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کر کے مثالیں بھی دیں؟

Purchase' Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: من بقلها: حال کی جگہ پر ہے بعض نے کہا کہ حرف جر کے اعادہ سے یہ بدل ہے ادنی سے مراد یا تو مقام کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے یا مرتبہ کے اعتبار سے زیادہ گھٹیا ہونا ہے دنو اصل میں مکان میں قرب کے لیے آتا ہے پھر بطور مجاز خسیس کے لیے استعمال ہونے لگا جس طرح لفظ بُعْدُ شرف کے لیے بطور مجاز استعمال ہوتا ہے رفعت بلندی کو کہتے ہیں اور اس سے مراد محل اور ہمتوں سے دور ہونا ہے۔

سوال نمبر ۳۶۹: اھبطوا مصرا الخ میں ھبوط کا ذکر ہے جو بلندی سے اترنے کا معنی دیتا ہے کیا یہ معنی یہاں صحیح ہے اور مصر عام شہر ہے یا خاص؟ اگر خاص ہے تو تنوین کیوں آئی جب کہ یہ علم ہے؟

جواب: ھبوط اترنے اور نکلنے کے معنی میں آتا ہے ھبط الوادی (وادی میں اترا) ھبط منه جب من کے ساتھ ہو تو" خرج منه" کے معنی میں آتا ہے یہاں میدان تیہ سے نکل کر شہر میں جانا مراد ہے مصر بہت بڑے شہر کو کہتے ہیں اور اصل میں دو چیزوں کے درمیان حد کو کہا جاتا ہے بعض نے کہا یہاں خاص شہر کا نام مراد ہے اور اس پر تنوین لا کر منصرف پڑھا گیا کیونکہ اس کا درمیان والا حرف ساکن ہے اس لیے غیر منصرف نہیں ہو سکتا یا یہ بلد کی تاویل میں ہوگا اب منع صرف کا صرف ایک سبب یعنی عَلَم ہوگا اس لیے منصرف پڑھیں گے ایک قول یہ ہے کہ اس سے خاص شہر مراد نہیں بلکہ کوئی بھی بڑا شہر مراد ہے۔

سوال نمبر ۳۷۰: بنی اسرائیل پر ذلت و مسکنت مسلط ہونے کا کیا مطلب ہے حالانکہ آج یہودی پوری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں " ضربت علیهم الذلة و المسکنة" فرمایا گیا تو اس سے مراد ان کا ذلت میں گھر جانا یا ذلت کا ان سے چمٹ جانا مراد ہے جیسے ضرب الطین علی الحائط اس وقت کہا جاتا ہے جب دیوار سے کیچڑ مل جائے عام طور پر یہودی ذلیل اور

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

مسکین ہیں یا تو حقیقتاً اور یا تکلف کے طور پر کہ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان پر جزیہ بڑھا نہ دیا جائے لہذا ان کا مالدار ہونا یا اقتدار پر ہونا اس ذلت کے خلاف نہیں علاوہ ازیں دنیا میں یہودیوں کو ملک اسرائیل میں اقتدار حاصل ہے اور ان کا اقتدار بھی دوسرے لوگوں کا مرہون منت ہے امریکہ وغیرہ انکی پشت پر ہے۔

سوال نمبر ۲۷۱: بنی اسرائیل پر ذلت' مسکنت اور غضب کیوں مسلط ہوا قرآن مجید نے اسکی کیا وجہ بیان کی ہے وضاحت سے ذکر کریں نیز وہ انبیاء کرام کو قتل کیوں کرتے تھے؟

جواب: بنی اسرائیل پر ذلت' مسکنت اور غضب مسلط ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کرتے تھے آیات کے انکار سے مراد معجزات کا انکار ہے جس طرح دریا کا پھٹ جانا اور پتھر سے چشموں کا جاری ہونا' من وسلویٰ کا اترنا' تورات' انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا انکار بالخصوص نبی اکرم ﷺ کی نعت کا انکار جو نعت ان کتب میں مذکور تھی اسی طرح آیت رجم کا بھی انکار کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے حضرت شعیب' حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہم السلام کو شہید کیا اور اس قتل کی وجہ خواہشات کی اتباع اور دنیا کی محبت تھی اور انبیاء کرام علیہم السلام اس سے روکتے تھے۔

سوال نمبر ۲۷۲: ذلك بما عصوا الخ میں ذلك کا تکرار کیوں ہے اور کیا اسم اشارہ مفرد سے دو چیزوں کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے نیز یہاں مصنف نے کس بات کو حسن قرار دیا۔

جواب: کہا گیا کہ اسم اشارہ کا تکرار اس وجہ سے ہے کہ ان کو جو سزا ملی اس کا سبب جس طرح کفر اور انبیا کرام علیہم السلام کو شہید کرنا تھا (ذلك بانهم كانوا يكفرون الخ) اسی طرح گناہوں کا ارتکاب اور حدود خداوندی سے تجاوز بھی اس کا ایک سبب تھا۔ (ذالك بما عصوا وكانوا يعتدون)

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

یہ بھی کہا گیا کہ اشارہ کفر اور قتل دونوں کی طرف ہے اور بما عصوا کی باء مع کے معنی میں ہے اور جب دو چیزوں کو اکٹھا کیا جائے تو اسم اشارہ واحد بھی کفایت کرتا ہے جس طرح یہاں باء کو مع کے معنی میں لیا گیا۔

مصنف فرماتے ہیں حسن بات یہ ہے کہ مضمرات اور مبہمات (اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ) کا تثنیہ اور جمع بطور حقیقت نہیں ہوتے اسی لیے الذی جمع کے معنی میں آتا ہے۔

سوال نمبر ۳۷۲: ان الذین امنوا سے من امن باللہ تک کے حوالے سے بتائیں کہ جب ایمان والے کہہ دیا تو پھر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ اور الذین امنوا سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: مقصد یہ ہے کہ جو لوگ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دل سے بھی ایمان لے آئیں۔ یہ منافقین کے بارے میں ہے اور اہل کتاب کے حوالے سے یہ ہے کہ جو لوگ اپنے ادیان کے منسوخ ہونے سے پہلے اپنے دین پر ایمان رکھتے تھے یا یہ کہ ان کفار میں سے جو خالص طور پر ایمان لائے۔

الذین امنوا سے مراد ہے وہ لوگ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان میں مخلص بھی ہیں ان کو ثابت قدمی کا حکم دیا گیا اور منافق بھی ہیں ان کو دل سے ایمان لانے کی ترغیب اور حکم دیا گیا۔

سوال نمبر ۳۷۳: والذین ھادوا والنصاری الخ کے حوالے سے مفسر کی تحقیق ذکر کریں اور بتائیں کہ صابئین کون لوگ ہیں؟

جواب: ھادُوْا تھَوَّدُوْا کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے ھَادَ وَ تَھَوَّدَ یہ اس وقت کہتے ہیں کہ کوئی شخص یہودیت میں داخل ہو یہودیا تو عربی لفظ ہے ھادَ سے بنا جب توبہ کرے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

انہوں نے بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی تو ان کو یہودی کہا گیا۔ یا عجمی لفظ ہے اسے معرّب کیا گیا یا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کے نام پر ان کا نام رکھا گیا۔

نصاریٰ ' نصران کی جمع ہے جس طرح ندامیٰ ' ندمان کی جمع ہے اور نصرانی میں یا مبالغہ کے لیے ہے جس طرح الاحمری میں یا مبالغہ کے لیے ہے چونکہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی اس لیے ان کا یہ نام رکھا گیا یا وہ آپ کے ساتھ نصران یا ناصرہ نامی بستی میں تھے اس لیے ان کو نصاریٰ کہا گیا۔ (نصران کے نام پر یا ناصرہ سے مشتق ہو کر ان کا نام بنا)

صابئین مجوسیوں اور نصاریٰ کے درمیان ایک قوم کا نام ہے کہا گیا ہے کہ ان کا اصل دین نوح علیہ السلام کا دین تھا یہ بھی کہا گیا کہ وہ فرشتوں کی پوجا کرتے تھے ایک قول کے مطابق ستاروں کی پوجا کرتے تھے اگر یہ لفظ عربی ہو تو صبا سے مشتق ہوگا اور نکلنے کے معنی میں ہوگا یا صبا سے مشتق ہوگا مائل ہونے کا معنی ہے کیونکہ وہ دوسرے تمام ادیان کو چھوڑ کر اپنے دین کی طرف مائل ہوئے یا حق سے باطل کی طرف مائل ہوئے۔

سوال نمبر ۲۷۵: خوف علیهم ولا هم یحزنون میں کس خوف اور حزن کی نفی ہے نیز ان الذین امنوا سے آخر تک ترکیب کے حوالے سے مفسر نے کیا فرمایا سیبویہ کا اختلاف اور اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: یعنی کفار کو عذاب کا خوف ہوگا اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کو عمر کے ضائع ہونے اور ثواب کے فوت ہونے کا غم ہوگا۔

من لمن میں مبتدا ہے فلهم اجرهم اس کی خبر ہے اور یہ پورا جملہ ان کی خبر ہے (ان الذین امنوا میں جوائز ہے) یا ان کے اسم سے بدل ہے اور فلهم اجرهم اس کی خبر ہے اور فاء مسند الیہ (لفظ من) پر متضمن ہونے کی وجہ سے شرط کے معنی میں ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سیبویہ نے کہا کہ اِنَّ کی خبر پر فاء داخل نہیں ہوتی اس کا جواب یہ دیا گیا کہ "ان الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنات ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جهنم" میں اِنَّ کی خبر پر فاء داخل ہے۔

سوال نمبر ۳۷۶: بنی اسرائیل سے کیا میثاق لیا گیا اور ان لوگوں پر طور کو اٹھانے کی وجہ اور صورت کیا تھی؟

جواب: بنی اسرائیل سے یہ وعدہ لیا گیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کریں اور تورات پر عمل کریں ان پر طور کو اٹھانے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تورات لائے اور انہوں نے اس میں سخت اور مشکل امور دیکھے تو یہ بات ان پر شاق گزری اور انہوں نے انکار کر دیا چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا تو انہوں نے کوہ طور کو جڑ سے اٹھا کر ان پر لا کھڑا کیا تو انہوں نے تورات کو قبول کر لیا۔

سوال نمبر ۳۷۷: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے ایک فضل کی طرف متوجہ کیا جس کی وجہ سے وہ خسارے سے بچ گئے وہ فضل کیا ہے؟ اور خسارے سے بچاؤ کیا تھا نیز لفظ لو کے بارے میں مصنف نے کیا فرمایا؟

جواب: اس فضل سے مراد ان کو توبہ کی توفیق عطا کرنا ہے یا نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ ان کو حق کی طرف دعوت دیں گے اور ہدایت کی راہ دکھائیں گے۔ اگر یہ فضل نہ ہوتو وہ گناہوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھاتے یا نبوت سے خالی زمانے کی وجہ سے خسارہ ہوتا۔

لفظ لو اصل میں ایک چیز کے امتناع کی وجہ سے دوسری چیز کے امتناع کے لیے آتا ہے اور جب یہ حرف (لو) لا پر داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دیتا ہے یعنی ایک چیز کے ثبوت سے دوسرے کی نفی مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں مفہوم یہ ہوگا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا لہٰذا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

خسارہ نہ ہوا۔

سوال نمبر ۳۷۸: سبت کا کیا معنی ہے اور اس واقعہ کا پس منظر کیا ہے یہ واقعہ کس نبی کے زمانے میں پیش آیا؟

جواب: لفظ سبت مصدر ہے کہا جاتا ہے سبت الیھود جب انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کی گویا یہ تعظیم کا معنی دیتا ہے اس کا لغوی معنی کاٹنا ہے ان کو حکم دیا گیا کہ اس دن کو دوسرے کاموں سے منقطع کر کے عبادت کے لیے خالص کریں یہ لوگ ایلہ بستی میں رہتے تھے جو دریا کے کنارے پر تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا ان لوگوں کو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ دریا کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے تالاب بنا دیتے تا کہ ان میں مچھلیاں آ جائیں اور وہ اتوار کے دن شکار کر لیتے۔

سوال نمبر ۳۷۹: ان لوگوں کو بندر بنانے سے کیا مراد ہے اور خاسئین کی قید کا کیا مطلب ہے نیز لفظ خاسئین اور قردۃ پر مصنف کی بحث ذکر کریں؟

جواب: اس سے مراد انکی شکلوں کو بندروں کی صورت میں بدلنا ہے شعور وغیرہ اسی طرح باقی تھا حضرت مجاہد فرماتے ہیں ان کی صورتیں مسخ نہیں ہوئیں بلکہ ان کے دلوں کو بندروں کی مثل قرار دیا گیا جس طرح فرمایا گیا کہ وہ گدھوں کی طرح ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں قردۃ، قاف کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا اور خاسئین کو ہمزہ کے بغیر خاسین بھی پڑھا گیا خاسئین کی قید سے یہ بتایا گیا کہ دونوں باتیں ہوئیں بندر بنانا اور ذلت و رسوائی بھی، خاسئین یا تو خبر کے بعد خبر ہے یا حال ہے۔

سوال نمبر ۳۸۰: نکالا کسے کہتے ہیں نیز بین یدیھا اور ما خلفھا سے کون لوگ مراد ہیں نیز یہاں متقی لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: نکال عبرت کو کہتے ہیں جو شخص اس کو پیش نظر رکھے اسے برے کام سے روکتی ہے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

اسی لیے بیڑیوں کو نکل کہتے ہیں بین یدیھا سے اس سے پہلے کے لوگ مراد ہیں اگر ان سے پہلے کی کتب میں ان کا ذکر ہو ورنہ اس وقت کے لوگ مراد ہوں گے اور مـا خلفھا سے بعد والی امتیں مراد ہیں یا وہاں موجود اور دور والے لوگ مراد ہیں یا اس بستی والے اور اسکے مضافات والے مراد ہیں یا پہلے اور پچھلے گناہ مراد ہیں۔ متقی سے اس قوم کے متقی مراد ہیں یا ہر متقی مراد ہے۔

سوال نمبر ۲۸۱: گائے ذبح کرنے کا پس منظر کیا ہے تفصیل سے واقعہ ذکر کریں۔ اور بتائیں کہ اصل واقعہ بیان کرنے سے پہلے گائے ذبح کرنے میں مصنف نے کیا حکمت بیان کی ہے؟

جواب: بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا اس کے بھتیجوں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تاکہ ان کو وراثت مل جائے انہوں نے مقتول کو شہر کے دروازے پر ڈال دیا اور دیت کا مطالبہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک گائے ذبح کر کے اس کا گوشت اس مقتول پر مارنے کا حکم دیا تاکہ وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتائے چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوا اور اس نے قاتل کے بارے میں بتا دیا۔

چونکہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کی برائیوں میں سے ایک مستقل برائی پر مشتمل تھا اس لیے اس کو واقع پہلے الگ طور پر بیان کیا وہ برائی ان کا امر خداوندی کا مذاق اڑانا بار بار سوال کرنا اور تعمیل نہ کرنا تھا۔

سوال نمبر ۲۸۲: لفظ ھـزوا کی لغوی تحقیق بیان کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مذاق کی نفی کی بجائے " اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین " کیوں فرمایا۔

جواب: ھـزو سے مراد مذاق کا محل یا نشانہ یا اہل ھزو یا مھزو (اسم مفعول) یا محض ھـزو (مذاق) مراد ہے مبالغہ کے طور پر یوں کہا گیا یعنی جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

انہوں نے اسے بہت بعید جانتے ہوئے یوں بطور مبالغہ کہا کہ ہمیں مذاق بنا رہے ہیں۔

هزوا ' زا پر ضمہ کے ساتھ اور هزوا ساکن بھی پڑھا گیا پہلا قول امام حفص کا ہے جو امام عاصم سے روایت کیا دوسرا قول حمزہ اور اسماعیل سے جو نافع سے لیا گیا اور همزہ کو واؤ سے بدل کر بھی پڑھتے ہیں۔

آپ نے جامع جواب دیا کیونکہ جہاں یہ بات واضح فرمائی کہ آپ نے ان سے مذاق نہیں کیا وہاں اس بات کو بھی واضح فرمایا کہ مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے اور انبیاء کرام جہالت سے پاک ہونے کی وجہ سے کسی سے مذاق نہیں کرتے نیز یہ ایسا عمل ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳۸۳: بنی اسرائیل گائے کی صفت پوچھتے تھے لیکن انہوں نے لفظ ما کے ساتھ سوال کیا جو عام طور پر جنس کے متعلق سوال کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: لفظ ما عام طور پر جنس کے بارے میں سوال کے موقع پر استعمال ہوتا ہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جس گائے کو ذبح کرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کی جنس سے کوئی چیز دستیاب نہیں تو انہوں نے اس کو اس کے قائم مقام قرار دیا جس کی حقیقت کو وہ نہیں جانتے اور انہوں نے اس کی مثل نہیں دیکھا لہذا ما کے ساتھ سوال کیا کہ وہ کس جنس سے ہے۔

سوال نمبر ۳۸۴: لفظ فارض ' بکر اور عوان پر روشنی ڈالیں؟

جواب: مطلب یہ کہ وہ مسنہ نہ ہو اور مسنہ وہ ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو۔ فارض ' لفظ فرض سے بنا ہے جس کا معنی کاتا ہے گویا اس کی عمر منقطع ہو گئی اور وہ آخر کو پہنچ گئی۔ اور بکر سے مراد ہر چیز کا اول ہوتا ہے البکرۃ دن کا پہلا حصہ اور الباکورۃ ابتدائی پھل کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ بالکل بچی بھی نہ ہو' عوان نصف کو کہتے ہیں یعنی درمیانی عمر والی ہو۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۲۸۵: گائے کے معین ہونے اور وقت خطاب سے بیان کے موخر ہونے پر مصنف نے کیسے استدلال کیا اور اس مسئلہ میں معتزلہ کا کیا مذہب ہے؟

جواب: بنی اسرائیل نے کہا" انا ان شاء الله لمهتدون" بے شک ہم اگر اللہ تعالی نے چاہا تو ہدایت پائیں گے (یعنی ایسی گائے پائیں گے) اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ ہر نو پید کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ ہدایت پانے کو اللہ تعالی کی مشیت سے معلق کیا گیا اور ہدایت پانا حوادث میں سے ہے لہذا حوادث اللہ تعالیٰ کے ارادے سے وجود میں آتے ہیں۔

معتزلہ کہتے ہیں بعض حوادث بندے کے ارادے سے وجود میں آتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض اوقات حکم اور ارادے میں فصل ہوتا ہے ورنہ گائے ذبح کرنے کا حکم دینے کے بعد انا ان شاء الله کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ فوری طور پر عمل کرنا ضروری ہوتا۔ جب کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ امر عین ارادہ ہے اور اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم دیتا ہے اس کا ارادہ بھی فرماتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸۶: جو لوگ گائے کا تعین نہیں مانتے وہ کیا دلیل دیتے ہیں؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی بھی گائے ذبح کرنے کا حکم تھا وہ کہتے ہیں بیان کو وقت خطاب سے موخر کرنا جائز نہیں اس لیے ان اوصاف کے بغیر کوئی ذبح کی جا سکتی تھی۔ لیکن مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں گائے کے ان اوصاف کا بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معین تھی اور بیان وقت خطاب سے موخر ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸۷: فافعلوا ما تؤمرون الخ کی تفسیر میں مصنف نے ما تومرنه (ضمیر منصوب متصل کے ساتھ) کیوں ذکر کیا؟

جواب: فعل امر کا اصل استعمال دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے پہلے مفعول کی طرف

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

بنفسہ متعدی ہوتا ہے جب کہ دوسرے مفعول کی طرف باء کے واسطہ سے۔لیکن باء جارہ کو اس فعل میں حذف کرنا معروف ہے اور دونوں مفعولوں کی طرف متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔اس لیے مصنف نے ماتومرنہ فرمایا یعنی دوسرا مفعول بھی ذکر کیا اور باء حرف جار کو حذف بھی کیا۔

سوال نمبر ۳۸۸:فاقع کے حوالے سے علامہ بیضاوی کی تشریح وتفسیر کا جائزہ پیش کیجئے نیز سرور کسے کہتے ہیں؟

جواب: فاقع ' الفقوع سے بنا ہے جس کا معنی زردی کا خالص ہونا ہے اس لیے اصفر فاقع بطور تاکید کہا جاتا ہے اور لون (رنگ) کی طرف اسکی نسبت کی گئی حالانکہ یہ صفرا کی صفت ہے یہ تاکید کی فضیلت کے پیش نظر ہے گویا کہا گیا صفراء' شديد الصفرة صفر تھا' ہوسکتا ہے صفرۃ سے سیاہی مراد ہو کیونکہ شروع میں سیاہی ہوتی ہے یا اونٹوں کی سیاہی پر زردی چڑھی ہوتی ہے لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ اس میں زردی کی تاکید فاقع سے نہیں آتی۔

سرور اصل میں دل کی لذت کو کہتے ہیں جب کوئی نفع حاصل ہو یا اس کی توقع ہو اور یہ لفظ سر سے بنا ہے کیونکہ یہ دل میں ایک راز کی طرح ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۳۸۹:ان البقر الخ کی دوسری قرات ذکر کریں اور تشابہ کو کون کونسی صورتوں میں پڑھا گیا؟

جواب: ان البقر کو ان الباقر بھی پڑھا گیا اور باقر گایوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں جس طرح الاباقر' اور البواقر' جماعت کو کہا جاتا ہے۔تشابہ میں مصنف نے سولہ قراءتیں ذکر کی ہیں؟

(۱) تشابہ : شین کی تخفیف باء اور ہاء کے فتح کے ساتھ عام لوگوں کی قراءت یہی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔(یہ ماضی کا صیغہ ہے)

(۲) یَتَشَابَهُ: (۳)تتشابہ (۴)تشابہ ایک تاء حذف ہوگئی (مضارع کا صیغہ ہے)اصل میں تتشابہ تھا۔

(۵) یَشَّابَهُ اصل میں یتشابہ تھا تاء کو شین سے بدل کر شین کا شین میں ادغام کیا یشابہ ہوگا۔ یہ مذکر کا صیغہ ہے۔

(۶) تَتَشَابَهُ کی تاء کو شین سے بدل کر شین کا شین میں ادغام کیا تَشَّابَهُ (مونث کا صیغہ ہوگیا)

(۷) تَشَابَهَتْ (بروزن تفاعلت) مونث کا صیغہ ماضی۔

(۸) تَشَّابَهَتْ تاء مشدد ہے لیکن مضارع نہیں اس لیے یہاں تاء کا شین میں ادغام نہیں۔ ممکن ہے ان البقرۃ تشابہت ہوایک تاء بقرۃ کی اور دوسری تاء تفاعل کی' اب تفاعل کی تاء کو شین سے بدل کر شین کا شین میں ادغام کیا اب شروع میں ہمزہ لائے کیونکہ ساکن سے ابتداء نہیں ہوسکتی جب لفظ بقرۃ کے ساتھ ملا تو ہمزہ کی ضرورت نہ رہی لہذا وہ گرگیا (تفصیل حاشیہ شیخ زادہ میں دیکھیں)

(۹) تَشَّبَهَ شین اور باء دونوں مشدد ہیں اصل میں تتشبہ تھا دوسری تاء کو شین سے بدل کر ادغام کیا۔

(۱۰) تَشَبَّهَ ماضی مذکر کا صیغہ۔

(۱۳)(۱۴)(۱۵)(۱۶) مُتَشَابِهٌ' مُتَشَابِهَةٌ' مُتَشَبِّهٌ' مُتَشَبِّهَةٌ چاروں اسم فاعل کے صیغے ہیں پہلے دو تشابہ سے اور دوسرے دو تشبہ سے۔ البقر' بقرۃ کی جمع ہے لہذا مونث کا صیغہ جائز ہے کیونکہ فاعل اسم جنس ہے لہذا لفظا کو

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

دیکھتے ہوئے مذکر کی ضمیر اور جماعۃ کی تاویل کی وجہ سے مونث کا صیغہ لاتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۹۰: حوادث اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں اور امر کبھی ارادے سے منفک ہوتا ہے اس موقف پر ہمارے اصحاب کے استدلال کی کیا صورت ہے؟ نیز معتزلہ اور کرامیہ کیا کہتے ہیں اور ان کو کیا جواب دیا گیا ہے؟

جواب: ہمارے اصحاب کا استدلال یوں ہے کہ اھتداء (ہدایت پانے) کو مشیت خداوندی سے متعلق کیا اگرچہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوا اور امر بعض اوقات ارادے سے منفک ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امر کے بعد عمل کو مشیت الہیہ سے معلق کیا گیا اگر امر اور ارادہ ساتھ ساتھ ہوتے تو یہ تعلیق نہ ہوتی۔

معتزلہ اور کرامیہ کہتے ہیں کہ امر عین ارادہ ہے اور اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم دیتا ہے اس کا ارادہ بھی کرتا ہے ان کو جواب یوں دیا گیا کہ یہاں تعلیق ہے اور تعلیق حدوث تعلق کو مستلزم ہے۔ اگر ان میں انفکاک ہوتا تو تعلیق نہ ہوتی۔

سوال نمبر ۳۹۱: لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث کی نحوی تحقیق کیا ہے اور اگر لا ذلول کو فتح کے ساتھ پڑھیں تو معنیٰ کیا ہوگا؟

جواب: لا ذلول بقرہ کی صفت ہے اور دوسرا لام زائدہ ہے جو پہلے لام کی تاکید ہے دونوں فعل یعنی تثیر الارض ولا تسقی الحرث' ذلول کی صفت ہیں یعنی لا ذلول مثیرۃ وساقیۃ اور لا ذلول کو فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں لائے نفی جنس ہوگا اور خبر محذوف ہوگی یعنی لا ذلول ثمہ' یعنی جہاں یہ گئے وہاں کوئی ذلت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۹۲: مسلمۃ سے کس بات کی طرف اشارہ کیا گیا اور شیۃ کا کیا معنیٰ ہے نیز

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

یہاں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ گائے عیب سے محفوظ ہے یا اس کے مالک عمل سے بچے ہوئے ہیں یا اس کا رنگ خالص ہے۔

شیۃ کا معنی ہے ایسا رنگ جو اس کی جلد کے رنگ کے خلاف ہو وشاہ وشیا وشیہ (یہ مصدر ہے) جب کسی کا رنگ دوسرے رنگ سے مل جائے یہاں اس کے رنگ کے خالص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

سوال نمبر ۳۹۳: قالوا الان جئت بالحق الخ الان میں کیا کیا لغات ہیں اور امام بیضاوی رحمہ اللہ نے وما کادوا یفعلون میں کون کونسی وجوہ بیان کی ہیں؟

جواب: الان' مد کے ساتھ استفہام کے طور پر پڑھا گیا نیز ہمزہ کو حذف کر کے اس کی حرکت لام کو دے کر اَلَان بھی پڑھا گیا۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں چونکہ انہوں نے بات کو لمبا کر دیا اور بار بار رجوع کرتے رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گائے کو ذبح کرنا نہیں چاہتے تھے یا قاتل کا علم ہو جانے کی وجہ سے شرمندگی یا گائے کی قیمت کا زیادہ ہونا ان کو اس عمل سے یعنی ذبح کرنے سے روک رہا تھا۔

سوال نمبر ۳۹۴: لفظ کاد کے بارے میں مصنف غایہ الرحمہ نے کیا لکھا ہے؟ نیز بتایئے کہ فذبحوھا اور وماکادو یفعلون میں بظاہر تعارض کا کیا جواب ہے؟

جواب: کاد' افعال مقاربہ میں سے ہے اور اس کی وضع خبر کے حصول کو قریب کرنے کے لیے ہے جب اس پر نفی داخل ہو تو بعض نے کہا اس وقت یہ مطلقاً اثبات کا معنی دیتا ہے بعض نے کہا ماضی کے معنی میں ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم وہی ہے جو باقی افعال کا ہے۔

فذبحوھا اور وما کادوا یفعلون میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں کے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

وقت میں اختلاف ہے معنی یہ ہے کہ وہ جب تک سوال کرتے تھے اس وقت تک وہ ذبح کرنے کے قریب نہ تھے لیکن جب سوالات اور بہانے ختم ہو گئے تو وہ ذبح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جس طرح کوئی شخص کوئی کام کرنا نہیں چاہتا لیکن اسے مجبوراً وہ کام کرنا پڑتا ہے۔

سوال نمبر ۳۹۵: واذ قتلتم میں جمع کی ضمیر کیوں لائی گئی جبکہ قاتل ایک تھا نیز اِدّارأتم کی اصل کیا ہے؟

جواب: چونکہ ان سب میں قتل واقع ہوا اس لیے سب پر ذمہ داری ڈالی گئی اور جمع کا صیغہ لایا گیا۔

ادارأتم اصل میں تدارأتم تھا تاء کا دال میں ادغام کیا گیا اور شروع میں ہمزہ لایا گیا اور یہ باہم جھگڑے کے معنی میں آتا ہے چونکہ وہ لوگ اس قتل کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اس لیے باہم جھگڑے کا ذکر ہوا۔

سوال نمبر ۳۹۶: واعمل مُخرِجٌ لانه حكاية مستقبل الخ اس عبارت کو لانے کا کیا مطلب ہے؟ کسی اعتراض کا جواب ہے تو وہ اعتراض کیا ہے؟

جواب: اعتراض یہ ہے کہ مخرج اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اپنے فعل کا عمل اس وقت کرتا ہے جب حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور یہاں ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ نزول قرآن کی نسبت یہ واقعہ ماضی میں واقع ہوا لہٰذا مناسب یہ ہے کہ مخرج عمل نہ کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کے جھگڑے کی نسبت سے یہ عمل مستقبل میں ہوا اور یہاں اس کی حکایت ہے۔

جس طرح اصحاب کہف کے کتے کے بارے میں فرمایا باسط ذراعيه بالوصيد یہاں بھی ماضی کا واقعہ ہے اور باسط اسم فاعل ہے۔ لیکن یہ عمل کی حکایت ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

سوال نمبر ۳۹۷: اضربوہ میں ضمیر منصوب نفس کی طرف لوٹتی ہے تو اسے مذکر کیوں لایا گیا نیز ببعضھا میں بعض سے کونسا عضو مراد ہے۔

جواب: اگرچہ یہ ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے اور نفس مونث ہے لیکن یہاں شخص یا قتیل کی تاویل میں ہے لہذا مذکر کی ضمیر لائی گئی۔

بعض عضو سے مراد سب سے چھوٹا عضو ہے بعض کے نزدیک اس سے زبان مراد ہے کسی نے دائیں ران کا قول کیا یہ بھی کہا گیا کہ کان مراد ہے اور ایک قول کے مطابق گائے کی دم مراد ہے۔

سوال نمبر ۳۹۸: اللہ تعالیٰ نے شروع میں خود ہی قاتل کے بارے میں کیوں نہیں بتایا اور گائے ذبح کرنے کا حکم کیوں دیا اس میں کن کن باتوں کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: اس طریقے کو اختیار کرنے میں ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔

(۱) اس میں قربانی کرنے اور جانور ذبح کرنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا پایا جاتا ہے۔

(۲) واجب کی ادائیگی۔

(۳) یتیم بچے کو نفع پہنچانا (کیونکہ وہ گائے ایک یتیم بچے کی تھی)

(۴) توکل علی اللہ کی برکت اور اولاد پر شفقت (کیونکہ اس بچے کے والد نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے گائے کو چھوڑ دیا اور اپنے بچے پر شفقت کے تحت اللہ تعالیٰ سے اس کی حفاظت کی دعا مانگی)

(۵) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طالب حق کوئی قربانی پیش کرے صدقہ وخیرات کرنے اور طلب حق کی راہ پر چلے۔

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

(۶) اور قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے قیمتی سے قیمتی چیز پیش کی جانے جس طرح نہایت قیمتی گائے کی قربانی دی گئی۔

(۷) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اسباب محض علامات ہیں موثر نہیں ہیں۔

سوال نمبر۳۹۹: نفسانی خواہشات کے قتل اور گائے کے قتل میں کس کس اعتبار سے مطابقت ذکر کی گئی ہے؟

جواب: نفس کو گائے کی طرح قرار دیا اور نفس سے مراد شہوانی قوت ہے لہذا اسے قتل کیا جائے یعنی خواہشات کو ختم کیا جائے۔ اور یہ وہ وقت ہے جب بچپن کی قوت اور بڑھاپے کا ضعف نہ ہو یعنی جوانی کا وقت ہو گویا جوانی درمیانی عمر کی گائے کی طرح ہے اور جس طرح وہ گائے خوبصورت تھی اور دیکھنے والوں کو خوش کرنے والی تھی اسے ذبح کیا گیا اسی طرح جب خوبصورت جوانی ہو لالچ اور حرص نہ ہو ایسے وقت میں اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے پیش کرنا اس عمدہ گائے کو ذبح کرنے کی طرح ہے۔

سوال نمبر۴۰۰: قساوت قلبی کیا ہے اور ثم لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: قساوت کا لغوی معنی سخت گاڑھا ہونا ہے جس طرح پتھر ہوتا ہے اور دل جب غور وفکر سے دور ہو تو یہ قساوت قلبی ہے اور ثم تراخی کے لیے آتا ہے گویا جب یہ لوگ آیات ومعجزات کو دیکھتے ہیں تو ان کے لینے دل ماننے کے لیے نرم ہونے چاہیں لیکن ان کے دل سخت ہیں لیکن حقیقی طور پر یہ تراخی کے لیے نہیں ہے کیونکہ آیات کو دیکھنے اور دل کی سختی میں فصل نہیں پس جب ثــم کو حقیقی معنی پر محمول کرنا صحیح نہیں تو اسکو مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا یعنی عقلمند آدمی سے یہ بات بعید ہے کہ وہ آیات خداوندی میں غور نہ کرے۔

سوال نمبر۴۰۱: اقسیٰ کی بجائے اشد قسوۃ لانے کی کیا وجہ ہے؟ اور محذوف

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

المضاف واقیم المضاف الیه مقامه میں کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: جب فعل ثلاثی مجرد ہو اور رنگ وعیب کے معنی میں نہ ہو تو اسم تفضیل " افعل " کے وزن پر آتا ہے یہاں افعل کی بجائے رشد قسوۃ اس لیے لایا گیا کہ اس میں مبالغہ زیادہ ہے اور یہاں مقصود دل کی سختی کو پتھر کی سختی سے زیادہ قرار دینا نہیں بلکہ یہ بتانا کہ دلوں کی سختی بہت زیادہ ہے اگر دلوں اور پتھروں کا مقابلہ ہوتا تو پھر افعل کا صیغہ ہوتا۔

یہاں لفظ مثل لفظ اشــــد کی طرف مضاف ہے اور اسے حذف کر دیا گیا اعمش نے اشد کی دال پر فتح پڑھا یعنی اشد مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور چونکہ یہ غیر منصرف ہے اس لیے حالت جر میں فتح پڑھا گیا۔

سوال نمبر ۲۰۲: وان من الحجارة الخ کس بات کی تعلیل ہے؟ اور پتھر کے شق اور ہبوط سے کیا بات بتانا مقصود ہے؟ نیز تفجر کا حقیقی معنی کیا ہے؟

جواب: یہ تفضیل کی تعلیل ہے یعنی پتھر متاثر ہوتے ہیں چنانچہ بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے بعض سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور بعض اوپر سے نیچے کو گرتے ہیں لہذا پتھروں کے مقابلے میں ان دلوں میں سختی زیادہ ہے۔ پتھروں کے شق ہونے اور گرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پتھر اپنے رب کے ارادے کے ساتھ جھک جاتے ہیں جب کہ یہ دل متاثر نہیں ہوتے اور حکم خداوندی کے سامنے نہیں جھکتے۔

تفجر کا معنی کشادگی اور کثرت کے ساتھ نکلنا ہے اور خشیت کا مجازی معنی یعنی تعمیل حکم مراد لیا گیا۔

سوال نمبر ۲۰۳: وما الله بغافل عما تعملون سے کس بات کا ارادہ کیا گیا ہے؟

جواب: اس میں اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ دلائل کے ملاحظہ کے باوجود جب تم نے اپنے دلوں کو سخت کر لیا اور تم حکم خداوندی کے سامنے نہیں جھکتے تو تمہارے ان اعمال کا بدلہ دیا

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم و شمار میں ہیں۔

سوال نمبر ۴۰۴: افتطمعون میں کس سے خطاب ہے اور یومنوا لکم سے کیا مراد ہے یہ کن لوگوں کے بارے میں ہے؟

جواب: اس میں نبی اکرم ﷺ اور مومنوں کو خطاب ہے اور یومنوا لکم سے تصدیق مراد ہے یا یہ کہ وہ تمہارے کہنے پر ایمان لائیں۔ مطلب یہ کہ یہودی ایسا نہیں کرتے تو یہ یہودیوں کے بارے میں ہے اور نبی اکرم ﷺ نیز مومنوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ طمع نہ رکھو کہ وہ تمہاری تصدیق کریں گے یا کہنے پر ایمان لائیں گے۔

سوال نمبر ۴۰۵: کون سے یہودیوں نے تورات میں تحریف کی اور کیا تحریف کی نیز اس بات کو یہاں ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حضور علیہ السلام ﷺ کے زمانہ مبارکہ کے یہودیوں کے آباؤ اجداد مراد ہیں انہوں نے تورات میں مذکور نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو بدل دیا اسی طرح آیت رجم میں تبدیلی کی اور اپنی مرضی کی تفسیر کرتے تھے یہ بھی کہا گیا وہ ستر افراد مراد ہیں جن کو طور پر جانے کے لیے منتخب کیا گیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام سنا پھر کہنے لگے ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم یہ کام کرسکو تو کرو اور اگر چاہو تو نہ کرو یہ بات یہاں ذکر کر کے بتایا کہ ان لوگوں کے پیشوا اس حالت پر تھے تو اب اگر یہ لوگ بھی اسی قسم کی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں تو تعجب کی بات نہیں۔

سوال نمبر ۴۰۶: واذا لقوا الذین امنوا: میں ملاقات کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں اور قالوا امنا میں ایمان سے کیا مراد ہے نیز واذا خلا بعضھم الی بعض میں فاعل کون ہے اور لبعض مجرور سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ملاقات کرنے والوں سے منافقین مراد ہیں ایمان سے مراد اس بات کی تصدیق ہے

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

کہ مسلمان حق پر ہیں اور ان کے رسول وہی ہیں جن کی تورات وانجیل میں خوشخبری دی گئی ہے۔

خلا کا فاعل بھی منافقین ہیں اور الی بعض سے مراد وہ ہیں جو ان یہودیوں میں سے منافق نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے منافق مراد ہوں۔

سوال نمبر ۴۰۷: بما فتح اللہ سے کیا مراد ہے؟ اور لیحاجوکم عند ربکم من عند کس معنی میں ہے عند ربکم سے کوئی دوسرا مفہوم بھی مراد لیا گیا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: بما فتح اللہ سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں جو تورات میں بیان کیے گئے۔ عند ربکم سے مراد یا تو یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے رب کے نزدیک ہے یا جب تمہارا رب یہ بات ذکر کرے یا جو کچھ تمہارے رب کے رسول کے نزدیک ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ قیامت کے دن تمہارے رب کے پاس ذکر کریں۔

سوال نمبر ۴۰۸: افلا تعقلون کا مفعول کیا ہے؟

جواب: یا تو یہ ملامت کرنے والوں کا کلام ہے تو معنی یہ ہوگا کہ تمہیں سمجھ نہیں کہ وہ اس بات کو لے کر تم سے جھگڑا کریں گے یا اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو خطاب ہے کہ تم ان سے ایمان کی طمع کیوں کرتے ہو کیا تمہیں ان کا حال معلوم نہیں اور تم نہیں جانتے کہ ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

سوال نمبر ۴۰۹: اولا یعلمون الخ کا فاعل کون لوگ ہیں اور اس میں کس بات کا رد ہے؟

جواب: اس کا فاعل منافقین یا ان کو ملامت کرنے والے ہیں یا دونوں مراد ہیں یا وہ بھی اور وہ بھی جو تورات میں تبدیلی کرتے ہیں۔

میں ان لوگوں کے اس خیال کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے واقف

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

نہیں اس لیے فرمایا کہ انکی پوشیدہ اور ظاہر تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔

سوال نمبر ۴۱۰: امی کا کیا معنی ہے نیز امانی کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کریں اور بتائیں کہ یہاں امانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں امـــی کا معنی کتابت کی معرفت نہ رکھنے والا جاہل ہے چنانچہ یہودیوں میں سے بعض کو امیون کہا گیا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے کہ تورات کا مطالعہ کرتے اور اس کے مضامین کو سمجھتے۔

الامانی، اُمنیة کی جمع ہے اس کا بنیادی معنی وہ انسانی خواہش جو دل میں چھپا رکھی ہو اس لیے جھوٹ پر بھی اس کا اطلاق ہوگا تمنا کو بھی امنیة کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ان جھوٹی باتوں کا اعتقاد رکھتے تھے جو تحریف کرنے والوں سے حاصل کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے نیز انہیں صرف چند دن عذاب ہوگا یہ بھی کہا گیا کہ ان کی ایسی قراءت مراد ہے جو معرفت اور تدبیر سے خالی ہو۔

سوال نمبر ۴۱۱: ظن کسے کہتے ہیں اور یہاں ان لوگوں کی کس بات کو ظن کہا گیا؟

جواب: علم کے مقابلے میں ایسی رائے اور اعتقاد جو قطعی نہ ہو اگرچہ وہ شخص اپنے طور پر اعتقاد جازم رکھتا ہو جس طرح مقلد کا اعتقاد اور کسی شبہ کی وجہ سے راہ حق سے بھٹک جانے والا۔ یہودیوں کے جن عقائد کا پچھلے سوال کے جواب میں ذکر ہوا۔ ان کو ظن قرار دیا گیا۔

سوال نمبر ۴۱۲: ویل کیا ہے اور تکتمون الکتاب میں کتاب سے کیا مراد ہے۔ اور کتابت سے کیا؟ نیز بایدیھم لانے کی کیا وجہ ہے جب کہ کتابت ہاتھ سے ہی ہوتی ہے؟

جواب: ویـــل سے مراد افسوس اور حسرت ہے یہ بھی کہا گیا کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ویل ہے جس میں اس قسم کے لوگ داخل ہوں گے اسی لیے اس وادی کو مجازاً ویل کہا گیا کتاب سے مراد وہ کلام ہے جس میں تحریف کی گئی یا جھوٹی تاویلات مراد ہیں اور ایدیھم کا اضافہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

تاکید کے لیے ہے جس طرح کہتے ہیں " کتبته بیمینی" میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھا۔

سوال نمبر ۴۱۳: ثمنا قلیلا : سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ قیمت پر آیات میں ردوبدل جائز ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب۔ اس سے دنیوی مال ومتاع مراد ہے اور وہ کتنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو اس عذاب کے مقابل میں کم ہے جس کے وہ مستحق ہوئے یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت پر ردوبدل جائز ہے جتنا بھی لیا جائے وہ قلیل ہی ہوگا۔

سوال نمبر ۴۱۴: مس اور لمس میں کیا فرق ہے نیز ایاما معدودۃ سے کون سے دن مراد ہیں؟

جواب: المس ایصال الشی بالبشرۃ بحیث تتاثر الحاسۃ به کسی چیز کو جلد تک اس طرح پہنچانا کہ محسوس کرنے والی قوت اس سے متاثر ہو مس کہلاتا ہے۔ اور لمس اس کے لیے طلب کی طرح ہے کہا جاتا ہے المسه فلا اجد میں اس کو طلب کرتا ہوں لیکن نہیں پاتا۔

ایام معدودۃ سے چند گنتی کے دن مراد ہیں ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہمیں صرف چالیس دن عذاب ہوگا اور وہ بچھڑے کی پوجا کے دن ہیں بعض نے کہا دنیا کی کل مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار سال کی جگہ ایک دن عذاب ہوگا۔

سوال نمبر ۴۱۵: قل اتخذ الله عهدا کی تفسیر میں خبر اور وعدہ فرمانے میں کیا حکمت ہے؟ نیز فلن یخلف الله عهده جواب شرط ہے اس کی شرط کیا ہے؟ اور "وفیه دلیل علی ان الخلف فی خبر محال" کی وضاحت کریں؟

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

جواب: عہد کی تفسیر خبر اور وعدہ سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں عہد کا حقیقی معنی مراد نہیں کیونکہ یہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے وقوع کا وہم بھی نہیں ہوتا بلکہ مجازی معنی مراد ہے اور وہ خبر یا وعدہ ہے۔

فلن یخلف اللہ کی شرط مقدر ہے یعنی " ان اتخذتم عہد اللہ عہدا فلن یخلف اللہ عہدہ" اور فیہ دلیل میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو وعدہ فرماتا ہے یا خبر دیتا ہے اسے پورا کرتا ہے فلن یخلف اللہ میں اس بات کی دلیل ہے اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

سوال نمبر ۲۱۶: ام تقولون الخ میں لفظ " ام "کونسا ہے جو صورت مراد ہو اس کے اعتبار سے معانی کی وضاحت کریں؟

جواب:" ام "ہمزہ استفہام کے مساوی ہے یعنی دو باتوں میں سے جو بھی ہو اس صورت میں یہ بات یقینی ہوتی ہے کہ دونوں میں سے ایک ضرور واقع ہے مطلب یہ ہوگا کہ یا تو تم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لیا یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہو ایک بات ضرور ہے۔

یا ام منقطعہ بل کے معنی میں ہے یعنی کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لیا نہیں بلکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہو۔

سوال نمبر ۲۱۷: بلی من کسب سیئۃ الخ میں بلی کے حوالے سے مفسر کی تقریر ذکر کریں اور سیئۃ و خطیئۃ میں فرق کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں نے کہا تھا کہ انہیں طویل مدت عذاب نہیں ہوگا اس کی نفی کرتے ہوئے عمومی طریقہ اختیار کیا اور بتایا کہ جو گناہ کرے گا (یہاں کفر مراد ہے) وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا صرف یہودیوں کے لیے نہیں بلکہ اس قسم کے دوسرے لوگوں کو بھی شامل کر کے عام حکم بیان کیا اور بلی منفی بات کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے یعنی نفی کو توڑ دیتا ہے چاہے وہ نفی

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528

https://archive.org/details/@madni_library

استفہام سے خالی ہو جیسے ما قام زید یا استفہام سے متصل ہو جیسے الست بربکم

سیہ کا معنی قبیحہ ہے خطیۂ اور سیۂ میں فرق یہ ہے کہ بالذات جس کا قصد کیا

جائے اسے بعض اوقات سیئه کہتے ہیں اور خطیۂ کا لفظ عام طور پر اس گناہ پر بولا جاتا ہے

بالذات جس کا ارادہ نہ کیا ہو کسب، نفع حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ یہاں محض عمل کے معنی

میں ہے یعنی برائی کمانا۔

سوال نمبر ۴۱۸: واحاطت بہ خطیئته کے ضمن میں احاطہ کے حوالے سے مصنف کی

تفصیلی گفتگو کا خلاصہ ذکر کریں؟

جواب: مفسر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر اور مسلمان میں یہ فرق ہے کہ اگر مسلمان

تصدیق اور اقرار کے علاوہ کوئی نیک کام نہ کرے پھر بھی گناہ اس کا احاطہ نہیں کرتے جب

کہ کافر پر ان گناہوں کا غلبہ اس طرح ہوتا ہے کہ گویا گناہوں نے اسے گھیر لیا۔

تفصیل یہ ہے کہ جو شخص گناہوں میں مبتلا ہو اور ان کو نہ چھوڑے تو اس کی عادت

بن جاتی ہے اور اب یہ گناہ اس کے دل کو گھیر لیتے ہیں حتی کہ وہ طبعی طور پر گناہوں کی طرف

مائل ہو جاتا ہے ان کو اچھا سمجھتا ہے اور اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی لذت نہیں

اور منع کرنے والے سے بغض رکھتا ہے کسی خیر خواہ کی بات نہیں مانتا جب کہ مومن کا ایمان

اسے اس انہماک سے دور رکھتا ہے لہذا گناہ اس کا احاطہ نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۴۱۹: فاولئك اصحاب النار سے کبیرہ گناہ کے مرتکب کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم

میں رہنے کی نفی کیسے ہوتی ہے؟

جواب: اس سے مراد کفار ہیں کیونکہ خطیۂ سے مراد کفر ہوگا چونکہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کافر

نہیں لہذا وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور خطیۂ سے مراد گناہ کبیرہ ہو تو اس سے مراد یہ

ہے کہ وہ لوگ جو زندگی کے آخری دم تک کبیرہ پر مصر رہے اور توبہ کے بغیر مر گئے اور خلود سے

Purchase Islami Books Online Contact:
Islami Books Quran & Madni Ittar House Ameenn Pur Bazar Faisalabad

https://archive.org/details/@madni_library

عرصہ دراز تک جہنم میں رہنا مراد ہوگا ہمیشہ کے لیے نہیں۔

سوال نمبر ۴۲۰: والذین امنوا وعملوا الصالحات کی تفسیر میں مصنف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی ایک عادت بیان کی ہے وہ کیا ہے اور اسکی وجہ کیا ہے نیز اس آیت سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ عمل ایمان سے خارج ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ وعید کے ساتھ وعدہ کا ذکر بھی کرتا ہے تاکہ اس کی رحمت کی امید کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے۔

عملوا الصالحات کے امنوا پر عطف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اعمال صالح الگ الگ ہیں اور عمل ایمان سے خارج ہے۔

اتقوا اللہ حق تقاتہ

Purchase Islami Books Online Contact:
For More Books Madni Library Group Whatsapp +923139319528